تحفۃ الاخوات

(عورتوں سے متعلق مسائل واحکام کا مستند مجموعہ)

ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی

ناشر

معہد امام حسن البنا شہید

پوسٹ بکس نمبر ۱۳، بھٹکل 581320 کرناٹک

دوسرا ایڈیشن

نام کتاب	:	تحفۃ الاخوات
صفحات	:	۲۲۴
پہلا ایڈیشن	:	مئی ۲۰۰۹ء
دوسرا ایڈیشن	:	جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ ـ مئی ۲۰۱۴ء
تعداد اشاعت	:	۱۱۰۰
قیمت	:	۱۵۰

ملنے کے پتے:

مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی، پوسٹ بکس نمبر: ۳۰، بھٹکل کرناٹک

جامعۃ الصالحات ـ سلطان اسٹریٹ بھٹکل 581320 کرناٹک

مدرسہ اصلاح البنات ـ عمر اسٹریٹ ـ بھٹکل 581320 کرناٹک

مکتبۃ الشباب الجدیدۃ، ندوہ روڈ ـ لکھنؤ (یوپی)

ناشر

معہد امام حسن البنا شہید بھٹکل

فہرست کتاب

عرضِ ناشر

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ أجمعین۔

اللہ تبارک وتعالی قرآن پاک میں فرماتا ہے:

"إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ، وَعَدَ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا"۔

یہ آیت سورہ احزاب کی ہے، اللہ تبارک وتعالی نے بڑے خوب صورت اور واضح انداز میں اور تکرار کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ جتنے پسندیدہ اوصاف اور خوبیاں اللہ پاک کو محبوب ہیں ان سب میں مرد وزن دونوں مشترک ہیں، آیت کا ترجمہ یہ ہے: "بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور مومن مرد اور مومن عورتیں، اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، اور صداقت شعار مرد اور صداقت شعار عورتیں، اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اور خشوع وخضوع اختیار کرنے والے مرد اور خشوع وخضوع اختیار کرنے والی عورتیں، اور صدقہ وخیرات دینے والے مرد اور صدقہ وخیرات دینے والی عورتیں، اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اور اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

یہ وہ اوصاف ہیں جو اللہ تعالی کی نگاہ میں قدر وقیمت کی حامل ہیں، ان اوصاف

کے اعتبار سے مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، عمل کے میدان میں مرد اور عورت میں سے جو بھی آگے بڑھ گیا اسی کا مقام اللہ کے نزدیک بڑا ہے، اور جو پیچھے رہ گیا وہ پیچھے ہی رہے گا، اس معاملہ میں مرد اور عورت کی کوئی تفریق اللہ تعالی کے نزدیک نہیں ہے، قرآن پاک میں جہاں مرد شرائع دینیہ کا مخاطب ہے وہیں عورت بھی برابر کی مخاطب ہے۔

زیر نظر کتاب "تحفۃ الأخوات" مولانا عبدالحمید اطہر ندوی کی تالیف کردہ ہے، مصنف نے اس میں عورتوں کے جملہ مسائل اور معلومات کو قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں آسان اور سہل اسلوب میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کو محسوس کرتے ہوئے ہمارے ادارے معہد امام حسن البنا نے شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔

کتاب پر مقدمہ لکھنے کے لیے فدوی نے حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپو دوی دامت برکاتہم سے درخواست کی تو مولانا محترم نے بشاشتِ قلب کے ساتھ قبول فرماکر ایک وقیع اور قیمتی مقدمہ تحریر فرمایا جس سے کتاب کی قیمت میں اضافہ ہوا ہے، ہم مولانا کے مشکور ہیں اور اللہ کے حضور دعا گو ہیں کہ ان کو اس کا بھرپور اجر عطا فرمائے۔

اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن آپ کی خدمت میں اس امید کے ساتھ پیش کر رہے ہیں کہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے گا، پہلے ایڈیشن کے مقابلہ میں اس میں مزید معلومات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

ہم خواتین اور اپنی بہنوں سے امید کرتے ہیں کہ اس کتاب سے وہ ضرور فائدہ اٹھائیں گی اور خصوصاً عورتوں سے متعلق مسائل سے استفادہ کریں گی تاکہ ان کی دنیا اور آخرت سنور جائیں، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سبھوں کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین

محمد ناصر بن محمد سعید اکرمی جامعی عفی عنہما
ناظم معہد امام حسن البنا شہید

موبائل: 09902105300
فون: 08385-225674

مقدمہ

از حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودوی دامت برکاتہم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله سيدنا محمد وعلى آله و أصحابه أجمعين، أما بعد!

اللہ تبارک وتعالی نے قرآن مجید میں اپنے بندوں کے لیے جو احکامات نازل فرمائے ہیں، اس کے مخاطب مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی، توحید، نماز، زکوۃ، حج، صومِ رمضان اور دیگر عبادتیں سب کے لیے فرض ہیں۔

طہارت و پاکیزگی اور دیگر بعض ایسے امور بھی ہیں جن میں عورتوں کے لیے مخصوص مسائل ہیں، جن کا جاننا ہر مسلمان عورت کے لیے فرض ہے، ہمارے ملک میں بہت سے ایسے علاقے ہیں جہاں عورتیں ان مسائل سے ناواقف ہیں، جس کی طرف توجہ کرنے اور آسان اور عام فہم زبان میں دینی بہنوں کو ان مسائل سے واقف کرانے کے لیے کتابوں کی ضرورت ہے، جو ملک کی مختلف زبانوں میں شائع کی جائیں۔

الحمد للہ مولانا عبد الحمید اطہر ندوی حفظہ اللہ نے اس اہم ضرورت کو محسوس فرما کر "تحفۃ الاخوات" کے نام سے کتاب تالیف فرمائی ہے، اور مسائل وضو و نماز کے ساتھ ساتھ حجاب اور زیب وزینت وغیرہ عنوانات پر بھی مختصر مگر جامع انداز میں گفتگو کی ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب ہماری مسلمان بہنوں کے لیے بہت ہی مفید ثابت ہوگی، اللہ تعالی مصنف اور ناشر اور معاونین کو اس خدمت جلیلہ پر بہترین بدلہ عطا فرمائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

کتاب میں مراجع اور مآخذ کی تفصیل ذکر کردی گئی ہے، ضرورت کے وقت ان

مراجع سے بھی استفادہ ممکن ہے۔

ہمیں مسرت ہے کہ اس اہم کتاب کو معہد امام حسن البنا شہید شائع کر رہا ہے، جس شخصیت کی دعوت نے عالمِ اسلام کے لاکھوں نوجوان مردوں اور عورتوں کو اسلام کا شیدائی بنایا ہے، جزاه الله عنا وعن جميع المسلمين خير الجزاء۔

اللہ تعالی اس معہد کو بھی شرفِ قبولیت عطا فرمائے، اور اس کے ذریعے نوجوان نسل کے دل ایمان و یقین کی روشنی سے جگمگانے لگیں، وما ذلك على الله بعزيز۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب۔

عبداللہ غفر لہ کاپودوی

نزیل حال جامعہ اسلامیہ بھٹکل

٧/ اپریل ٢٠٠٩ء بروز پیر

آغازِ سخن

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه وبارك وسلم' اما بعد!

اسلام فطری دین ہے، اس لیے اللہ تبارک وتعالی نے انسانوں کو ان ہی اعمال کا مکلّف بنایا ہے، جن کی وہ طاقت رکھتے ہیں، چوں کہ مرد اور عورت کی فطرت میں فرق پایا جاتا ہے، اسی لیے اسلام نے عورتوں کے لیے مخصوص احکام بھی بیان کر دیے ہیں، یہ بھی اسلام کی حقانیت کا سب سے بڑا ثبوت ہے، آج سے چودہ سو سال پہلے؛ نہ نفسیاتی ماہرین پائے جاتے تھے اور نہ تحلیل وتجزیہ کرنے والی مشینیں ایجاد ہوئی تھیں، اور نہ انسان کے ہر پہلو پر الگ الگ انداز میں تحقیق وریسرچ کرنے کا رواج تھا، اور نہ اس کے امکانات تھے، انسانی فطرت کا مکمل خیال رکھتے ہوئے احکام کا نزول وہی کر سکتا تھا، جو انسان کا پیدا فرمانے والا ہے، اللہ تبارک وتعالی نے اس انسانی وجود کے ہر پہلو میں اس کی فطرت کا خاص خیال رکھا ہے، نصف انسانی آبادی عورتوں پر مشتمل ہے، اللہ نے عورتوں کی فطرت کے مطابق ہی ان کے مخصوص احکام نازل فرمائے ہیں، ورنہ سبھوں کے لیے یکساں احکام مقرر کیے جاتے، مرد اور عورت میں کوئی فرق ہی نہیں پایا جاتا۔

اسلام نے نسوانی فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت سے احکام میں عورتوں کے لیے آسانی پیدا کر دی ہے، ان کی تفصیلات آرہی ہیں۔

ان ہی مخصوص احکام پر مشتمل یہ کتاب ہے، جس کے پہلے باب میں فقہ کی اہمیت، ضرورت، اس کے مراجع اور اس کی اہم اصطلاحات کو بیان کیا گیا ہے، پھر اسلام میں عورتوں کا مقام، عورتوں کے حقوق اور اسلام سے پہلے حالتِ زار کو تفصیل کے ساتھ بتایا گیا

ہے، تا کہ اس بات کا یقین پیدا ہو جائے کہ اسلام نے ہی عورت کو اس کا حقیقی مقام عطا کیا ہے، اسلام کے علاوہ دوسری قوم، دین اور تہذیب میں اس کو یا تو ذلیل ورسوا کیا گیا ہے، یا اس کے حقوق کو پائمال کیا گیا ہے۔

اس کے بعد زیب وزینت اور پردے کے مسائل کو واضح انداز میں دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، پھر عبادات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، جس سے یہ کتاب عورتوں کے مسائل پر ایک مکمل اور جامع شکل میں سامنے آئی ہے۔

اس کتاب کی ترتیب میرے بعض ساتھیوں کی تشویق کا نتیجہ ہے، انھوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں خواتین سے متعلق مسائل کو فقہِ شافعی کے مطابق یکجا کروں تا کہ اس کو عورتوں کے نصاب میں شامل کیا جائے، اللہ تعالی ان دوستوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس کتاب میں بڑی حد تک مسائل کا انتخاب "**الفقه المنهجي على مذهب الامام الشافعي**" کے اردو ترجمہ "فقہِ شافعی: مختصر فقہی احکام مع دلائل وحکم" سے کیا گیا ہے جو معہد ہی سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔

میں ان تمام اساتذہ اور دوستوں کا مشکور ہوں جنھوں نے اس کتاب کی ترتیب وتدوین میں تعاون کیا ہے، خصوصاً میرے استاذ مولانا خواجہ معین الدین ندوی اکرمی، مولانا انصار خطیب ندوی مدنی، مولانا محمد حسین جوکاکو ندوی، مولانا شکیل صاحب قاضی منکی اور مولانا عبید اللہ ندوی کنڈلوری کا ممنون ہوں کہ ان حضرات نے کتاب پر نظر ثانی کی اور مفید مشوروں سے نوازا، اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر عبد الحمید اطہر ندوی

موبائل: 9741583637
ای میل: atharathar77@gmail.com

پہلا باب

علم فقہ کے مصادر ومراجع

اہم فقہی اصطلاحات کی تعریف

دینِ اسلام کے سبھی احکام اور مسائل کا مجموعہ فقہ کہلاتا ہے،فنِ فقہ سے انسان کو یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ وہ اپنی عبادت کس انداز میں کرے،عبادت میں فرض کیا ہے، سنتیں کتنی ہیں،آداب کا لحاظ کس طرح رکھا جائے،عبادت میں خلل ڈالنے والی چیزیں کیا کیا ہیں،عبادت کی روح کے معنی کیا ہیں؟وغیرہ وغیرہ

انسان عبادت کے علاوہ معاملات میں بھی اسلامی تعلیمات اور ہدایات سے واقف ہوتا ہے،جس کے نتیجے میں حرام وحلال کے درمیان تفریق کرتا ہے،اسلامی نقطۂ نظر سے مناسب اور غیر مناسب کا علم ہوجاتا ہے،پسندیدہ اور ناپسندیدہ کی روشنی میں اپنی زندگی کو ڈھالنے میں کامیاب ہوجاتا ہے،گرچہ اسلامی نہج پر معاملات کی انجام دہی بھی عبادت ہے،لیکن فقہ میں اس کو معاملات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قرآن وحدیث کے بعد سب سے افضل علم فقہ کو شمار کیا گیا ہے،کیوں کہ یہ دونوں علوم کا جامع ہے،اور اس میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے استفادہ کرکے موجودہ حالات کے مطابق اسلامی نقطۂ نظر پیش کیا جاتا ہے،اس کا بنیادی مرجع قرآن اور حدیث ہی ہے،ان ہی دو اسلامی مراجع سے استفادہ کیا جاتا ہے اور نت نئے مسائل کو ان ہی کی روشنی میں حل کیا جاتا ہے،نبی کریم ﷺ نے اجتہاد کرنے والے کے لیے اجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے،اگر اجتہاد صحیح ہے تو دو اجر،اگر اجتہاد غلط بھی نکلا تو اجتہاد کرنے والا نقصان میں نہیں

رہتا،بلکہ اس کو ایک اجر مل ہی جاتا ہے،علمِ فقہ اسی اجتہاد کا نتیجہ ہے،ہمارے فقہاء کرام اور محدثین عظام نے اپنی انتھک کوششوں اور جدوجہد سے اجتہاد کیا اور فقہ کو ایک کامل وشامل علم کی شکل میں پیش کیا اور سبھی انسانی ضرورتوں کے مسائل واحکام کو مدون کیا۔

ذیل میں اس عظیم فن یعنی فقہ کے مراجع کو بیان کیا جارہا ہے تاکہ فقہ پڑھنے والے کو یہ گمان نہ رہے کہ یہ قرآن اور حدیث کے مخالف کوئی دوسرا فن ہے،اسی طرح بعض اصطلاحات کی تعریف کی جارہی ہے،جو اس کتاب میں بار بار استعمال کی جائیں گی،کتاب پڑھنے سے پہلے ان اصطلاحات سے واقف ہونا ضروری ہے،تاکہ ہر مرتبہ اصطلاح کے معنی ومطلب کو ڈھونڈنا نہ پڑے۔

فقہ کی تعریف

اسلام کے بنیادی مراجع کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں،ان پر عمل ہر مسلمان کے لیے فرض قرار دیا گیا اور زندگی سے متعلق جو چیزیں مرورِ ایام کے ساتھ سامنے آئیں،اسے قرآن اور حدیث کی روشنی میں علماء اور فقہائے امت نے احکام کی شکل میں پیش کیا،ان ہی احکام کا نام اصطلاح میں فقہ ہے،جس کو ہمارے عظیم محدثین،علماء اور فقہا نے اپنی بے پایاں محنتوں کو صرف کرکے مدون اور مرتب کیا ہے۔

فقہ کے معنی:فقہ کے دو معنی ہیں،ایک لغوی اور دوسرے اصطلاحی۔

فقہ کے لغوی معنی:

فقہ کے لغوی معنی سمجھ کے ہے،اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"فَمَالِ هٰٓؤُلَاۤءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا" (النساء:۷۸)ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ بات کو سمجھ نہیں پا رہے ہیں۔دوسری جگہ فرمان خداوندی ہے:"وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ" (الاسراء:۴۴)لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

فقہ کے اصطلاحی معنی:

مکلّف (مرد ہو یا عورت) کے اعمال اور اقوال سے متعلق شرعی احکام کو جاننا جو قرآن اور حدیث کے نصوص اور ان دونوں سے ماخوذ اجماع اور اجتہاد کے تفصیلی دلائل سے حاصل ہوں۔

مثلاً اس بات کا جاننا کہ وضو میں نیت کرنا فرض ہے، یہ حکم رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے اخذ کیا گیا ہے: "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے" (بخاری:۱، مسلم:۱۹۰۷) اور روزہ صحیح ہونے کے لیے رات ہی کو نیت کرنا شرط ہے، یہ حکم رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے اخذ کیا گیا ہے: "جو فجر سے پہلے رات ہی میں روزہ کی نیت نہ کرے تو اس کا روزہ نہیں" (بیہقی ۴/۲۰۲، دارقطنی ۲/۱۷۲)

شرعی احکام کو بھی فقہ کہا جاتا ہے۔

اسلامی عقیدے سے فقہ کا تعلق:

اسلامی فقہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ایمان باللہ سے مکمل اور گہرا تعلق ہے اور اس کا اسلامی عقیدہ کے ارکان خصوصاً یوم آخرت پر ایمان کے ساتھ مستحکم اور پائیدار رشتہ ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہی مسلمان کو دینی احکام کو تھامنے اور اختیاری طور پر ان کو اپنی زندگی میں منطبق کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

اسی وجہ سے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتا، وہ نماز اور روزے کا پابند نہیں رہتا اور اپنے اعمال میں حلال اور حرام کی رعایت نہیں رکھتا، چنانچہ شریعت کے احکام کی پابندی اس ذات پر ایمان لانے کا ایک جزء ہے جس نے یہ احکام اتارے ہیں اور ان کو اپنے بندوں کے لیے مشروع کیا ہے۔

قرآن کریم میں فقہ کے ایمان کے ساتھ مربوط ہونے کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، یہاں صرف تین مثالوں کو پیش کیا جا رہا ہے تاکہ احکام و ایمان کے درمیان اور شریعت و عقیدے کے درمیان ربط و تعلق معلوم ہو جائے:

(۱) اللہ عزوجل نے طہارت و پاکی کا حکم دیا ہے اور اس کو ایمان باللہ کے لوازم میں شمار کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ" (المائدۃ:۶) اے ایمان والو! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ......

(۲) اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ کا تذکرہ آخرت پر ایمان کے ساتھ کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ" (النمل:۳) جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، وہی لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

(۳) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان صفات حمیدہ کو بیان کیا جن سے ایک مسلمان کو متصف ہونا ضروری ہے تو اس کو ایمان باللہ کے ساتھ مربوط کیا، جس سے مسلمان جنت میں داخلہ کا مستحق ہو جاتا ہے، چناں چہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُونَ، وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ، وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُونَ، وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ، إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ، فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ، فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ، وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ، وَالَّذِينَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُونَ، أُولٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ، الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ، هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ" (المومنون:۱تا۱۱) وہ مومنین کامیاب ہوگئے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں اور جو لغو اور بیکار (کاموں اور باتوں) سے اعراض کرتے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں بجز اپنی بیویوں اور باندیوں کے ساتھ اس کا استعمال کرتے ہیں چناں چہ اس سلسلے میں ان پر کوئی ملامت نہیں، پس جو کوئی اس کے علاوہ کی خواہش کرے وہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا پاس رکھتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، وہی لوگ وارث ہیں، جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے، جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

اسلامی فقہ کے موضوعات

اگر ہم کتاب وسنت، اجماع امت اور علماء کے اجتہادات سے مستنبط شرعی احکام پر مشتمل فقہ کی کتابوں کو دیکھیں تو ہم فقہ کو سات زمروں میں منقسم پائیں گے، جن کے مجموعے سے لوگوں کا انفرادی اور اجتماعی قانون تشکیل پاتا ہے، وہ سات زمرے مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اللہ کی عبادت سے متعلق احکام: مثلاً وضو، نماز، روزے، زکوٰۃ اور حج وغیرہ، ان احکام کو عبادات کہا جاتا ہے۔

(۲) خاندانی نظام سے متعلق احکام: مثلاً شادی بیاہ، طلاق، حسب ونسب، رضاعت، نفقہ، وراثت وغیرہ، ان احکام کو معاشرت یعنی "پرسنل لاء" کہا جاتا ہے۔

(۳) لوگوں کے اعمال اور ایک دوسرے کے ساتھ کیے جانے والے معاملات اور سلوک سے متعلق احکام: مثلاً خرید وفروخت، رہن، کرایہ، دعویٰ، گواہی اور فیصلہ وغیرہ، ان احکام کو معاملات کہا جاتا ہے۔

(۴) حاکم اور حکومت کی ذمہ داریوں سے متعلق احکام: مثلاً عدل وانصاف کا قیام ظلم وزیادتی کا خاتمہ، احکام کو نافذ کرنا وغیرہ، اور محکومین کی ذمہ داریاں: مثلاً گناہ کے کاموں کے علاوہ حاکم کی اطاعت وغیرہ، ان احکام کو احکامِ حکمرانی یا سیاستِ شرعیہ کہا جاتا ہے۔

(۵) مجرمین کو سزا دینے، امن وامان اور نظام حکومت کی حفاظت سے متعلق احکام: مثلاً قاتل، چور، شرابی وغیرہ کی سزائیں، ان احکام کو عقوبات کہا جاتا ہے۔

(۶) اسلامی حکومت کے دوسری حکومتوں کے ساتھ تعلقات کو منظم کرنے کے احکام مثلاً جنگ اور امن وغیرہ کے احکام، اس کو سِیَر کہا جاتا ہے۔

(۷) اچھے اور برے اخلاق سے متعلق احکام، اس کو آداب واخلاق کہا جاتا ہے۔

ہمیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی فقہ تمام انسانی ضرورتوں کو شامل ہے اور اس میں افراد اور معاشرہ کی تمام ضرورتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔

اسلام آسان دین ہے

آسانی کا مطلب: اسلام احکام مشروع کرنے میں لوگوں کی ضرورتوں اور ان کی سعادت وخوش بختی کی رعایت کرتا ہے، اسی لیے انسان تمام اسلامی احکام پر عمل کرنے کی طاقت رکھتا ہے، اور کوئی بھی حکم ایسا نہیں جس کو ادا کرنے سے کوئی بھی انسان عاجز ہو، اگر مکلّف کو کوئی تکلیف لاحق ہوتی ہے، جس کی وجہ سے کوئی حکم اس کی طاقت کے حدود سے نکل

جاتا ہے یا کسی خاص حالت کی وجہ سے وہ حکم تکلیف اور مشقت کا باعث بنتا ہے تو شریعت اس وقت رخصت دیتی ہے اور احکام میں تخفیف کرتی ہے۔

دینِ اسلام کے آسان ہونے کی سب سے بڑی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ" اللہ نے تمہارے لیے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی (حج ۷۸) دوسری جگہ ارشاد ہے: "يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ" (بقرہ ۱۸۵) اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ سختی نہیں چاہتا۔ اور ایک جگہ ارشاد ہے: "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" اللہ کسی کو مکلّف نہیں کرتا مگر اس کی طاقت بھر (بقرہ ۲۸۶) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ" بے شک دین آسان ہے (بخاری ۳۹)

اسلام آسان دین ہونے کی مثالیں

۱) جس کے لیے نماز کھڑے ہوکر پڑھنا دشوار ہو، اس کے لیے نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "کھڑے ہوکر نماز پڑھو، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو پہلو کے بل" (بخاری ۱۰۶۶)

۲) مسافر کے لیے چار رکعت والی نمازوں میں قصر اور دو نمازوں کو ایک ساتھ جمع کرکے پڑھنے کی چھوٹ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ" (النساء ۱۰۱) جب تم سفر کرو تو تم نماز قصر کرسکتے ہو۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: "اگر نبی کریم ﷺ سفر پر ہوتے تو ظہر اور عصر جمع کرکے پڑھتے اور مغرب اور عشاء ایک ساتھ پڑھتے" (بخاری ۱۰۵۶)

فقہِ اسلامی کے مصادر اور مراجع

اسلامی فقہ اُن شرعی احکام کا مجموعہ ہے جن کا حکم اللہ نے اپنے بندوں کو دیا ہے، ان تمام احکام کے مندرجہ ذیل چار مصادر اور مراجع ہیں:

۱-قرآن کریم ۲-حدیث نبوی ۳-اجماع ۴-قیاس

ا-قرآن کریم:

قرآن اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے، جس کو اللہ نے ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر اتارا ہے، تا کہ وہ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں، قرآن اسلامی فقہ کے احکام کا پہلا مرجع ہے، جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو ہم سب سے پہلے اللہ عزوجل کی کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں تا کہ مسئلہ کا حکم تلاش کریں، اگر ہم کو اس میں ہماری مطلوبہ چیز کا حکم ملتا ہے تو اس کو لے لیتے ہیں اور کسی دوسری طرف رجوع نہیں کرتے۔

۲-حدیث نبوی:

حدیث: ہر وہ قول، فعل یا تقریر یا وصف جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہو۔

قول کی مثال: امام بخاری (۴۸) اور امام مسلم (۶۴) نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کے ساتھ جنگ کرنا کفر ہے''۔

فعل وعمل کی مثال: امام بخاری نے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''آپ اپنے گھر والوں کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے، جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لیے نکل جاتے''۔

تقریر کی مثال: امام ابوداؤد (۱۲۶۷) نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو صبح کی نماز کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''صبح کی نماز دو رکعت ہے، اس شخص نے کہا: میں نے فرض نماز سے پہلے کی دو رکعت نہیں پڑھی تھی تو میں نے اب پڑھ لی، اس پر آپ ﷺ خاموش رہے، اس خاموشی کو فرض کے بعد فرض سے پہلے کی چھوٹی ہوئی سنت نماز کے مشروع ہونے کے لیے دلیل مانا گیا ہے۔

حدیثِ نبوی کا کام قرآن میں آئے ہوئے احکام کی وضاحت کرنا ہے، مثلاً قرآن میں نماز کا اجمالی بیان ہے تو حدیث میں تفصیل کے ساتھ نماز کی قولی اور عملی کیفیات کو بیان کیا گیا ہے، یہ بات نبی کریم ﷺ سے صحیح سند سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ''تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے'' (بخاری ۶۰۵)

اسی طرح حدیث میں حج کے اعمال اور مناسک کی وضاحت کی گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ سے اپنے مناسک سیکھو'' (بخاری)

۳-اجماع:

اجماع کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی زمانے میں کسی حکم شرعی پر ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی امت کے تمام مجتہد علماء کا اتفاق ہو، جب ان علماء کا کسی بھی شرعی حکم پر اتفاق ہو جائے تو ان کا اتفاق اجماع کہلائے گا، چاہے وہ صحابہ کے زمانے کے ہوں یا صحابہ کے بعد کے، اس اجماع پر عمل کرنا واجب ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی خبر دی ہے کہ علمائے اسلام گمراہی پر اتفاق نہیں کر سکتے، چناں چہ جس چیز پر وہ اتفاق کر لیں وہ حق ہے۔

امام احمد نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اللہ عزوجل سے دعا کی: وہ میری امت کو گمراہی پر جمع اور متفق نہ کر، چناں چہ اللہ نے میری یہ دعا قبول کی'' (مسند احمد ۶/۳۹۶)

اس کی مثال: صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ دادا کو والد کی غیر موجودگی میں نرینہ اولاد رہنے کی صورت میں وراثت کا چھٹا حصہ ملے گا۔

مرجع کی حیثیت سے اجماع کا مقام تیسرا ہے، اگر ہم کو قرآن اور حدیث میں کوئی حکم نہ ملے تو ہم دیکھیں گے کہ اس مسئلہ میں علمائے امت کا اجماع ہے یا نہیں، اگر اجماع ہو تو اس پر عمل کریں گے۔

۴-قیاس:

قیاس کا مطلب یہ ہے کہ کسی معاملے میں حکمِ شرعی موجود نہ ہو تو اس معاملے کو دوسرے ایسے معاملے پر ان دونوں کے درمیان مشترک علت کے پائے جانے کی بنا پر قیاس کرنا جس کا حکم قرآن، حدیث یا اجماع میں موجود ہو، اگر ہم کو کسی مسئلے میں قرآن، حدیث اور اجماع میں اس کا حکم نہ ملے تو ہم قیاس کریں گے۔

مرجع کی حیثیت سے قیاس کا مقام چوتھا ہے۔

قیاس کے ارکان

قیاس کے ارکان چار ہیں: ایک اصل ہو، جس پر قیاس کیا جائے، دوسرا فرع ہو، جس کو قیاس کیا جائے، اصل کا حکم منصوص یعنی قرآن، حدیث یا اجماع سے ثابت ہو، اصل اور فرع کی علت ایک ہی ہو۔

قیاس کی مثال

قرآنی نص سے خمر یعنی انگور کی شراب حرام ہے اور اس کی حرمت کی علت یہ ہے کہ اس میں نشہ ہے، اگر ہمیں خمر کے علاوہ کوئی دوسرا مشروب ملے جس میں نشہ ہو تو خمر پر قیاس کرتے ہوئے اس کی حرمت کا فیصلہ کیا جائے گا، کیوں کہ حرمت کی علت ''نشہ پیدا کرنا'' اس مشروب میں بھی پائی جاتی ہے، چناں چہ خمر کی طرح یہ شراب بھی حرام ہوگی۔

یہ وہ شرعی مراجع ہیں، جن کی طرف فقہی احکام میں رجوع کیا جاتا ہے، یہاں اس کا مختصر تذکرہ بطور فائدہ کیا گیا ہے، دراصل اس کی تفصیلات کی جگہ اصول فقہ کی کتابیں ہیں۔

بعض فقہی اصطلاحات کی تعریف

۱۔ **فرض** :فرض وہ حکم ہے جس کو شریعت نے لازمی طور پر کرنے کا مطالبہ کیا ہے، جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور چھوڑنے پر عذاب۔

اس کی مثال روزہ ہے، اسلامی شریعت نے ہم سے اس کو بجالانے کا لازمی طور پر مطالبہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ'' (البقرہ ۱۸۳) (تم پر روزے فرض کردیے گئے) اگر ہم روزہ رکھیں گے تو اس پر جنت ملے گی اور ثواب مرتب ہوگا، اگر ہم روزہ نہیں رکھیں گے تو ہم جہنم اور عذاب کے مستحق ہوں گے۔

۲۔ **واجب** : مسلک شافعی میں واجب اور فرض کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، سوائے حج کے باب میں، حج کے باب میں واجب وہ ہے جس پر حج کی صحت موقوف نہیں ہے، دوسرے الفاظ میں اس کے چھوٹنے سے حج فوت اور باطل نہیں ہوتا مثلاً رمی جمار کرنا، میقات سے احرام باندھنا اور اس کے علاوہ دوسرے واجبات، اگر کوئی حاجی ان واجبات کو نہ بجالائے تو اس کا حج تو صحیح ہوگا، البتہ وہ گنہ گار ہوگا، ان واجبات کو چھوڑنے کی صورت میں فدیہ کے ذریعے اس کی تلافی کرنا واجب ہے۔

حج میں فرض وہ ہے جس پر حج کی صحت موقوف ہو، دوسرے الفاظ میں فرض چھوٹنے سے حج باطل ہوجاتا ہے، اس کی مثال وقوف عرفہ، طواف افاضہ اور اس کے علاوہ دوسرے فرائض ہیں، اگر فرض ادا نہ کرے تو اس کا حج باطل ہوجائے گا۔

۳۔ **فرض عین** :ہر وہ حکم جس کا ہر ایک مکلّف سے لازمی طور پر مطالبہ کیا جائے، مثلاً نماز، روزہ، اور استطاعت رکھنے والے پر حج کی ادائیگی، یہ عبادتیں ہر مکلّف پر فرض ہیں، صرف چند مکلفین کا ادا کرنا کافی نہیں ہے۔

۴۔فرض کفایہ :جس کے کرنے کا تو تمام مسلمانوں سے مطالبہ کیا جائے، البتہ ہر فرد سے مطالبہ نہ ہو، یہ فرض اگر بعض لوگ ادا کریں تو کافی ہوگا اور دوسرے لوگوں سے گناہ ساقط ہو جائے گا، اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہ گار ہو جائیں گے۔

اس کی مثال میت کی تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ ہے، اگر کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے تو مسلمانوں پر میت کو غسل دینا، کفن دینا، نماز پڑھنا اور دفن کرنا ضروری ہے، اگر بعض مسلمان یہ کام انجام دیں تو فرض ادا ہو جائے گا، اگر کوئی بھی انجام نہ دے تو تمام لوگ گنہگار ہو جائیں گے۔

۵۔رکن :جس کا کرنا واجب ہے اور یہ عمل کا ایک جزء بھی ہوتا ہے، اس کی مثال نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا، رکوع اور سجدہ کرنا وغیرہ، ان امور کو ارکان کہا جاتا ہے۔

۶۔شرط :جس کا کرنا فرض ہے لیکن وہ عمل کا جزء نہیں ہوتا، بلکہ یہ اس کے مقدمات اور تمہیدات میں سے ہے، اس کی مثال وضو کرنا، نماز کا وقت شروع ہونا، قبلے کی طرف رخ کرنا وغیرہ، یہ تمام امور اصل نماز میں داخل نہیں ہیں، البتہ ان کا نماز سے پہلے انجام دینا ضروری ہے اور ان کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی، ان کو شرائط کہا جاتا ہے۔

۷۔مندوب:ہر وہ حکم جس کے کرنے کا شریعت نے مطالبہ کیا ہو، لیکن لازمی طور پر نہیں، جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور چھوڑنے پر عذاب نہیں ہوتا۔

اس کی مثال چاشت کی نماز، قیام اللیل، شوال کے چھ روزے وغیرہ ہیں، اگر ہم ان عبادتوں کو انجام دیں گے تو ثواب ملے گا، اگر چھوڑ دیں گے تو چھوڑنے پر عذاب نہیں ہوگا۔مندوب کو سنت، مستحب، تطوع اور نفل بھی کہا جاتا ہے۔

۸۔مباح :جس کا کرنا اور نہ کرنا یکساں ہے، کیوں کہ شریعت نے ہم کو نہ اس کے چھوڑنے کا حکم دیا ہے اور نہ کرنے کا، بلکہ ہمارے لیے کرنے اور نہ کرنے کی آزادی دی ہے، اسی وجہ سے مباح کام کرنے یا چھوڑنے پر ثواب یا عذاب مرتب نہیں ہوتا، اس کی مثال اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:"فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ "جب نماز مکمل ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کی روزی تلاش کرو۔(جمعہ۱۰) اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد کام کرنا مباح ہے، جو

چاہے کام کرے اور جو چاہے نہ کرے۔

۹۔حرام: جس کام کو چھوڑنے کا شریعت نے لازمی طور پر ہم سے مطالبہ کیا ہے جس کے چھوڑنے پر اللہ کا حکم ماننے کی وجہ سے ثواب ملتا ہے اور اس کے کرنے پر عذاب ہوتا ہے، اس کی مثال قتل کرنا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:"وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ "اور کسی کی جان نہ لو جس کو اللہ نے حرام کیا ہے، مگر یہ کہ حق کی بنیاد پر (اسراء۳۳)

لوگوں کا مال ناجائز طریقوں سے کھانا، اللہ تعالی فرماتا ہے:"وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ "(البقرہ۱۸۸) تم ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ۔جب انسان ان حرام کردہ چیزوں میں سے کسی کا ارتکاب کرتا ہے تو گنہ گار ہوجاتا ہے اور عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے، اگر اس کو چھوڑ دیتا ہے تو ثواب کا مستحق بن جاتا ہے۔

حرام کو محظور، ممنوع، معصیت اور گناہ بھی کہا جاتا ہے۔

۱۰۔مکروہ :مکروہ کی دو قسمیں ہیں:۱۔مکروہ تحریمی ۲۔مکروہ تنزیہی

مکروہ تحریمی :جس کام کو چھوڑنے کا شریعت نے لازمی طور پر مطالبہ کیا ہو، لیکن حرام کو چھوڑنے کے مطالبے سے کم درجہ کا مطالبہ ہو، جس کے چھوڑنے پر اللہ کا حکم ماننے کی وجہ سے ثواب ملتا ہے اور اس کے کرنے پر عذاب ملتا ہے، لیکن حرام کے عذاب سے کم، اس کی مثال سورج طلوع یا غروب ہوتے وقت نفل نماز پڑھنا، اس وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

مکروہ تنزیہی :جس کام کو چھوڑنے کا شریعت نے مطالبہ کیا ہو، لیکن لازمی طور پر نہیں، اگر ہم اس کو اللہ کے حکم کی فرماں برداری میں چھوڑ دیں گے تو ثواب ملے گا، اگر کریں تو گناہ نہیں ہوگا، اس کی مثال حاجی کے لیے عرفہ کے دن روزہ رکھنا ہے، اگر روزہ نہ رکھے تو ثواب ملے گا، اگر رکھے تو گناہ نہیں ہوگا۔

۱۱۔ادا : عبادت کو شریعت کی طرف سے اس کے مقررہ وقت پر انجام دینا، مثلاً رمضان میں رمضان کے روزے رکھنا، ظہر کی نماز اس کے متعین وقت میں پڑھنا۔

۱۲۔ **قضا**: عبادت کو شریعت کی طرف سے مقررہ وقت نکلنے کے بعد ادا کرنا، مثلاً غیر رمضان میں رمضان کے روزے رکھنا یا ظہر کی نماز اس کا وقت نکلنے کے بعد پڑھنا۔

قضا کرنا واجب ہے، چاہے عبادت کسی عذر کی وجہ سے چھوٹی ہو یا کسی عذر کے بغیر، ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ بغیر عذر کے چھوڑنے سے گناہ ہوگا اور عذر ہو تو چھوڑنے سے گناہ نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ'' (بقرۃ:۱۸۵) تم میں جو کوئی اس مہینہ میں حاضر ہو وہ روزہ رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں اس کو پورا کرے۔ یعنی اگر کوئی بیماری یا سفر کے عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھے تو رمضان کے بعد چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرنا واجب ہے۔

۱۳۔ **اعادہ**: کسی عبادت کو اس کے مقررہ وقت میں ہی زیادہ فضیلت کے حصول کے لیے دوبارہ انجام دینا، مثلاً کوئی ظہر کی نماز تنہا پڑھے پھر جماعت کے ساتھ نماز ہونے لگے تو اس کے لیے نماز کا دہرانا جماعت کا ثواب حاصل کرنے کے لیے مسنون ہے۔

دوسرا باب

اسلام میں عورت کا مقام ومرتبہ

اسلام فطری دین ہے، اسلام نے بنی نوع انسانی کی دونوں صنفوں کا یکساں خیال رکھا ہے، اور صنفِ نازک یعنی عورت پر مرد سے زیادہ توجہ دی ہے، اسلام نے جو مقام ومرتبہ عورت کو عطا کیا ہے، وہ نہ کسی دین نے اسلام سے پہلے دیا ہے اور نہ کسی حکومت نے، نہ اب کوئی مذہب اور حکومت عین فطرت کے مطابق اس کا اپنا مقام دے سکتی ہے، یہ صرف اسلامی تہذیب کا کرشمہ ہے کہ اس نے عورت کو عزت سے سرفراز کیا اور شرافت کی چوٹی پر پہنچا دیا، اسلام سے پہلے کی تہذیبوں نے عورت کے ساتھ کیا سلوک کیا اور موجودہ تہذیبوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا ہے، کچھ تفصیل کے ساتھ پیشِ خدمت ہے، اسی کے ساتھ اسلام کی طرف سے عورت کو دیے ہوئے حقوق اور عزت وشرافت کو بھی مختصراً بیان کیا جا رہا ہے، تاکہ ان حقائق سے واقف ہو کر پڑھنے والا جان جائے کہ کس نے عورت کو باعزت کیا ہے اور کس نے رسوا وذلیل؟

اسلام سے پہلے عورت کی حالتِ زار

اسلام سے پہلے عورت کس حال میں تھی، اس کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھا جاتا تھا، اس کا تصور بھی ایک مسلمان کے لیے ناممکن ہے، اس پر ہر طرح کا ظلم وستم کیا جاتا تھا، کسی مذہب میں تو اس کو جانور سے بھی بدتر سمجھا جاتا تھا، اور کسی تہذیب میں اس کو منحوس گردانا جاتا تھا، عورت کی کیا حالت زار تھی، اس کو اختصار کے ساتھ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

بدھ مت میں عورت کو کیا سمجھا جاتا تھا؟ اس کی حقیقت مندرجہ ذیل اقتباس سے واضح ہو جائے گی، یہ اقتباس ایک بدھ مفکر CHULLAVAGGA کا ہے جس کو

حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اسلام میں عورت کا مقام'' میں ذکر کیا ہے:

''پانی کے اندر مچھلی کی نا قابل فہم عادتوں کی طرح عورت کی فطرت بھی ہے، اس کے پاس چوروں کی طرح متعدد حربے ہیں اور سچ کا اس کے پاس گزر نہیں''۔

ہندوستان میں شوہر کے انتقال کے بعد عورت کو چتا میں زندہ جلا دیا جاتا تھا، خود عورت بھی زندہ جل جانے کو ترجیح دیتی تھی، کیوں کہ جو ستی ہو کر اپنی موت آپ نہیں مرتی، معاشرے میں اس کو منحوس سمجھا جاتا تھا، کوئی اس کے ساتھ بات نہیں کرتا، کوئی اس کو اپنے گھر میں لینا گوارا نہیں کرتا۔

''منو کے قوانین کی رو سے شوہر بیوی کا سرتاج ہے، اسے اپنے شوہر کو ناراض کرنے والا کوئی کام نہیں کرنا چاہیے، حتی کہ اگر وہ دوسری عورتوں سے تعلقات رکھے یا مر جائے تب بھی کسی دوسرے مرد کا نام اپنی زبان پر نہ لائے، اگر وہ نکاح ثانی کرتی ہے تو وہ سورگ (جنت) سے محروم رہے گی، جس میں اس کا پہلا شوہر رہتا ہے، زوجہ کے غیر وفادار ہونے کی صورت میں اسے انتہائی کڑی سزا دی جانی چاہیے، عورت کبھی بھی آزاد نہیں ہوسکتی، وہ ترکہ نہیں پاسکتی، شوہر کے مرنے پر اپنے سب سے بڑے بیٹے کے تحت زندگی گزارنی ہوگی، شوہر اپنی بیوی کو لاٹھی سے بھی پیٹ سکتا ہے''۔(اسلام میں عورت کا مقام ص ۳۵)

ہندو مذہب میں ویدوں کی تعلیم کا دروازہ عورت کے لیے بند تھا۔

چین میں بھی عورت ذلیل و رسوا تھی، اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی، مسٹر رے اسٹریچی عورت کی حیثیت کے بارے میں لکھتا ہے:

''مشرق بعید یعنی چین میں حالات اس سے بہتر نہیں تھے، چھوٹی لڑکیوں کے پیروں کو کاٹھ مارنے کی رسم کا مقصد یہ تھا کہ انھیں بے بس اور نازک رکھا جائے، یہ رسم اگرچہ اعلی اور مالدار طبقات میں رائج تھی، لیکن اس سے ''آسمانی حکومت'' کے دور میں عورتوں کی حالت پر روشنی پڑتی ہے''۔(اسلام میں عورت کا مقام ص ۳۸ بحوالہ یونیورسل ہسٹری آف

دی ورلڈ، مرتبہ ہیمر ٹن ج ا ص ۳۷۸)

انگلستان میں بھی عورت کے حالات کچھ بہتر نہیں تھے، مذکورہ مقالہ نگار ہی انگلستان میں عورتوں کے مقام کے بارے میں تحریر کرتا ہے:

''وہاں اسے ہر قسم کے شہری حقوق سے محروم رکھا گیا تھا، تعلیم کے دروازے اس پر بند تھے، صرف چھوٹے درجہ کی مزدوری کے علاوہ وہ کوئی کام نہیں کرسکتی تھی، اور شادی کے وقت اسے اپنی ساری املاک سے دستبردار ہونا پڑتا تھا۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرون وسطی سے انیسویں صدی تک عورت کو جو درجہ دیا گیا تھا، اس سے کسی بہتری کی امید نہیں کی جاسکتی تھی''۔(اسلام میں عورت کا مقام ص ۳۸)

عرب میں بچیوں کو عار سمجھ کر زندہ درگور کیا جاتا تھا، مال و دولت کی طرح اس کو بھی وراثت میں تقسیم کیا جاتا تھا، باپ کے مرنے کے بعد باپ کی بیوی کا حق دار اس کا بیٹا اور دوسرے رشتے دار ہوتے، عورت بے دست و پا تھی، وہ اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کرسکتی تھی، عرب معاشرہ میں دور جاہلیت میں عورت پر بے انتہا ظلم و ستم ڈھایا جاتا تھا، اس کے حقوق پامال کیے جاتے تھے، اس کا مال مرد اپنا مال سمجھتے، اس کو وراثت میں کچھ بھی حصہ نہیں ملتا تھا، بلکہ وہ خود وراثت میں تقسیم ہوتی تھی، کسی کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کو اپنی پسند سے دوسرا نکاح کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا، کھانے میں بھی بہت سی ایسی چیزیں تھیں جو صرف مردوں کے لیے مخصوص تھیں، عورتیں ان سے محروم تھیں۔

عرب بچیوں کی ولادت کو سخت ناپسند کرتے تھے، ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا، کیوں کہ وہ بچی کو بوجھ اور نحوست کا سامان سمجھتے تھے، قرآن کریم نے اس کی منظر کشی یوں کی ہے: ''وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ، يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْۗءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ، اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ''۔(سورہ نحل ۵۸-۵۹) اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی تو اس کا چہرہ کالا ہو جاتا اور اس کو سخت ناگوار گزرتا، وہ قوم سے اس کو

سنائی گئی بری خبر سے چھپتا؛ (وہ سوچنے لگتا کہ) اس کو ذلت کے ساتھ اپنے ساتھ رکھے یا مٹی میں گاڑ دے، سن لو! وہ بہت ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔

"**حموراب‍ی** (عراق کے حکمراں خاندان کا مشہور بادشاہ جس نے ایک مستحکم حکومت کی بنیاد رکھی اور وہ تین ہزار قبل مسیح عراق کا حکمراں تھا) کی شریعت (جس کی وجہ سے بابل شہر مشہور رہا) عورت کو پالتو جانور سمجھتی تھی ...... یونان قدیم میں عورت ہر قسم کے حقوق اور آزادی سے محروم تھی، اسے ایسے بڑے گھروں میں رہنا ہوتا تھا جو راستہ سے دور، کم کھڑکیوں والے ہوتے تھے، اور ان کے دروازوں پر پہریدار مقرر رہتے تھے......۔

......اپنے تہذیبی عروج کے دور میں ان (رومیوں) کا خیال تھا کہ "نہ عورت کی بیڑی کاٹی جاسکتی ہے، نہ اس کی گردن سے جُوا () اتارا جاسکتا ہے"۔

"اسلام سے پہلے مصری تہذیب اور اس کے قوانین ختم ہوچکے تھے.......... زاہدانہ رجحان نے جسم اور عورت کو نجس سمجھ لیا تھا، اور عورتوں کو گناہوں کا ذمے دار قرار دیا جاتا تھا......"

"......حضرت موسیٰ کی طرف منسوب کتابوں کی تعلیم کے مطابق لڑکی باپ کی میراث سے خارج ہوجاتی ہے، اگر اس کی اولاد ذکور (نرینہ بچے) موجود ہوں"۔

یہودیت کا شمار دنیا کے ان مذاہب میں ہوتا ہے جنہوں نے صرف چند عقائد ونظریات ہی پیش نہیں کیے، بلکہ ان کی بنیاد پر زندگی کے علمی مسائل سے بھی تفصیلی بحث کی ہے، لیکن یہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ عورت کی مندرجہ ذیل تصویر پیش کرتا ہے:

"مرد نیک سرشت اور نیک کردار ہے، جب کہ عورت بد طینت اور مکار ہے"۔

"**یونانی** کہتے تھے کہ عورت سانپ سے زیادہ خطرناک ہے، سقراط حکیم کا کہنا تھا کہ عورت سے زیادہ اور کوئی چیز دنیا میں فتنہ فساد کی نہیں ......عورت شیطان کا آلہ ہے، یوحنا کا قول ہے کہ عورت شر کی بیٹی ہے، امن وسلامتی کی دشمن ہے، انٹونی لکھتا ہے: عورت شیطان کے بازوؤں کا کرشمہ ہے، اس کی آواز سانپ کی آواز ہے۔ بوناویٹوکر کا قول ہے: عورت اس

بچھو کی مانند ہے جو ہر وقت ڈنک مارنے پر تلا رہتا ہے۔ قدیس سائپرس کا قول ہے کہ شیطان عورتوں کے ذریعے ہماری روحوں پر قبضہ کرتا ہے۔ گریگری اعظم کا خیال ہے کہ عورت میں بھڑ کا زہر، اژدہے کا سا کینہ ہے۔ قدیس جان ڈسپین کہتا ہے کہ عورت کذب (جھوٹ) کی بیٹی، دوزخ کی رکھوالی، امن کی دشمن ہے۔ کرسوم ٹوم لکھتا ہے: عورت کی وجہ سے شیطان نے دنیا پر غلبہ پایا، اسی نے آدم کو بہشت سے نکلوایا، وہ درندوں سے زیادہ خطرناک ہے۔

عیسائیوں کی سب سے بڑی حکومت رومۃ الکبریٰ میں عورتوں کی حالت لونڈیوں سے بدتر تھی، ان سے جانوروں کی طرح کام لیا جاتا تھا اور یہ ذہن تھا کہ اس کو آسائش کی ضرورت نہیں، معمولی قصور پر عورتوں کو ذبح کردیا جاتا تھا۔

......انگلستان میں عورت کو سزا دینے کی ایک مجلس بنائی گئی تھی جو ظلم کے نئے نئے قانون بناتی رہتی تھی، یورپ نے عورت پر ستم کا ایسا بازار گرم کیا کہ بقول سپرنگر ۹ لاکھ عورتوں کو یورپ میں عیسائیوں نے زندہ جلادیا۔

رومن کیتھولک فرقہ کی تعلیمات کی رو سے عورت کلام مقدس کو چھو نہیں سکتی اور اس کو گرجا میں داخل ہونے کی اجازت نہیں...... (عورت: ماں، بہن، بیوی اور بیٹی ص ۲۳ تا ۲۵ باختصار مضمون: عورت کا مقام اسلام سے قبل وبعد۔ تحریر: خورشید احمد بی اے)

مسیحیت اور یہودیت کی نگاہ میں عورت ہی انسانی گناہ کی بانی مبانی اور ذمے دار تھی۔

ترتولیان ابتدائی دور کے ائمہ مسیحیت میں سے تھا، عورت کے متعلق مسیحی تصور کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے:

"یہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے، یہ شجر ممنوع کی طرف لے جانے والی، اللہ کے قانون کو توڑنے والی اور اللہ کی تصویر یعنی مرد کو غارت کرنے والی ہے"۔

کرائی سوسٹم جو مسیحیت کے اولیاء کبار میں شمار کیا جاتا ہے، عورت کے حق میں کہتا ہے:

"یہ ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر اور ایک آراستہ مصیبت ہے"۔

اسلام اس صورتِ حال میں کیا تبدیلی لے آیا؟

۱۔اسلام نے عورت کو مرد کے برابر عزت دی، اسلام میں مرد ہونے کی وجہ سے نہ اعمالِ خیر میں زیادہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے، اور نہ زکوۃ اس کے مال میں کم نافذ ہوتی ہے، بلکہ سبھی حقوق وواجبات میں عورت اور مرد اسلام کی نظر میں یکساں ہیں۔

۲۔عورت جب ماں کے درجے پر پہنچتی ہے تو اس کو تین گنا عزت ومقام عطا فرمایا، ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت فرمایا: ''مجھ پر حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا: ''تیری ماں''۔اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں۔اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں۔اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تیرا باپ۔(بخاری: کتاب الادب)

اسلام نے ماں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا، چناں چہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ نے تم پر ماؤوں کی نافرمانی اور حق تلفی حرام کردی''۔(بخاری: کتاب الادب)

۳۔قرآن پاک میں اعلان کیا گیا کہ عورتوں پر جو حقوق مردوں کے ہیں، ایسے ہی حقوق مردوں پر عورتوں کے بھی ہیں۔(البقرۃ:۲۲۸)

۴۔حضور ﷺ نے فرمایا: سب سے اچھے اخلاق والا وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ زیادہ اچھا ہے۔(ترمذی نے عائشہ سے یہ روایت کی ہے:۳۸۹۵)

۵۔حضور اکرم ﷺ نے حصول علم کے لیے دونوں کو یکساں مخاطب فرمایا۔عرب میں مردوں میں ہی تعلیم کا رواج نہیں تھا، پھر عورتوں کا کہاں ذکر؟! لیکن جہاں اسلام نے مردوں کے لیے تعلیم کو لازم قرار دیا، وہیں عورتوں کے لیے بھی اسے ضروری قرار دیا۔

۶۔حضور اکرم ﷺ نے گھر کے کاموں میں امہات المومنین کا ہاتھ بٹا کر قیامت تک کے لیے عورت کو عظیم مقام عطا فرمایا۔آنحضرت ﷺ گھر کے کام کاج میں ازواج کا ہاتھ بٹاتے تھے، اس کی تشریح زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (کہ جن سے زیادہ گھریلو زندگی میں معتبر شہادت کسی اور کی نہیں ہوسکتی) فرمایا کہ آپ اپنے کپڑے صاف

کر لیتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے، کپڑے خود سی لیتے، چپل درست کر لیتے، اور ڈول کی مرمت کر لیتے''۔(الأدب المفرد ۴۱۹)

صرف ہاتھ ہی نہیں بٹاتے بلکہ ان کی دلجوئی بھی فرماتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کی خاطر ان کے ساتھ بھاگ دوڑ میں مقابلہ بھی کیا (إرواء الغليل ۱۵۰۲، علامہ البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) اور ان کی کم عمری کی وجہ سے انھیں سہیلیوں کے ساتھ کھیلنے کی پوری آزادی دے رکھی تھی۔(ابوداود:۴۹۳۱)

۷۔حضور ﷺ نے عورتوں کے تعلق سے اپنی پسندیدگی کا اظہار فرما کر اس کی عزت کو دوبالا کر دیا، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''مجھے خوشبو اور عورتیں پسند کرائی گئی ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے''۔(الجامع الصغیر: طبرانی:۷۷۸۱)

۸۔اسلام عورت کو ہر قسم کی آزادی دیتا ہے، اس کی صلاحیت کی قدر کرتا ہے، مگر حجاب اور احساسِ عفت کے ساتھ۔

۹۔اسلام نے عورتوں پر سب سے بڑا احسان یہ کیا کہ اس نے ان کی حیثیت رومیوں، یونانیوں کے زیر اثر عورت کی کمتر اور فروتر حیثیت جو قائم چلی آرہی تھی اسے ختم کیا، عیسائیوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمی ''عورت گناہ کا ذریعہ اور گنہ گار ہے'' کو مٹادیا۔

۱۰۔اسلام نے سب سے پہلے عورت کی انسانی حیثیت کو واضح کیا کہ وہ اپنی انسانیت اور آدمیت میں ناقص نہیں ہے، کامل ومکمل ہے، اور مرد کے برابر، قرآن میں پوری تفصیل کے ساتھ گنایا گیا ہے کہ زندگی کے ہر مرحلے میں مرد جو کمال حاصل کرسکتا ہے، وہ عورت بھی حاصل کرسکتی ہے، ثواب اور گناہ میں دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، جو مقام ومرتبہ مرد کو مل سکتا ہے وہ عورت بھی حاصل کرسکتی ہے، انسان کے جو حقوق وفرائض ہیں، ان میں بھی عورت پوری طرح شریک ہے۔

۱۱۔وراثت میں عورت کو بھی شریک کیا، جب کہ اسلام سے قبل اس کی وراثت کا تصور بھی نہیں تھا۔

۱۲۔ماں کی خدمت کو جہاد پر ترجیح دی گئی ۔(ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور جہاد کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے دریافت کیا:''کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟''۔اس نے کہا: جی ہاں ۔اس پر آپ نے فرمایا:''تو ان میں جہاد کرو''۔بخاری نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے:۳۰۰۴)

۱۳۔عورت کے ساتھ مرد کے جتنے رشتے ہو سکتے ہیں اسلام نے سب میں عظمت ومحبت کی شان پیدا کردی۔

۱۴۔''عورت کے بحیثیت عورت اور مرد کے بحیثیت مرد، بعض خاص علیحدہ علیحدہ فرائض ہیں، ان فرائض میں اختلاف ہے، مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ عورت ادنی ہے اور مرد اعلی ہے، فرائض کا اختلاف اور وجوہ پر مبنی ہے، مطلب یہ کہ جہاں تک مساوات کا تعلق ہے، اسلام کے اندر مرد عورت میں کوئی فرق نہیں ہے، تمدنی ضروریات کی وجہ سے فرائض میں اختلاف ہے، مدنی زندگی کے لیے جو احکام ہوں گے وہ فرائض کو مدنظر رکھ کر ہوں گے''۔(علامہ اقبال اور عورت ۔نوائے وقت لاہور ۲۳جون ۱۹۷۷ء)

۱۵۔''آپ اگر ان حقوق پر نظر ڈالیں جو اسلام نے عورت کو دیئے ہیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اس مذہب نے عورت کو کسی طرح مرد سے ادنی درجہ پر نہیں رکھا ہے، سب سے پہلے یہ دیکھئے کہ ماں بچوں کی وراثت کا حق رکھتی ہے، یورپ کے کئی ملکوں میں اب تک آپ کی بہنوں کو علیحدہ جائداد کا حق حاصل نہیں، غالباً ۱۸۷۵ء تک انگلستان میں عورت جائداد کی مالک نہ تھی، اس کی جائداد نکاح کے وقت خاوند کی جائداد میں جذب ہو جاتی تھی، ۱۸۸۸ء میں کوئی انگریز اپنی متوفی بیوی کی بہن سے شادی نہیں کر سکتا تھا، اسلام میں اس قسم کی شادی کی اجازت شروع سے ہے، تعجب کی بات ہے کہ اولاد کی ولایت کا حق انگریز ماں کو اس وقت تک بھی نہیں، اسلام میں یہ حق ہمیشہ موجود ہے، ان تمام امور میں پوری قومیں یا تو اسلام کا تتبع کر رہی ہیں، یا خود فطرت نے انھیں اس طرف توجہ دلا دی ہے.......... یورپ میں طلاق کا حاصل کرنا مشکل تھا، مسلمانوں میں یہ شکایت کبھی خاص

طور پر پیدا نہیں ہوئی ۔(علامہ اقبال اور عورت ۔نوائے وقت لاہور ۲۳جون ۱۹۷۷ء)

۱۶۔اسلام عورت کے احساسات اور جذبات کو ٹھیس پہنچانے اور دبانے کا روادار نہیں ہے، بلکہ اس کے برعکس اُس کے حقوق قائم کر کے اس کی خودی کو بلند کر دیتا ہے، چناں چہ اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے:''وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ''(البقرۃ:۳۲۶)مفہوم: جس طرح عورتوں کے ذمے مردوں کے کچھ حقوق واجب ہوتے ہیں، اسی طرح مردوں کے ذمے عورتوں کے کچھ حقوق ہیں، ہاں چوں کہ مردوں کو روزی کمانے کے لیے سخت جد وجہد کرنی پڑتی ہے، اس لیے مردوں کو عورتوں پر یک گونہ فضیلت ضرور حاصل ہے۔

۱۷۔جاہلیت میں عورت وراثت میں تقسیم ہوتی تھی، اسلام نے اس پر روک لگائی، چناں چہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا''(النساء:۱۹)اے ایمان والو! تمھارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم عورتوں کی مرضی کے خلاف انھیں مالِ وراثت سمجھ کر اپنے قبضے میں کرو۔

بلکہ اسلام نے شادی میں عورت کی رضامندی کو ضروری قرار دیا، اگر بیوہ ہو تو اس وقت تک اس کا نکاح نہیں کیا جا سکتا جب تک اس سے اجازت نہ لی جائے، اور کنواری لڑکی سے بھی اجازت کو مسنون قرار دیا گیا۔

۱۸۔بعض مرتبہ مرد کا دل اپنی بیوی سے پھر جاتا ہے اور وہ اس سے نفرت کرنے لگتا ہے، اس صورتِ حال میں اسلام نے مرد کو کیا حکم دیا ہے، غور کرنے کی بات ہے، اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:''وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا''(النساء:۱۹)اپنی بیویوں سے نیک سلوک کرو، اگر کسی وجہ سے تمھاری طبیعت ان سے برگشتہ ہونے لگے تو نفرت کے اس جذبے کو ختم کرنے کی کوشش کرو، کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز سے نفرت کرتے ہو، لیکن اللہ تعالی نے اس میں تمھارے لیے بھلائی مقدر کی ہو۔

غور کرنے کی بات ہے کہ اس صنف نازک کے ساتھ کس درجہ رعایت کا حکم دیا گیا ہے کہ عورت سے اگر ناگواری پیدا کرنے والی حرکتیں سرزد ہوں تو بھی برداشت کرو، اوراس کو معذور سمجھو اور بہتر سے بہتر سلوک کرتے رہو، تکلیفیں سہتے رہنے کے باوجود کریمانہ برتاؤ کرتے رہنے پر ذہن کو بھی مطمئن کرنے کے لیے یہ ارشاد فرمایا: ''کوئی شخص اپنی بیوی سے تعلقات یکدم منقطع نہ کرلے، کیوں کہ اس کی کوئی بات اگر ناگوار ہوئی ہے تو کچھ باتیں اس میں ضرور پسندیدہ بھی ہوں گی''۔

عورتوں سے حسن سلوک کی اسلام میں کتنی تاکید ہے، اس کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے ہوتا ہے: ''جبرئیل نے مجھے عورتوں کے بارے میں اتنی شدت سے احکام دیے کہ میں نے خیال کیا کہ کہیں وہ طلاق کی حرمت ہی کا حکم نہ لے آئیں''۔ (یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے: إتحاف الخيرة المهرة ۵/۴۸۹)

۱۸۔اسلام عورت کو وراثت کے نہایت وسیع حقوق دیتا ہے، باپ سے، شوہر سے، اولاد سے، اور دوسرے قریبی رشتے داروں سے اس کو وراثت ملتی ہے، نیز شوہر سے اس کو مہر بھی ملتا ہے، ان تمام ذرائع سے جو کچھ مال اس کو ملتا ہے، اس میں عورت کو تصرف کا مکمل اختیار ہے، اس میں مداخلت کا اختیار نہ باپ کو حاصل ہے، نہ شوہر کو اور نہ کسی اور کو، اگر وہ کسی تجارت میں مال لگا کر کمائے، یا خود محنت کر کے رزق حاصل کرے تو اس مال کی بھی مالک وہی خود ہوتی ہے، ان سب کے باوجود اس کا نفقہ مرد پر واجب ہوتا ہے، چاہے عورت کتنی بھی مالدار کیوں نہ ہو، شوہر اس کے نفقہ سے بری الذمہ نہیں ہوتا، اس طرح اسلام میں عورت کی معاشی حیثیت اتنی مستحکم ہوگئی ہے کہ بسا اوقات وہ مرد سے زیادہ بہتر حالت میں ہوتی ہے۔

۱۹۔''حضور اکرم ﷺ نے انسان کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ جذبات کی فراوانی اور حسیات کی نزاکت اور انتہاپسندی کی جانب میل وانعطاف عورت کی فطرت میں ہے، اسی فطرت پر اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے اور یہ انوثت کے لیے عیب نہیں، اس کا حسن ہے، تم اس سے جو کچھ بھی فائدہ اٹھا سکتے ہو اس فطرت پر قائم رکھ کر ہی اٹھا سکتے ہو، اگر اس کو

مردوں کی طرح سیدھا اور سخت بنانے کی کوشش کروگے تو اسے توڑ دوگے''۔(پردہ: مولانا ابوالاعلی مودودی رحمۃ اللہ علیہ)

۲۰۔ایک ناپسندیدہ یا ظالم یا ناکارہ شوہر کے مقابلے میں عورت کو خلع کے وسیع اختیارات دیے گئے ہیں۔

۲۱۔بیوہ اور مطلقہ عورتوں اور ایسی تمام عورتوں کو جن کے نکاح از روئے قانون فسخ کیے گئے ہوں، یا جن کو حکم تفریق کے ذریعے شوہر سے جدا کیا گیا ہو، نکاحِ ثانی کا غیر مشروط حق دیا گیا ہے، اوراس امر کی تصریح کردی گئی ہے کہ ان پر سابق شوہر یا اس کے کسی رشتے دار کا کوئی حق باقی نہیں۔

اسلام نے مرد اور عورت کی طبعی صلاحیتوں کا لحاظ کرتے ہوئے دونوں کی ذمے داریاں تقسیم کردی ہیں، جس کی ہر معاشرے میں ضرورت ہے، اس کے معنی یہ نہیں ہے کہ عورتوں پر گھر کے سوا کوئی ذمے داری عائد ہی نہ ہوسکے، یا امور خانہ داری کے علاوہ دوسرا کام ان پر واجب ہی نہ ہو۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے اپنی کتاب کاروانِ مدینہ میں بارگاہِ رسالت میں خواتین کا ہدیہ تشکر کے نام سے ایک مضمون تحریر کیا ہے جس میں مولانا نے قبل از اسلام کی جس رسوائی اور ذلت سے عورت کو نکال کر عزت وشرافت کے بلند مقام پر فائز کیا ہے، اس کو مختصر انداز میں پیش کیا ہے، آپ تحریر کرتے ہیں:

''ہم آپ پر درود وسلام بھیجتے ہیں یا رسول اللہ! ایسے طبقہ کا درود وسلام جس پر آپ کا بڑا احسان ہے، آپ نے ہم کو خدا کی مدد سے جاہلیت کی بیڑیوں اور بندشوں، جاہلی عادات وروایات، سوسائٹی کے ظلم اور مردوں کی زور وزبردستی اور زیادتی سے نجات بخشی، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کے رواج کو ختم کیا، ماؤں کی نافرمانی پر وعید سنائی، آپ نے فرمایا کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے، آپ نے وراثت میں ہم کو شریک کیا، اوراس میں ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے ہم کو حصہ دیا، یوم عرفہ کے مشہور تاریخی خطبہ میں بھی آپ

نے ہم کوفراموش نہیں کیا،اور کہا کہ: ’’عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو،اس لیے کہ تم
نے ان کواللہ کے نام کے واسطے سے حاصل کیا ہے‘‘۔اس کے علاوہ مختلف موقعوں پر آپ
نے مردوں کوعورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک،ادائے حقوق اور بہتر معاشرت کی ترغیب دی۔
اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے طبقہ کی طرف سے وہ بہتر سے بہتر جزادے جوانبیاء ومرسلین اوراللہ
کے نیک اور صالح بندوں کودی جاسکتی ہے‘‘۔

عورت کادائرۂ عمل

عورت کوگھر کی ملکہ بنایا گیا ہے،مال کمانے کی ذمے داری اس کے شوہر پر ہےاور
اس مال سے گھر کاانتظام کرناعورت کا کام ہے۔

نبی کریم ﷺ کاارشاد ہے: ’’عورت اپنے شوہر کےگھر کی ذمے دار ہے،اور وہی
اپنی ذمے داری کےدائرہ میں اپنے عمل کے لیے جواب دہ ہے‘‘۔(بخاری)

عورت کوایسے تمام فرائض سے سبکدوش کیا گیا ہے جوگھر سے باہری امور سے تعلق
رکھتے ہیں،اس کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔اس پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے۔

۲۔اس پر جہاد فرض نہیں، البتہ وقتِ ضرورت وہ مجاہدین کی خدمت کے لیے
جاسکتی ہے۔

۳۔عورت کو جنازوں میں شریک ہوناضروری نہیں ہے، بلکہ اس سے روکا گیا ہے۔

۴۔جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا بھی اس کے لیے ضروری نہیں ہے، نبی کریم ﷺ
نےعورت کے لیےگھر کےسب سےاندرونی کمرے میں نماز پڑھنے کوپسند فرمایا ہے۔

۵۔محرم کےبغیر سفر کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

موجودہ تہذیب میں عورت کی رسوائی

کمال اتاترک نے ترکی کی خلافت اسلامیہ کوختم کردیا، اسی کے ساتھ اسلامی

قوانین کی جگہ مغربی قوانین اور دستور کونافذ کیا،اسی دستور کی رو سےعورتوں کوآزادی دی
گئی،اور ایک مخلوط معاشرہ وجود میں آیا،لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوا، ذراملاحظہ فرمایئے، ۱۹۷۷ء
کی بات ہے کہ حکومت ترکیہ کومعلوم ہوا کہ عورتوں میں خودکشی کے واقعات بڑھ رہے ہیں،
عورت خودزندگی کا سرچشمہ ہے،اگرعورت ہی زندگی سے بیزار ہوجائے تو پھر زندگی کے
آگے بڑھنے کا کیا امکان باقی رہے گا،اس معاملے کی تحقیق کے لیےترکی نے کمیشن بٹھایا،
پھر اپنے علمائے دین کوباوجود یہ کہ وہ موردِ عتاب تھے،بلا کر کہا کہ اپنے مواعظ کے ذریعے
عورتوں کو سمجھائیں کہ اسلام میں خودکشی گناہ ہے،یہ نتیجہ ہواترکی میں اس تحریک کا جس کو
ایمنسی پیشن کا نام دیا گیا تھا،جس کا مطلب یہ تھا کہ عورتوں کومردوں کے غلبے سے آزادی
دی جائے،حیرانی اس بات کی ہے کہ جب عورتوں نے ان تمام باتوں سے جن کووہ قیود کہتی
تھیں آزادی حاصل کرلی تو پھر خودکشی پر کیوں آمادہ ہوئیں؟ یہی انجام ہوتا ہےفطرت سے
بغاوت کا،اوراخلاقی بگاڑکوآزادی سمجھنے کا!!!

یورپی ملکوں اورمغربی دنیامیں طلاق کی شرح میں روزبروزاضافہ ہورہاہے،اس کی وجوہات
کیاہیں؟ان پرغور کرنے کی ضرورت ہے،انسانی فطرت کےگہرے مطالعے کےبغیراس کےحل
تک پہنچنے کی امید کرنا بھی بیکار ہے۔اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ان ملکوں نے فطرت
سے بغاوت کی ہےاورآزادی کےنام پرعورتوں سے جوکھلواڑ کیاجارہاہے،اسی کانتیجہ ہے۔

’’......جب ہم تاریخ پرنگاہ ڈالتے ہیں تو ہم کوافراط اورتفریط کی کھینچ تان کاایک
عجیب سلسلہ نظر آتا ہے،ایک طرف ہم دیکھتے ہیں کہ وہی عورت جوماں کی حیثیت سے آدمی
کوجنم دیتی ہےاوربیوی کی حیثیت سے زندگی کے ہرنشیب وفراز میں مرد کی رفیق رہتی ہے،
خادمہ بلکہ لونڈی کے مرتبے میں رکھ دی گئی ہے،اس کو بیچا اورخریدا جاتا ہے،اس کوملکیت اور
وراثت کےتمام حقوق سےمحروم رکھا جاتا ہے،اس کوگناہ اورذلت کا مجسمہ سمجھا جاتا ہےاور
اس کی شخصیت کوابھرنے اورنشوونما پانے کا کوئی موقع نہیں دیا جاتا۔دوسری طرف ہم کو یہ
نظر آتا ہے کہ وہی عورت اٹھائی اورابھاری جارہی ہے،مگراس شان سے کہ اس کے ساتھ بد

اخلاقی اور بدنظمی کا طوفان بھی اٹھ رہا ہے، وہ حیوانی خواہشات کا کھلونا بنائی جاتی ہے، اس کو واقعی شیطان کی ایجنٹ بنا کر رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ابھرنے کے ساتھ انسانیت کے گرنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے"۔ (پردہ ص۱۹ از: مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ)

عورتوں کے حقوق کے تئیں اسلام پر اعتراضات اور اس کے جواب

پروپیگنڈہ: اسلامی قوانین غیر منصفانہ ہیں اور ان میں عورت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے؟

یہ سراسر بے بنیاد ہے، اسلام نے عورتوں کو اتنے حقوق عطا کیے ہیں کہ کسی بھی مذہب نے نہ پہلے اور نہ اب دیے ہیں، اور نہ کسی قانون اور دستور نے انسانی تاریخ کے کسی دور میں دیے ہیں، اس کا اندازہ مذکورہ بالا حقائق اور اسلام و دیگر ادیان میں عورتوں کے حقوق اور عورتوں سے متعلق مختلف قوموں اور تہذیبوں کے نظریات سے ہو چکا ہے۔

عورتوں کے حقوق کے تئیں اسلام پر بہت سے اعتراضات کیے جاتے ہیں، بالخصوص چار اعتراضات بڑے شور و زور سے وہ لوگ کرتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے مکمل طور پر واقف نہیں ہیں، اور صرف ایک پہلو کو دیکھ کر دوسرے پہلوؤں سے صرفِ نظر کرتے ہیں، ان چار اعتراضات کو ذیل میں خصوصیت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے، تاکہ موضوع کی وضاحت مکمل طور پر ہو:

۱۔ وراثت میں عورت کو مرد کے مقابلے میں آدھا حصہ ملتا ہے۔

"......اس قانون کے ساتھ اسلامی شریعت کے دوسرے قوانین بھی سامنے رہیں تو اعتراضات کی گنجائش ختم ہو جائے گی، مثلاً یہ کہ عورت پر ازروئے قانونِ شریعت اکثر حالات میں کوئی خرچ حتی کہ اس کا اپنا خرچ بھی لازم نہیں ہوتا، کیوں کہ شادی سے پہلے والد یا بھائی یا دوسرے اولیاء پر، شادی کے بعد شوہر پر، شوہر سے علیحدگی کے بعد بھی (اگر وہ طلاق کے ذریعے ہوئی ہے تو) کچھ عرصہ (عدت کے دوران) شوہر ہی پر رہتا ہے، اور متاعِ طلاق کے نام سے مزید کچھ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

اگر طلاق دینے والے شوہر سے مطلقہ عورت کے بچے ہیں تو جب تک بچے دودھ پینے یا پرورش و نگرانی کے لیے ماں کے محتاج رہیں گے اس وقت تک نہ صرف ان بچوں کا بلکہ انھیں دودھ پلانے اور ان کی نگرانی کی غرض سے پابند رہنے والی اس مطلقہ کا پورا خرچ بھی اس پر رہے گا"۔ (عورت کے حقوق ص ۲۰-۲۱ مولانا برہان الدین سنبھلی)

اس کے علاوہ ایک بڑی رقم عورت کو مہر میں بھی دی جاتی ہے، عورت پر کسی بھی طرح کا خرچ نہیں ہے، جب کہ مرد پر عورت کے سبھی اخراجات ہیں، اس طرح عورت کا پورا کا پورا مال محفوظ رہتا ہے اور مرد اپنے پاس موجود سب مال خرچ کرتا ہے۔

۲۔ طلاق کا حق صرف مردوں کو ہے، عورتوں کو نہیں۔

اسلام میں طلاق دینے کا حق صرف مرد کو ہے، اس کی کئی حکمتیں ہیں، منجملہ ان کے یہ کہ مرد عورت کے مقابلے میں فطرتاً زیادہ حقیقت پسند، ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کر کے اقدام کرنے والا، طبعاً تدبر اور حلم کا ثبوت دینے والا اور قوت فیصلہ بھی نسبتاً زیادہ رکھنے والا ہے، اس کے برخلاف ہر شخص اس بات سے واقف ہے کہ عورت فطری طور پر ذکی الحس اور جذباتی رہتی ہے، وہ معمولی معمولی باتوں سے جلد متاثر اور مشتعل ہو جاتی ہے، طبیعت کے خلاف ذرا سی ناگواری کو برداشت نہیں کر سکتی ہے، اس صورت میں وہ یکدم طیش میں آ کر آخری قدم اٹھا لینے کا مزاج رکھتی ہے، ان ہی وجوہ کی بنا پر اس کو طلاق کا اختیار نہیں دیا گیا، ورنہ شادی کا رشتہ کھلواڑ بن جاتا، جس کی مثال ہمیں مغربی اور یورپی ملکوں میں ملتی ہے کہ وہاں عورت کو طلاق دینے کی محدود آزادی دی گئی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ساٹھ فیصد سے زائد شادیاں طلاق اور جدائی کے نظر ہو جاتی ہیں۔

البتہ اسلام میں عورت کو خلع کا حق دیا گیا ہے، خلع کی صورت یہ ہے کہ عورت خود تو مرد کو طلاق نہیں دے سکتی، البتہ شرعی عدالت میں شوہر سے اس شرط پر طلاق دلوانے کا مطالبہ کر سکتی ہے کہ وہ شوہر کو اپنی طرف سے کچھ مال دے گی، عدالت میں عورت کی طرف سے خلع کی مرافعت کی صورت میں قاضی شوہر سے طلاق دینے کا مطالبہ کرے گا، بعض صورتوں میں قاضی نکاح فسخ بھی کر سکتا ہے۔

۳۔ تعدد ازدواج

اسلام نے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے، اس کو فرض قرار نہیں دیا ہے، اور اس اجازت کو بہت سی شرطوں کے ساتھ مشروط کیا ہے، مثلاً اپنی بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کرنا ضروری ہے، اگر اس کو عدل ومساوات کا یقین نہ ہو تو اس کے لیے دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے، ایک سے زیادہ شادی کرنا بعض موقعوں پر ضروری ہو جاتا ہے، ورنہ معاشرہ تباہی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے، بعض مواقع ایسے آتے ہیں کہ عورتوں کی تعداد میں خاصا اضافہ ہو جاتا ہے، مثلاً جنگ وجدال کا موقع ہو اور اس میں مرد قتل ہو جائیں تو عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے، اس صورت میں مرد کو ایک سے زیادہ شادی کی اجازت نہ دی جائے تو عورت اپنی خواہش کو غلط طریقے پر پورا کرنے پر مجبور ہو جائے گی اور معاشرہ کے بگڑنے میں دیر نہیں لگے گی۔ اسی وجہ سے مردوں سے عورتوں کا تناسب بڑھ جانے کی صورت کا مناسب حل اسی میں ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جن مذاہب یا قوموں میں اس کی اجازت نہیں ہے، وہ زندگی کے اس شعبہ میں پریشان ہیں، کیوں کہ وہ جنسی ضرورت کو گھر کے بجائے باہر پورا کرتے ہیں، اور چھپ چھپ کر، یہ شخص بہتر ہے یا وہ مسلمان جو کسی خوف اور ڈر کے بغیر دوسری شادی کر کے اپنی جنسی خواہش پورا کرتا ہے، مغربی مفکرین نے اسی انداز میں تعدد ازدواج کا موازنہ کر کے اس اسلامی قانون کی تعریف کی ہے۔

۴۔ پردہ عورت پر ظلم ہے۔

اس کی تفصیلات تیسرے باب میں آئے گی۔

تیسرا باب

پردہ اور سترِ عورت کے مسائل

پردہ عورت کے لیے کیوں ضروری؟

پردہ عورت کا زیور ہے، پردہ حیا اور عفت وپاکدامنی کا محافظ ہے، پردہ اسلامی شعار ہے، عورت پردہ کے بغیر رسوا وذلیل ہے، پردے سے متعلق اسلامی احکامات پر غور کیا جائے تو اس کے تین بڑے مقاصد کا علم ہو جاتا ہے، یہ تین مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عورتوں اور مردوں کے اخلاق کی حفاظت

جن معاشروں میں پردہ کا رواج نہیں ہے، وہاں کے حالات دن بدن بگڑتے جا رہے ہیں، مخلوط سوسائٹیوں میں جو خرابیاں در آرہی ہیں، اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے، وہاں کا ماحول آئے دن تنزل کا شکار ہو رہا ہے، اخلاقی بے راہ روی عام بات ہے، جس کے نتیجے میں ہر روز نئی بیماریاں وجود میں آرہی ہیں۔

پردہ کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کے اخلاق کی حفاظت کی جائے اور ان خرابیوں کا دروازہ بند کیا جائے جو مخلوط سوسائٹیوں میں مردوں اور عورتوں کے آزادانہ میل جول سے پیدا ہوتی ہیں۔

۲۔ مردوں اور عورتوں کا دائرہ عمل الگ کیا جائے، تاکہ فطرت نے جو فرائض عورت کے سپرد کیے ہیں، انھیں وہ اطمینان کے ساتھ انجام دے سکے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مرد اور عورت کو الگ الگ ذمے داریاں عطا کی ہے، معاشرتی زندگی کی نصف ذمے داری مرد پر ہے تو باقی نصف عورتوں پر ہے، اگر مرد کی ذمے داریاں بھی عورت پر ڈالی جائیں تو عورت اپنی ذمے داری کو بخوبی انجام نہیں دے سکتی، جس کے

نتیجے میں بچے ماں کی محبت، تربیت اور دیکھ ریکھ سے محروم رہ جاتے ہیں، جس کے برے نتائج مرتب ہوتے ہیں، اس کی دلیلیں ہمیں آج کے مغربی اور مغرب زدہ معاشروں میں واضح طور پر ملتی ہیں، جہاں عورت بھی مرد کے شانہ بشانہ اپنی گھریلو زندگی کو چھوڑ کر آفسوں میں کام کرنے لگی ہے اور اپنے سے زیادہ طاقت کی ڈیوٹی انجام دے رہی ہے، بچے ماں کے پیار سے محروم ہو ہی جاتے ہیں، اس کے ساتھ نفسیاتی مریض بھی بن جاتے ہیں، کیوں کہ جو لاڈ و پیار ایک ماں اپنے بچے کو دے سکتی ہے، کوئی دوسرا اس کو نہیں دے سکتا، ماں تو گھر سے پورا دن دور رہتی ہے اور خادمہ پیسہ لے کر اپنی ذمے داری نبھاتی ہے، جو صرف بچے کے ظاہری کام کاج انجام دیتی ہے، جس کے نتیجے میں بچے میں پیار کا خلا باقی رہتا ہے، بچہ اس پیار کو ڈھونڈتا رہتا ہے، لیکن اس کو نصیب نہیں ہوتا، جس کے نتیجے میں وہ نفسیاتی مریض بن جاتا ہے اور پریشانیاں اس کو گھیر لیتی ہیں۔

اگر عورت معاشی تگ و دو کے ساتھ اپنے بچوں پر بھی توجہ دے تو یہ عورت پر ظلم ہے، کیوں کہ وہ ماں کا کردار بھی ادا کرے، گھریلو کام کاج بھی کرے، اور ملازمت بھی اختیار کرے، مرد تو صرف ایک پہلو پر توجہ دیتا ہے کہ وہ معاش کے حصول کے لیے کوشاں رہتا ہے، لیکن گھریلو کاموں سے اس کا کوئی بھی تعلق عام طور پر نہیں رہتا، اس طرح عورت معاشرتی زندگی کا پچاس فیصدی کام گھریلو ذمے داریوں کو نبھاتے ہوئے کرتی ہے، پھر مرد کا بھی آدھا کام کرتی ہے، اس طرح وہ ۷۵ فیصدی کام انجام دیتی ہے، کیا یہ صنفِ نازک پر ظلم نہیں ہے کہ ایک چوتھائی کام مرد کرے اور تین چوتھائی کام عورت کرے؟

اسلامی معاشرے میں جہاں عورت اپنی صرف گھریلو ذمے داریاں پورا کرتی ہے، کتنی خوش و خرم رہتی ہے؟ یہ بات گھر سے باہر کام کرنے والی عورت کے جذبات واحساسات سے واقف ہو کر ہی کیا جا سکتا ہے، گھر سے باہر عورت طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا رہتی ہے، کام کا بوجھ اس کو تھکا دیتا ہے، ہوس پرستوں کی نگاہوں سے وہ خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتی، سکون غارت ہو جاتا ہے، بچوں کے احساسات وجذبات کو سمجھنے سے عاری ہو جاتی ہے، پورا دن تھک ہار کر لوٹنے

کی وجہ سے شوہر کے ساتھ تعلقات ٹھیک نہیں رہتے، زوجیت کے حقوق صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتی، جس کے نتیجے میں رشتۂ ازدواج کھٹائی میں پڑ جاتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ ان ممالک میں طلاق کی شرح میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جہاں عورت بھی مرد کے شانہ بشانہ کام کرنے لگی ہے۔

یہ صرف خیالی صورتِ حال نہیں ہے، بلکہ حقائق پر مبنی الفاظ ہیں، مغرب اور یورپ، اسی طرح مغرب زدہ معاشروں کے سروے سے یہی باتیں سامنے آ رہی ہیں اور وہاں کے مفکرین پریشان اور سرگرداں ہیں کہ اس صورتِ حال پر کیسے قابو پایا جائے؟

۴۔ گھر اور خاندان کے نظام کو مضبوط اور محفوظ کیا جائے، جس کی اہمیت زندگی کے دوسرے نظاموں سے کسی بھی حیثیت سے کم نہیں ہے، بلکہ کچھ زیادہ ہی ہے۔

جب عورت گھر کا نظام سنبھالتی ہے تو گھر کا ماحول صحیح رہتا ہے، اگر گھر کی ملکہ ہی گھر سے باہر کام کرنے لگے تو خاندانی نظام تتر بتر ہو جاتا ہے اور تہس نہس بن جاتا ہے، جب سے مغربی معاشرے میں عورت گھر سے نکلنے لگی ہے تو خاندانی نظام تباہ و برباد ہو گیا ہے، خاندانی نظام نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی ہے، سروے بتاتے ہیں کہ ۸۰ فیصد سے زائد خاندان بکھر چکے ہیں اور مرد و زن بچے پیدا کرنے سے ہی کترانے لگے ہیں، تاکہ ان کے تعیّشات میں کمی نہ آ جائے، حکومتیں پریشان ہیں کہ اس صورتِ حال پر کیسے قابو پایا جائے، بہت سے یورپی اور مغربی ملکوں میں خاندانی نظام استوار کرنے پر انعامات کا اعلان کیا جا رہا ہے اور بچوں کی پیدائش پر انعامات کا لالچ دیا جا رہا ہے۔

یہ صورتِ حال بہتر ہے یا پردہ کا حکم؟

عورت حسن و جمال کا مرقع ہے، اللہ تعالیٰ نے اس میں کشش رکھی ہے، جو مردوں کی نگاہوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے، جس کے نتیجے میں انسان بہک جاتا ہے، اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کو چھپا کر پردے میں رکھنے کا حکم دیا ہے، تاکہ اُس پر غلط نگاہ پڑ کر فتنوں کا سبب نہ بن جائے۔

عورت موتی اور لال و گوہر کے مانند قیمتی اور خوبصورت ہے، کوئی شخص اپنی قیمتی اور

خوبصورت چیز لوگوں کے سامنے کسی احتیاط کے بغیر سرِ بازار نہیں لے آتا، بلکہ اس کو زیادہ سے زیادہ چھپا کر رکھنے کی کوشش کرتا ہے، یہی مثال عورت کی ہے، اسی لیے اسلام نے اس کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے۔

پردہ کے فوائد

پردے کے بہت سے فائدے ہیں جن میں سے اہم مندرجہ ذیل ہیں:

پردے سے عورت اپنے اندر تحفظ کا احساس کرتی ہے۔

غیروں کی نگاہوں سے اس کی حفاظت ہوتی ہے۔

مردوں اور عورتوں کے اخلاق کا تحفظ ہوتا ہے۔

پردہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے

یہ موضوع آج ہر جگہ موضوعِ بحث بنا ہوا ہے، مغربی ممالک اور اسلام دشمن عناصر اس مسئلہ کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہیں، وہ حجاب کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ مانتے ہیں اور ترقی کی راہوں پر گامزن ہونے کے لیے حجاب کو اتار پھینکنے کو لازمی قرار دیتے ہیں، بعض یورپی ملکوں میں تو حجاب پر پابندی بھی عائد کر دی گئی ہے، کیوں کہ وہ حجاب کو دہشت گردی کو فروغ دینے کا سبب مانتے ہیں اور حجاب کی پابند عورتوں کو دہشت گرد تصور کرتے ہیں، لیکن حقیقت کیا ہے؟ کیا واقعی پردہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے؟ یا یہ اسلام دشمنی کی وجہ سے کیا جا رہا ہے؟

اسلام نے انسان کو عزت وشرافت سے سرفراز کیا، اس میں مرد اور عورت کی تفریق نہیں کی ہے، اسی طرح تمام حقوق میں مرد اور عورت کو یکساں قرار دیا ہے، کسی کو کسی پر فضیلت حاصل نہیں ہے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، صرف فضیلت حاصل ہے تو تقوی اور خشیتِ الٰہی کی بنیاد پر، اگر عورت زیادہ پرہیز گار ہے تو اس کو مردوں پر فضیلت حاصل ہے۔

لیکن اللہ تبارک وتعالی نے مرد اور عورت دونوں کو بعض تخلیقی خصوصیات اور امتیازات عطا فرمائے ہیں، ان خصوصیات میں عورت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے

اس کو پرکشش اور خوبصورت شکل وصورت عطا فرمائی ہے، اور جسمانی امتیازات سے نوازا ہے، جن کی وجہ سے مردوں کا دل ان کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور حجاب نہ کرنے کی صورت میں فتنوں کا اندیشہ رہتا ہے، جس کی مثالیں آج کے دور میں لاتعداد اور بے حساب ہیں، جن کا شمار بھی ناممکن ہے، پردے کے بغیر صاف ستھرے معاشرے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اسی وجہ سے اسلام نے عورتوں کو باپردہ رہنے کا حکم دیا ہے، تا کہ فتنوں کا راستہ ہی بند رہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا حجاب ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے؟ اس کا جواب چند تاریخی حقائق کی روشنی میں دیا جا رہا ہے۔

تاریخ پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پردے کی وجہ سے کبھی بھی خواتین اسلام کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں آئی اور اسلامی خواتین پردے کو اپنی ترقی کی راہ میں رکاوٹ مانتی بھی نہیں ہیں، مغرب اور اسلام دشمن طاقتوں نے خواہ مخواہ اس کا ہوا بنا دیا ہے، تا کہ مسلم خواتین کے ذہنوں کو تبدیل کر دیا جائے اور بار بار پردے کے خلاف زہر اگل کر اور من گھڑت واقعات بیان کر کے باپردہ پاکدامن عورتوں کو بے پردہ کر دیا جائے، یورپی ملکوں میں خواتینِ اسلام پردے میں ہی خود کو محفوظ تصور کرتی ہیں، جب مغرب اپنی فتنہ سامانیوں اور مکاریوں سے باپردہ خواتین پر کچھ اثر نہیں ڈال سکا تو اپنی حکومت کے ذریعے ظلماً حجاب کو اتار پھینکنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے، اس وقت دشمن کو آزادیٔ رائے اور شخصی آزادی میں اپنا ہی نعرہ سنائی نہیں دیتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردے میں رہتے ہوئے قرآن اور حدیث کا اتنا زیادہ علم حاصل کیا کہ انھوں نے پوری دنیا کو اپنے علم سے بھر دیا، حدیث کی روایت میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے، اصحابِ رسول میں سب سے زیادہ روایتوں کو نقل کرنے والے معدودے چند صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے، ان سے بے شمار لوگوں نے علم حاصل کیا ہے، یہ سب کچھ پردے میں رہتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انجام دیا، حضرت ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر ان کے فتاوی کو ترتیب دیا جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

علامہ محمد بن سعد نے ''کتاب الطبقات'' میں ایک جلد خواتین راویات کے لیے

مخصوص کی ہے، اس ضمن میں انھوں نے تقریباً سات سو ایسی خواتین کا ذکر کیا ہے جنھوں نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے، یا کسی صحابی سے روایت نقل کی ہے، پھر ان راویات سے اعلام دین اور راور ائمہ مسلمین نے روایتوں کو نقل کیا ہے، عورتوں نے یہ سب کام پردے میں رہتے ہوئے کیا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں عورتیں میدانِ جنگ میں زخمیوں کو اٹھانے، ان کی مرہم پٹی کرنے، پانی پلانے، تیر اٹھا کر دینے، قلعوں کی حفاظت کرنے کے کام اور ضرورت پڑنے پر میدانِ جنگ میں جہاد بھی کرتی تھی، حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا ڈاکٹری اور طبابت کا کام کرتی تھی، حجاب کسی کام میں بھی رکاوٹ نہیں بنتا تھا۔

آج بھی خواتینِ اسلام کا یہی احساس ہے کہ حجاب ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے، چند سال قبل بی بی سی ہندی سروس نے ایک رپورٹ پیش کی تھی، اس میں بنگلور کی باپردہ خواتین سے انٹرویو لیا گیا تھا کہ کیا پردہ ان کے کاموں میں رکاوٹ ہے؟ سبھوں کا جواب یہی تھا کہ ہمیں تو کاموں میں اس سے کوئی بھی رکاوٹ نہیں ہوتی ہے، بلکہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ ہمیں تحفظ کا احساس رہتا ہے۔

پردہ، لباس اور ستر کے احکام ومسائل

اسلام میں لباس کی اہمیت

اسلام نے اس باب میں سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اس نے برہنگی کا استیصال کیا، اور مردوں اور عورتوں کے لیے ستر اور پردے کے حدود مقرر کیے، اس معاملہ میں عرب جاہلیت کا جو حال تھا، آج کل مہذب ترین قوموں کا حال اس سے زیادہ مختلف نہیں ہے، وہ ایک دوسرے کے سامنے بے تکلف ننگے ہو جاتے تھے، بالکل یہی کیفیت آج یورپ، امریکہ اور جاپان وغیرہ مغربی اور یورپی ملکوں، اسی طرح دوسرے مغرب زدہ ممالک کی ہے، دنیا میں اسلام کے علاوہ کوئی بھی نظام ایسا نہیں ہے جس میں کشف وستر کے حدود باقاعدہ مقرر کیے گئے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”يَا بَنِيْ آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُّوَارِيْ سَوْآتِكُمْ وَرِيْشًا وَّلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ “(اعراف ۲۶) اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لیے لباس پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے اور موجبِ زینت بھی ہے، اور تقویٰ کا لباس یہ بہتر ہے۔

مندرجہ ذیل لباس کے آداب کی پابندی کرنا ہر عورت کے لیے ضروری ہے:

۱۔ کپڑا صاف ستھرا اور ڈھیلا ڈھالا ہو، جس سے بدن کے خد وخال معلوم نہ ہوتے ہوں، کپڑا موٹا ہو، جس سے اندر کا جسم جھلکتا نہ ہو، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”جہنمیوں کی دو قسموں کو میں نے نہیں دیکھا: وہ لوگ جن کے ساتھ گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے، جس سے وہ لوگوں کو ماریں گے، اور ایسی عورتیں جو کپڑے پہنے ہوں گی، لیکن ننگی ہوں گی، وہ اپنی طرف مردوں کو مائل کرنے والی اور خود مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر کی چوٹیاں

اونٹ کے کوہان کی طرح اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی، وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور اس کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی، جب کہ اس کی خوشبو لمبی مسافت سے محسوس ہوگی" (مسلم)

۲۔عورت کا لباس پورا بدن ڈھانکنے والا ہو، جس سے اس کا پورا جسم گردن سے ٹخنوں تک ڈھک جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں جب کہ ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے، آپ نے ان سے منھ موڑ لیا اور فرمایا: اسماء! عورت جب بالغ ہو جائے تو اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے بجز اس کے" اور آپ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔ (ابو داؤد)

البتہ مردوں کے لیے سنت یہ ہے کہ اس کا لباس ٹخنوں سے نیچے نہ ہو، تاکہ تکبر اور غرور سے بچا جائے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو کوئی اپنے کپڑے کو تکبر کی بنا پر لٹکائے گا، اللہ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا"۔ (مسلم)

۳۔کپڑا معاشرے میں پہنے جانے والے کپڑوں سے اس طرح الگ نہ ہو کہ پہننے والا اس کو غیروں کی تقلید میں پہن رہا ہو، اور عورت مرد کے، مرد عورت کے کپڑے نہ پہنے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ (بخاری)

دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر لعنت کی ہے جو عورت کا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں کا لباس پہنتی ہے۔ (ابو داؤد)

۴۔ایسے کپڑے نہ پہنے جس سے دل میں عجب اور تکبر پیدا ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرا برابر بھی تکبر ہوگا"، ایک شخص

نے کہا: اللہ کے رسول! آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جوتے اچھے ہوں؟ آپ نے فرمایا: "اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے، تکبر یہ ہے کہ حق کا انکار کیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے" (مسلم)

اسلام نے ظاہری شکل وصورت اور لباس میں دوسروں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا ہے، اسی طرح حرکات ومعاملات اور سلوک وبرتاؤ میں بھی مشابہت سے منع کیا ہے، گفتگو اور آداب میں مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا ہے، کیوں کہ کسی کی مشابہت اختیار کرنے میں ایک احساس وشعور اور جذبہ کارفرما رہتا ہے جو ایک تصور کو دوسرے تصور، ایک منہج کو دوسرے منہج اور ایک علامت کو دوسری علامت سے ممتاز کرتا ہے، اسلام نے کسی بھی دوسری قوم کے سامنے اندرونی شکست سے دوچار ہونے سے منع کیا ہے، کیوں کہ اندرونی شکست دل میں اس معاشرہ کی تقلید کا جذبہ پیدا کرتی ہے، جب کہ مسلم قوم کی اٹھان اس لیے ہوئی ہے کہ وہ انسانیت کی قیادت کا کام انجام دے، یہی وجہ ہے کہ اسی سرچشمہ سے اپنے عادات واطوار کو اخذ کرنا ضروری ہے جس سے قیادت حاصل ہوتی ہے۔

یہ نہ تعصب ہے اور نہ صرف مظاہر کو اختیار کرنے کا معاملہ ہے، بلکہ مظاہر اور اشکال کے پس پردہ گہری وعمیق سوچ کارفرما رہتی ہے، ظاہری شکلوں کے پیچھے چھپے ہوئے اسباب کی طرف ہماری نگاہیں لگی ہیں، یہی وہ اسباب ہیں جو ایک قوم کو دوسری قوم سے، ایک ذہنیت کو دوسری ذہنیت سے، ایک تصور کو دوسرے تصور سے، ایک ضمیر کو دوسرے ضمیر سے، ایک مخلوق کو دوسری مخلوق سے اور زندگی کے ایک رجحان کو دوسرے رجحان سے جدا کرتی ہے۔ (فی ظلال القرآن از: سید قطب ۱/۱۲۸، ۱۲۹)

اس کی دلیل بہت سی حدیثوں میں ملتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے، وہ ان ہی میں سے ہے"، آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: "وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے علاوہ کی مشابہت اختیار کرے"۔

اس ممانعت کا مقصود یہ نہیں ہے کہ ہم ان وسائل کا استعمال نہ کریں جن کا استعمال

غیر مسلم کرتے ہیں، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے آداب وسلوک اور معاملات میں دوسروں کی تقلید نہ کریں، اور ہم اپنی شخصیت کے امتیاز کی حفاظت کریں۔

عورت کا ستر

نماز صحیح ہونے کے لیے ستر شرط ہے، اس شرط سے واقف ہونے کے لیے مندرجہ ذیل امور کو جاننا ضروری ہے:

(الف) ستر کے معنی: ستر کے شرعی معنی جسم کا وہ حصہ جس کو چھپانا واجب ہے یا اس کی طرف دیکھنا حرام ہے۔

(ب) نماز میں ستر کے حدود: عورت کے لیے اس کے حدود چہرہ اور ہتھیلیوں کو چھوڑ کر پورا بدن ہے، چناں چہ چہرہ اور ہتھیلیوں کے علاوہ بدن کا کوئی حصہ نماز میں نظر نہ آئے۔

مرد کے لیے ستر کے حدود ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ہے، چناں چہ اس کے درمیان کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ '' ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو۔ (اعراف ۳۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نماز کے لیے کپڑے پہننا ہے۔ (مغنی المحتاج ۱/۱۸۴)

امام ترمذی (۳۷۷) نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بالغ لڑکی کی نماز بغیر اوڑھنی کے قبول نہیں ہوتی'' (امام ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے)

(ج) نماز کے علاوہ ستر کے حدود:

مردوں کے لیے ستر کے حدود ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ہے، چاہے نماز میں ہو یا نماز کے باہر محرم عورتوں کے لیے بھی یہی ستر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: '' وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ '' اور مومن عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ (نور ۳۱)

مسلمان عورتوں کے سامنے ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ہے، کافر عورتوں کے سامنے پورا بدن ستر ہے، البتہ کام کرتے وقت جتنا کھولنے کی ضرورت ہے اتنا حصہ کھول سکتی ہے، مثلاً گھر کے کام کاج کے وقت۔

البتہ محرم مردوں کے سامنے ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيْ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ'' اور وہ اپنی زینت کا اظہار نہ کریں بجز اپنے شوہروں، والد (آباء واجداد)، اپنے بچوں، یا اپنے شوہروں کے بچوں، یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بچوں، یا اپنی بہنوں کے بچوں یا اپنی عورتوں کے سامنے (النور: ۳۱) زینت کی تفسیر ناف سے اوپر یا گھٹنے کے نیچے کے حصوں کی زینت سے کی گئی ہے۔

اجنبی مردوں کے لیے پورا بدن ستر ہے، چناں چہ اپنے بدن کا کوئی بھی حصہ غیر مردوں کے سامنے بغیر ضرورت کھولنا جائز نہیں ہے، اسی طرح مردوں کے لیے عورت کے بدن کے کسی حصے کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَقُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ '' آپ مومنین سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ (نور ۳۰)

امام بخاری (۳۶۵) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھتے تھے تو آپ کے ساتھ مومن عورتیں اپنا پورا جسم کپڑوں میں لپیٹے ہوئے نماز میں شامل رہتی تھیں، پھر وہ اپنے گھروں کو اس حال میں واپس ہوتی تھیں کہ ان کو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا''۔

عذر کی بنا پر ستر کھولنے اور دیکھنے کی اجازت:

مندرجہ ذیل صورتوں میں ستر کھولنے اور دیکھنے کی اجازت ہے:

۱۔ نکاح کا پیغام دیتے وقت، اس صورت میں چہرہ اور ہتھیلیوں کو دیکھنا جائز ہے۔

۲۔گواہی کے لیے یا کوئی معاملہ طے کرتے وقت، اس صورت میں چہرے کو دیکھنا جائز ہے، جب کہ اس عورت کو پہچاننے کی ضرورت ہو اور اس کو دیکھے بغیر پہچاننا ممکن نہ ہو۔

۳۔دوا علاج کے لیے: ضرورت کے بقدر ستر کھولنا جائز ہے۔

امام مسلم (۲۲۰۶) نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پچھنا لگوانے کی اجازت چاہی تو حضرت ابو طیبہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے پچھنا لگوانے کا حکم دیا۔

لیکن اس موقع پر کسی محرم یا شوہر کا ساتھ رہنا شرط ہے، اسی طرح علاج کرنے والی کسی عورت کا نہ ملنا بھی شرط ہے، اگر کوئی مسلمان مرد یا عورت معالج ہو تو دوسرے کے پاس جانا جائز نہیں ہے۔

محرم اور نامحرم مردوں کی تفصیلات

اسلامی قانون نے ان تمام مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کے لیے حرام کیا ہے، جو باہم مل کر رہنے یا نہایت قریبی تعلقات رکھنے پر مجبور ہیں، مثلاً ماں اور بیٹا، باپ اور بیٹی، بھائی اور بہن، پھوپھی اور بھتیجا، چچا اور بھتیجی، ماں، خالہ، اور بھانجا اور بھانجی، سوتیلا باپ اور بیٹی، سوتیلی ماں اور بیٹا، ساس اور داماد، خسر اور بہو اور رضاعی رشتے دار۔

محرم ہونے کے تین مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

۱۔رشتے داری　　۲۔رشتۂ مصاہرت یعنی سسرالی رشتہ

۳۔رضاعت

رشتے داری کی وجہ سے جو مرد محرم ہوتے ہیں وہ سات ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔باپ، نانا، دادا، اسی طرح آدمی کے سبھی آباء واجداد۔

۲۔بیٹا، پوتا، نواسا، اسی طرح آدمی کے سبھی فروع۔

۳۔بھائی: چاہے بھائی حقیقی ہو یا علاتی یا اخیافی یعنی دونوں کے والدین ایک ہوں یا

صرف باپ یا ماں ایک ہو۔ اسی طرح ان کی اولاد۔

۴۔حقیقی، علاتی یا اخیافی بھائی کی اولاد یعنی بھتیجے۔

۵۔حقیقی، علاتی یا اخیافی بہن کی اولاد یعنی بھانجے۔

۶۔چچا، اسی طرح باپ کا چچا اور ماں کا چچا۔

۷۔ماموں، اسی طرح ماں کا ماموں اور باپ کا ماموں۔

رشتۂ مصاہرت کی بنا پر حرام ہونے والے مرد

رشتۂ مصاہرت کی وجہ سے چار مرد محرم ہو جاتے ہیں:

۱۔والدہ کا شوہر: اسی طرح دادی کا شوہر، نانی کا شوہر۔

۲۔داماد، اسی طرح پوتی کا شوہر اور نواسی کا شوہر، اسی طرح ان کی بچیوں کے شوہر۔

۳۔سسر، اس کے باپ، دادا، نانا اوپر تک۔ یہ تینوں مرد صرف شادی کرتے ہی حرام ہو جاتے ہیں، چاہے اس کے بعد جماع ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

۴۔شوہر کا بیٹا، پوتا، نواسہ نیچے تک، یہ نکاح کے بعد جماع ہونے کی صورت میں ہی حرام ہوتے ہیں۔

رضاعت کی بنیاد پر حرام ہونے والے مرد

رضاعت کی وجہ سے بھی سات مرد حرام ہو جاتے ہیں:

۱۔رضاعی باپ: رضاعی ماں کا شوہر۔

۲۔رضاعی بھائی: وہ مرد جو رضاعی ماں کا بیٹا ہو، یا وہ مرد جس نے خود اِس کی ماں سے دودھ پیا ہو، یا دونوں نے ایک عورت سے دودھ پیا ہو۔

۳۔رضاعی بھتیجہ

۴۔رضاعی بھانجہ

۵۔رضاعی چچا: وہ مرد جس نے عورت کے والد کے ساتھ دودھ پیا ہو۔

۶۔رضاعی ماموں: وہ مرد جس نے عورت کی ماں کے ساتھ دودھ پیا ہو۔
۷۔رضاعی بیٹا: وہ لڑکا جس کو کسی عورت نے اپنا دودھ پلایا ہو۔

غیر محرم مرد کو دیکھنے کا حکم

بالغ اور عاقل عورت چاہے وہ بوڑھی ہو یا عاجز ولاچار، اسی طرح مراہقہ (یعنی وہ بچی جو بلوغت کے قریب ہو) کو غیر محرم بالغ مرد کے ستر کا کوئی حصہ دیکھنا جائز نہیں ہے، مراہق سے مراد وہ لڑکا ہے جو اس عمر کو پہنچا ہو جس کو دیکھنے کی صورت میں شہوت اور جنسی خواہشات بھڑکنے کا اندیشہ ہو، چاہے دیکھنے کا موقع ایسا ہو کہ فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو بھی صحیح قول کے مطابق غیر محرم مرد کو دیکھنا حرام ہے۔

اسی طرح مرد کے لیے بھی غیر محرم عورت کو بلاضرورت دیکھنا جائز نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے: ”قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ، إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ، وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ“ (سورہ نور ۳۰۔۳۱) مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے حق میں بہتر ہے، اللہ ہر اس چیز سے باخبر ہے جو وہ کرتے ہیں، اور آپ مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: میں میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی (یعنی رسول اللہ ﷺ بھی وہاں موجود تھے) اس وقت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان سے پردہ کرو“، میں نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! کیا وہ نابینا نہیں ہیں، وہ نہ ہم کو دیکھتے ہیں اور نہ ہم کو پہنچانتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم دونوں بھی اندھیاں ہوں؟ کیا تم ان کو دیکھ نہیں رہی ہو؟“۔ (ترمذی: کتاب الادب ۲۷۷۹، امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

جس طرح دیکھنا حرام ہے، اسی طرح کسی بھی حصے کو چھونا بھی حرام ہے، کیوں کہ

دیکھنے سے زیادہ چھونے سے لذت اندوزی ہوتی ہے اور جنسی شہوت بھڑکتی ہے۔

البتہ ایسے چھوٹے بچے کو دیکھنا جائز ہے جس کو دیکھنے سے جنسی خواہش نہ ابھرتی ہو، اسی طرح مرد کے لیے ایسی چھوٹی بچی کو دیکھنا جائز ہے جس کو دیکھنے سے شہوت نہ آتی ہو، البتہ چھوٹے بچوں کی شرمگاہ کو بلاضرورت دیکھنا ہر صورت حرام ہے، کیوں کہ اس سے شہوت بھڑکنے کا اندیشہ رہتا ہے۔

غیر محرم کو کن صورتوں میں دیکھنا جائز ہے؟

غیر محرم مرد کو دیکھنا یا چھونا اس صورت میں حرام ہے جب بلاضرورت ہو، اگر دیکھنے یا چھونے کی ضرورت پیش آئے تو جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

دیکھنے اور چھونے کی کیا ضرورتیں ہوسکتی ہیں؟ ان کی شکلیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔علاج معالجے کے وقت، کیوں کہ اس صورت میں دیکھنے اور چھونے کو حرام ہی رکھا جائے گا تو پریشانیاں پیدا ہوں گی، اور اسلام آسان دین ہے اور حرج کو دور کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے: ”وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ“ (سورہ حج) چناں چہ نامحرم کے جسم کے ان حصوں کو دیکھنا یا چھونا جائز ہے جن کو دیکھنے یا چھونے کی ضرورت پیش آئے۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پچھکاری لگانے کی اجازت مانگی تو رسول اللہ ﷺ نے ابوطیبہ کو پچھکاری لگانے کا حکم دیا۔ (مسلم: کتاب السلام ۲۲۰۶) چناں چہ جب ضرورت ہو اور کوئی عورت ڈاکٹر نہ ہو تو مرد عورت کا علاج کرسکتا ہے، اسی طرح عورت بھی مرد کا علاج کرسکتی ہے، اگر کوئی مرد ڈاکٹر نہ ہو، البتہ مرد عورت کا علاج کررہا ہو تو کسی محرم یا شوہر یا ثقہ عورت کا ساتھ میں رہنا ضروری ہے۔

اگر مسلم ڈاکٹر موجود ہے تو غیر مسلم کے پاس جاکر علاج کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۔خرید وفروخت کے وقت عورت کے بارے میں جاننا ضروری ہو اور دیکھے بغیر

عورت کی پہچان ممکن نہ ہو تو اس کے لیے اپنا چہرہ دکھانے کی اجازت ہے۔

۳۔ گواہی دیتے وقت، کیوں کہ جس کے حق میں گواہی دی جا رہی ہے یا جس کے خلاف گواہی دی جا رہی ہے، اس کو دیکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

جن صورتوں میں غیر محرم مرد یا عورت کو دیکھنا یا چھونا جائز ہے، ان صورتوں میں صرف بقدرِ ضرورت ہی جائز ہے، کیوں کہ اس کی اجازت صرف ضرورت کی بنیاد پر دی گئی ہے، جتنی ضرورت سے مقصد حاصل ہو جاتا ہو تو اسی قدر کا جواز ہے، اس سے زیادہ کا نہیں۔

شادی سے پہلے منگیتر سے تنہائی میں ملنے کا کیا حکم ہے؟

مسلمانوں میں یہ بات عام ہوتی جا رہی ہے کہ جیسے ہی نسبت کا اعلان ہوتا ہے تو لڑکا اور لڑکی تنہائی میں ملاقات شروع کرتے ہیں، اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے اخلاق اور طبیعت سے واقف ہونا چاہتے ہیں، جب کہ وہ دونوں اپنے دل میں یہ ٹھانے ہوئے ہوتے ہیں کہ اپنے حقیقی اخلاق کا مظاہرہ نہیں کریں گے، بلکہ لڑکا ہمیشہ یہ سوچتا ہے کہ وہ خود کو لڑکی کے سامنے اس کے خوابوں کے بادشاہ کے روپ میں پیش کرے گا، اپنی سخاوت، دریادلی اور ذہانت کا اظہار کرے گا، لڑکی بھی لڑکے سے زیادہ بننے کی کوشش کرتی ہے اور اس کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتی ہے کہ میں وہی دوشیزہ ہوں جس کو تم نے اپنے خیالوں میں سجائے رکھا ہے۔

شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکی کا ملنا حرام ہے، اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے، اور اللہ عزوجل اس سے ناراض ہو جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی مرد کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے، مگر یہ کہ ان دونوں کے ساتھ کوئی محرم ہو“۔ (بخاری: کتاب النکاح ۴۹۳۵، مسلم: کتاب الحج ۱۳۴۱، یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے) شادی سے پہلے منگیتر اجنبی اور غیر محرم عورت ہی سمجھی جائے گی۔

شریف اور عقل مند لڑکی وہ ہے جو پیغام کے وقت ایک مرتبہ دیکھنے کے بعد شادی سے پہلے دوبارہ اپنے منگیتر کے سامنے آنے سے باز رہتی ہے، کیوں کہ اس کو اپنے مستقبل کے

بارے میں سوچنا ضروری ہے اور شادی سے پہلے ہونے والی ملاقاتوں کے برے نتائج سے بھی واقف رہنا لازم ہے، کیوں کہ اگر وہ ملاقات شروع کرے گی تو ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے نسبت ٹوٹ جائے، پھر کوئی دوسرا نوجوان اس کے پاس پیغام نہیں بھیجے گا، کیوں کہ ہر ایک کو معلوم ہو جاتا ہے کہ پہلے منگیتر کے ساتھ اس کے تعلقات تھے اور ان دونوں کی ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں، اس لیے احتیاط ضروری ہے، اور اسلام میں اس کی اجازت بھی نہیں ہے۔

البتہ جب عقدِ نکاح ہو جائے اور رخصتی نہ ہوئی ہو تو تنہائی میں ملنا جائز ہے، کیوں کہ اب وہ اس کی بیوی ہے، مرد اس سے اور عورت مرد سے جس طرح چاہے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

فون پر بات کرنے کا حکم

جس طرح عورت کے لیے مرد کو دیکھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح فون وغیرہ پر بات کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے جب فتنے کا اندیشہ ہو۔

آج یہ ماحول عام ہوتا جا رہا ہے کہ نسبت طے ہوتے ہی لڑکا اور لڑکی گھنٹوں ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں، اس کی اسلام میں اجازت نہیں ہے، جس طرح عورت کا چہرہ اور پورا جسم پردہ ہے، اسی طرح اس کی آواز بھی پردہ ہے، جب فتنے کا اندیشہ ہو۔

چوتھا باب

زیب وزینت کے مسائل

اسلام فطری دین ہے

اسلام دینِ فطرت ہے، اسلام انسان کے احساسات وجذبات اور فطری خواہشات کا خیال رکھتا ہے اور حدود کے دائرے میں اپنے جذبات وخواہشات کی تکمیل کی اجازت دیتا ہے، اس طرح کی رعایت اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں رکھی گئی ہے۔

زیب وزینت اختیار کرنا کوئی بری بات نہیں

اللہ تبارک وتعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: ”خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ“ (الأعراف:۳۱) ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو۔ اسلام خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، اپنے آپ کو خوبصورت اور بہترین ہیئت کا روپ دینا بھی مستحسن ہے، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ“ (ابن خزیمہ نے ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے: ۲/۸۹۸) اللہ خوبصورت ہے، خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ صفائی ستھرائی اسلام ہی کی دین ہے، جو خوبصورتی وجمال میں اضافے کا باعث بنتی ہے، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”اَلطُّهُوْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ“ (ترمذی:۳۵۱۹) پاکی نصف ایمان ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اس عورت کو سب سے بہترین قرار دیا ہے، جو اپنے شوہر کے لیے بناؤ سنگھار کرے، تاکہ اس کو دیکھتے ہی شوہر کا دل خوش ہوجائے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں تو اس سے دریافت کیا کہ تمھاری یہ حالت کیوں ہے؟ پھر آپ نے اس صحابی کو اپنی

حالت درست کرنے کا حکم دیا۔ (ابن عمر سے ابن حبان نے یہ روایت کی ہے: ۷۶۴)

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی کی مونچھ کو دیکھا کہ بڑھ کر ہونٹوں پر آگئی ہے اور اس کی خوبصورتی میں فرق پڑ رہا ہے تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ مونچھوں کو اچھے انداز میں کاٹا جائے۔

ان اسلامی تعلیمات اور حقائق پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اسلام میں زیب وزینت مطلوب ہے، اور ایسے فیشنوں کو اختیار کرنا ممنوع نہیں ہے جو انسانی فطرت کے مطابق ہوں اور اس میں کوئی برائی اور خرابی نہ ہو۔

لباس اور زیب وزینت اصلا حلال ہیں:

ہر لباس اور زیب وزینت کی چیزیں اصلاً حلال ہیں اور ان کا استعمال جائز ہے، چاہے ان کا استعمال بدن میں ہو یا کپڑوں میں یا گھروں میں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے بنی نوع انسانی پر احسان جتلاتے ہوئے بتایا ہے کہ اس نے دنیا کی تمام چیزیں انسانوں کے لیے پیدا کی ہے، تاکہ وہ اپنی دنیوی زندگی میں بطور لباس اور زیب وزینت ان کو استعمال کریں اور لطف اندوز ہوں۔

اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے: ”هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا“ وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزیں پیدا کی (بقرہ)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ”وَآتَاکُمْ مِنْ کُلِّ مَاسَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا“ (ابراہیم ۳۴) اور اس نے تم کو ہر مانگی ہوئی چیز عطا کی، اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کرسکوگے۔

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: ”قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیَامَةِ، کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْآیَاتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ“ (الاعراف ۳۳) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے پیدا کیے ہوئے زینت کے ساز وسامان کو جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی پاک چیزوں کو کس نے حرام کیا ہے، آپ کہہ دیجئے کہ یہ چیزیں اس

طرح پر کہ قیامت کے دن بھی خالص رہیں، دنیوی زندگانی میں خاص اہل ایمان ہی کے لیے ہیں، ہم اسی طرح آیات کو سمجھ داروں کے واسطے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ''يَا بَنِيْ آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْآتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ''(اعراف) اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا ہے جو تمہاری شرمگاہوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور تقوی کا لباس اس سے بڑھ کر ہے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، تاکہ لوگ یاد رکھیں۔

اللہ جل جلالہ اپنے بندوں پر ان کے لیے پیدا کی گئی چیزوں کا تذکرہ کرتا ہے اور اپنا احسان جتلاتے ہوئے فرماتا ہے: ''وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ وَّاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ''(نحل) اور اللہ نے تمہارے واسطے تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی اور تمہارے لیے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور مقام کے دن ہلکا پھلکا پاتے ہو، اور ان کے اون، روؤں اور بالوں سے گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کے لیے بنائیں اور اللہ نے تمہارے لیے پہاڑوں میں پناہ کی جگہ بنائی اور تمہارے لیے ایسے کرتے بنائے جو تمہاری لڑائی میں تمہاری حفاظت کریں، اللہ تم پر اسی طرح اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم فرماں بردار رہو۔

ان دلائل اور ان کے علاوہ دوسرے دلائل سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لباس اور زیب وزینت میں شریعت کا اصل حکم حلت اور جواز کا ہے، البتہ حلت سے وہ چیزیں مستثنی ہیں جن کی حرمت کے بارے میں شرعی دلیلیں موجود ہیں۔

شوہر کے لیے زیب وزینب اختیار کرنے کا حکم

شوہر کے سامنے زیب وزینت اختیار کرنا اسلام میں صرف جائز ہی نہیں، بلکہ اسلام نے اس کی ترغیب دی ہے، حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مومن نے اللہ کے تقوی کے بعد صالح بیوی سے بڑھ کر کسی خیر سے فائدہ نہیں اٹھایا، اگر وہ اس کو حکم دے تو حکم بجالائے، اگر اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوش کرے، اگر اس کے سلسلہ میں قسم کھائے تو بیوی اس قسم کو پورا کرے، اگر اس کو چھوڑ کر سفر پر جائے تو اپنی جان اور شوہر کے مال میں اس کے ساتھ خیر خواہی کرے''۔ (سنن ابن ماجہ ۱۸۵۷)

یہی حکم اپنے محارم کے سامنے زیب وزینت اختیار کرنے کا بھی ہے۔

زیب وزینت کے حدود وقیود

اسلام میں زیب وزینت اختیار کرنے کی ترغیب تو دی گئی ہے لیکن اسلام نے انسانی عقیدہ، روح اور جسم کی حفاظت کے لیے چند قیود بھی رکھے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ جو زیب وزینت اختیار کی جارہی ہے اس کا ٹکراؤ کسی شرعی دلیل سے نہ ہو، اگر کسی چیز کے حرام ہونے کے سلسلہ میں قرآن وحدیث میں کوئی ممانعت آئی ہے تو عورتوں کو اس سے باز رہنا چاہیے۔

۲۔ مردوں کی مشابہت نہ ہو۔ یہ وبا آج کل بہت عام ہوتی جارہی ہے، مردانہ لباس پہننا کوئی عیب باقی نہیں رہا، ہمارے معاشرہ میں ایسا بھی ہورہا ہے کہ اوپر سے تو برقعہ پہنا جارہا ہے، لیکن برقعے کے پیچھے جنس پینٹ اور ٹی شرٹ پہننے کا رواج ہوتا جارہا ہے، مردوں کے کپڑے پہننا صرف مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے، اور یہ سب صرف فلموں کی ہیروئنس کی دیکھا دیکھی اور تقلید میں کیا جارہا ہے، جن کا نہ کوئی عقیدہ ہے اور نہ کوئی دین، نہ ان میں شرم وحیا ہے، ان کو بس کروڑوں روپیے ملتے ہیں، اس کی خاطر ہر طرح کے فیشن ایبل کپڑے پہنتی ہیں۔

۳۔ کافر عورتوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو، کیوں کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''جو

کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے تو وہ ان ہی میں سے ہے"۔ (سنن ابو داود: کتاب اللباس، باب فی لبس الشہرۃ ۴۰۳۱)

۴۔ زیب وزینت کی چیز کے استعمال سے نقصان نہ ہو، اگر یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں چیز کے استعمال میں نقصان ہے تو اس کا استعمال جائز نہیں ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ"۔ (سنن ابن ماجہ: أبواب الأحکام، باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ ۲۳۴۱)

کوسمیٹکس کے تاجروں سے درخواست:

اسلام میں زیب وزینت کی جن چیزوں کے استعمال کی اجازت ہے، ان ہی کی تجارت بھی جائز ہے، اور جن چیزوں کا استعمال جائز نہیں ہے ان کی تجارت حرام ہے، مثلاً کالا خضاب بیچنا جائز نہیں ہے، اس لیے تاجروں اور بیوٹیشینس کو مندرجہ بالا چار چیزوں کا خیال رکھ کر اپنی تجارت کرنی چاہیے، ورنہ ان کا مال اور کمائی مشتبہ ہو جائے گی۔ اللہ حلال روزی کی توفیق عطا فرمائے۔

غیروں کی تقلید کی کسی بھی صورت میں اجازت نہیں

اسلام نے ظاہری شکل وصورت، لباس اور زیب وزینت میں دوسروں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا ہے، حرکات وسکنات اور سلوک وبرتاؤ میں مشابہت سے منع کیا ہے، گفتگو اور آداب میں مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا ہے، کیوں کہ کسی کی مشابہت اختیار کرنے میں ایک احساس وشعور اور جذبہ کارفرما رہتا ہے جو ایک تصور کو دوسرے تصور، ایک منہج کو دوسرے منہج اور ایک علامت کو دوسری علامت سے ممتاز کرتا ہے، اسلام نے کسی بھی دوسری قوم کے سامنے اندرونی شکست سے دوچار ہونے سے منع کیا ہے، کیوں کہ اندرونی شکست دل میں اس معاشرہ کی تقلید کا جذبہ پیدا کرتی ہے، جب کہ مسلم قوم کی اٹھان اس لیے ہوئی ہے کہ وہ انسانیت کی قیادت کا کام انجام دے، یہی وجہ ہے کہ اسی سرچشمہ سے اپنے عادت واطوار کو اخذ کرنا ضروری ہے، جس سے قیادت حاصل ہوتی ہے۔

آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: "وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے علاوہ کی مشابہت اختیار کرے"۔

آج ہم اپنے معاشرے پر نظر دوڑائیں تو صاف معلوم ہوگا کہ کسی فیشن کو اختیار کرنے میں کیا جذبہ کارفرما رہتا ہے؟ ایک تو اس لیے کہ ہم ان فیشنوں کو متعارف کرانے والوں سے مرعوب ہو جاتے ہیں اور اسلام کو چھوڑ کر دوسری تہذیب کو برتر سمجھنے لگتے ہیں، حالاں کہ آج کل کے فیشن اکثر اوقات فطرت کے مخالف ہی نہیں، بلکہ انسانی فطرت کو مسخ کرنے والے ہیں، آج کے فیشن خاص کر عورتوں کو اس کی نسوانیت سے نکال کر مردوں کی عیاشی کا سامان بنانے کا ذریعہ ہیں، آج عورتوں کو ننگا کر کے راستوں پر لے آنا ہی فیشن بن گیا ہے، پھر اسلام اس طرح کی غیر فطری چیزوں کی کیسے اجازت دے سکتا ہے؟ حضور ﷺ نے ایسے فیشن پرستوں کو دھمکی دی ہے کہ ان کا حشر بھی ان کافر اور فحاشی پھیلانے والوں کے ساتھ ہوگا، چناں چہ ارشاد نبوی ہے کہ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھے گا۔ (ترمذی نے صفوان بن عسال سے یہ روایت کی ہے: ۳۵۳۵)

تخلیق انسانی سے متضاد زیب وزینت کی اجازت نہیں

اسلام نے جس طرح غیروں کی تقلید سے منع فرمایا ہے، اسی طرح اُس زیب وزینت اور فیشن سے منع فرمایا ہے جس سے انسانی تخلیق میں تبدیلی آجاتی ہے، اور انسان اپنی اصلی شکل سے الگ بن جاتا ہے اور سامنے والا دھوکے میں پڑ جاتا ہے، اس تعلق سے اسلام نے چند چیزوں سے منع فرمایا ہے جو انسانی شکل وصورت کو تبدیل کر دیتے ہیں۔

لباس میں اسراف کا حکم

لباس اور کپڑے پہننے میں دو چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، ایک یہ کہ اسراف نہ ہو اور دوسرے یہ کہ تکبر سے بچا جائے۔

آج ہمارے معاشروں میں کپڑوں پر بے تحاشا پیسے خرچ کیے جا رہے ہیں اور نت

نئے ڈیزائن کے کپڑے پہننے کا شوق بڑھتا جارہا ہے، اور ہر نئے فیشن کے سوٹس اپنے پاس رہنا ضروری گردانا جارہا ہے؛ اس سے اسراف ہونا لازمی ہے، اور اس کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی پارٹی یا فنکشن یا شادی میں میرا لباس دیکھ کر لوگ واہ واہ کریں اور سب سے بہتر لباس میرا ہی ہو، اسی کو تکبر کہا جاتا ہے، اگر اس طرح کا خیال اور تصور ہے یا اسراف پایا جاتا ہے تو ایسے لباس پہننا جائز نہیں ہے، کیوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کھاؤ، پیئو، پہنو اور صدقہ کرو، البتہ اسراف نہ ہو اور تکبر نہ ہو''۔ (بخاری: کتاب اللباس، باب قول اللہ تعالیٰ: قل من حرم...... ص ۴۹۴)

چہرہ کے میک اپ کا حکم

موجودہ زمانے کے رنگوں اور پاوڈر سے میک اپ کرنا جائز ہے، لیکن اس میں مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ میک کرنے کا مقصد کافر عورتوں کی مشابہت نہ ہو، یعنی فلاں فلم میں فلاں ہیروئین نے یہ میک اپ کیا ہے، اس لیے میں کر رہی ہوں، اس کا خیال دل میں نہ ہو، ورنہ میک اپ کرنا حرام ہو جائے گا۔

۲۔ اس کے استعمال سے جسم کو کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو۔

۳۔ حد سے زیادہ میک اپ نہ کیا جائے، کیوں کہ اس سے چمڑے کو نقصان پہنچتا ہے، یا اسراف کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔

عورت کے لیے بال منڈانا حرام ہے

سر کے بال عورت کی خوبصورتی ہے، اسی لیے اسلام میں سر کے بال بڑھانا مطلوب ہے، کسی ضرورت کے بغیر عورت کے لیے اس کو منڈانا حرام ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو اپنے سر کے بال منڈانے سے منع فرمایا۔ (نصب الرایۃ: ۳/۹۵)

سر کے بالوں کو بلا ضرورت چھوٹا کرنا بھی جائز نہیں ہے، بالوں کی درستگی کی حد تک

بال چھوٹے کرنے کی اجازت ہے، اسی طرح بال اتنے زیادہ لمبے ہوں کہ ان کی حفاظت مشکل ہو تو بقدر ضرورت کاٹنا جائز ہے۔

موجودہ فیشن کا اعتبار کرتے ہوئے زیب وزینت کی خاطر بالوں کو کندھوں تک چھوٹا کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس میں غیروں کی مشابہت بھی ہے، اور مردوں سے بھی مشابہت لگتی ہے، اور حضور اکرم ﷺ نے دونوں سے منع فرمایا ہے۔

سر کے بالوں کو اکٹھا کر کے سر کے اوپر باندھنا جائز نہیں ہے

سر کے بالوں کو اکٹھا کر کے سر کے اوپر باندھنا جائز نہیں ہے، اس کی ممانعت حدیث شریف میں آئی ہے، چناں چہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جہنمیوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا ہے، ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کے مانند کوڑے ہوں گے، جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے، دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی، مٹک مٹک کر، مونڈھوں اور کولہوں کو ہلا ہلا کر چلیں گی، ان کے سر اونٹ کے جھکے ہوئے کوہان کی طرح ہوں گے، وہ نہ تو جنت میں جائیں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی، حالاں کہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے پائی جائے گی''۔ یعنی بڑی دور سے اس کی خوشبو آئے گی۔ (مسلم نے ابو ہریرہ سے یہ روایت کی ہے: ۲۱۲۸)

''ان کے سر اونٹ کے جھکے ہوئے کوہان کی طرح ہوں گے'' کا مطلب علماء نے یہی لکھا ہے کہ وہ اپنے بالوں کی چوٹی بنا کر اس طرح سر کے اوپر باندھیں گی کہ ان کا سر کوہان کی طرح نظر آئے گا۔

خضاب لگانے کے احکام

مردوں اور عورتوں سب کے لیے سر اور داڑھی کے بالوں میں کالا خضاب لگانا حرام ہے، البتہ سفید بال میں کالے کے علاوہ دوسرے رنگ کا خضاب مثلاً لال یا پیلا لگانا مستحب ہے۔

امام مسلم (۲۱۰۲) وغیرہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ

کے دن ابو قحافۃ کو لایا گیا، ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ (ایک سفید پھول) کی طرح سفید تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی چیز سے اس کو تبدیل کرو اور کالے سے بچو''۔

(ابو قحافۃ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ہیں، ان کا نام عثمان ہے، انھوں نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا)

امام ترمذی (۱۷۵۲) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سفیدی کو تبدیل کرو اور یہودیوں کی مشابہت اختیار نہ کرو''۔

امام بخاری (۵۵۵۹) اور امام مسلم (۲۱۰۳) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہود اور نصاری خضاب نہیں لگاتے، چناں چہ تم ان کی مخالفت کرو''۔

اگر کسی عورت کے بال کالے ہی ہوں تو اس کو دوسرے رنگ سے رنگنے کا حکم کیا ہے؟

سر کے بالوں کی سفیدی ختم کرنے یا اس میں خوبصورتی پیدا کرنے کے لیے بالوں کے رنگنے کو فقہاء نے جائز قرار دیا ہے، البتہ اس میں غیروں کی مشابہت ہو تو جائز نہیں ہے کیوں کہ غیروں کی مشابہت اسلام میں نا قابلِ قبول ہے، اور اللہ کے رسول کی طرف سے ایسے شخص پر لعنت کی گئی ہے۔

بعض علماء نے اس کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے، اور اس کو اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کہا ہے، کیوں کہ بالوں کا فطری رنگ کالا ہے، اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے بچا جائے۔

کالا خضاب لگانے کی حرمت کی حکمت

کالا خضاب لگانے کی حرمت کی حکمت یہ ہے کہ خضاب سے حقیقت بدلتی ہے، سن رسیدہ کم عمر معلوم ہوتا ہے اور بوڑھی جوان نظر آنے لگتی ہے، جس کی وجہ سے لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

البتہ کالے خضاب کے علاوہ دوسرے رنگ کا خضاب لگانے سے اس حد تک تبدیلی نہیں ہوتی کہ لوگ دھوکہ کھا جائیں۔ کیوں کہ کالا رنگ بال کا اصل رنگ ہے، اس لیے اس رنگ سے رنگنے سے معلوم نہیں ہوتا کہ بال رنگ کر تبدیل کیے گئے ہیں یا اپنی اصلی حالت

میں ہیں، جب کہ دوسرے رنگوں میں معلوم ہو جاتا ہے کہ سفیدی کو چھپایا گیا ہے۔

ان تمام موضوعات کے احکام کی بنیاد صرف عبادت ہے اور اللہ کے احکام کی پابندی اور اللہ کی طرف سے آزمائش ہے۔

ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگانے کے احکام

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ المجموع (۳۲۴/۱) میں فرماتے ہیں: ''دونوں ہاتھوں اور پیروں کا مہندی سے رنگنا شادی شدہ عورت کے لیے مستحب ہے، اس سلسلہ میں کئی حدیثیں معروف و مشہور ہیں''۔

ابو داود اور نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے رسول اللہ ﷺ کی جانب اپنا ہاتھ بڑھایا، اس کے ہاتھ میں ایک مکتوب تھا، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور فرمایا: ''مجھے نہیں معلوم کہ یہ ہاتھ کسی مرد کا ہے یا کسی عورت کا؟''، اس نے کہا: یہ ایک عورت کا ہاتھ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو تبدیل کر لیتی'' (یعنی مہندی سے)۔ (المعجم الأوسط میں طبرانی نے عائشہ سے یہ روایت کی ہے: ۱۴۰/۴)

اگر ناخنوں کو ایسی چیزوں سے رنگے جو منجمد ہو کر وضو و غسل کے وقت چمڑے تک پانی پہنچنے میں رکاوٹ بنتے ہوں مثلاً نیل پالش تو وضو و غسل کے وقت اس رنگ کو ہٹانا ضروری ہے، ورنہ وضو اور غسل صحیح نہیں ہوگا، اور اس کی نماز نہیں ہوگی، اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ ایسی چیزوں سے اپنے ناخنوں اور جسم کے دوسرے اعضاء مثلاً ہونٹ وغیرہ کو رنگنے سے باز رہا جائے۔

بال جوڑنے کی حرمت

اپنے بال کو دوسرے کے بال سے جوڑنا مردوں اور عورتوں کے لیے حرام ہے، چاہے شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، زیب و زینت کے لیے ہو یا نہ ہو، یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، کیوں کہ اس کام کے کرنے والوں اور اس میں تعاون کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔

اسی وجہ سے فقہاء کرام نے کہا ہے: عورت کے لیے اپنے بال میں دوسری عورت یا مرد (محرم ہو یا شوہر) کے بال جوڑنا حرام ہے، کیوں کہ دلیلوں سے یہی بات معلوم ہوتی ہے، اس لیے بھی حرام ہے کہ آدمی کے بال اور اس کے تمام اعضاء کی عزت وشرافت کی وجہ سے ان سے فائدہ اٹھانا حرام ہے، بلکہ انسان کے بال، ناخن اور زندگی میں جدا ہونے والے تمام اعضاء کو دفن کیا جائے گا۔

اگر انسان کے علاوہ دوسرے جانوروں کے بال جوڑے جائیں تو دو صورتیں ہوں گی، اگر بال نجس ہو، یعنی مردار جانور یا غیر ماکول اللحم جانوروں کے بال (جوان کی زندگی میں الگ ہوگئے ہوں) ہوں تو ان بالوں سے جوڑنا بھی حرام ہے، کیوں کہ بال جوڑنے کی ممانعت عام ہے، اس لیے بھی حرام ہے کہ نماز وغیرہ میں بدن پر نجاست لگی رہتی ہے، کیوں کہ یہ بال نجس ہیں۔

انسان کے علاوہ دوسرے جانوروں کے پاک بال جوڑنا اسی صورت میں جائز ہے جب کہ عورت کا شوہر ہو اور اس کی اجازت ہو، اگر اجازت نہ ہو تو جائز نہیں ہے، اسی طرح اگر شادی نہ ہوئی ہو یا شوہر نہ ہو تو پاک بال بھی جوڑنا جائز نہیں ہے۔

البتہ چہرے پر رنگ برنگے پاؤڈر لگانا اور میک اپ کرنا اور انگلیوں پر لالی یا مہندی لگانا جائز ہے۔

ریشم وغیرہ کے دھاگوں سے بال جوڑنا جائز ہے، جب کہ وہ بالوں کے مشابہ نہ ہو، کیوں کہ یہ بال جوڑنے کے حکم میں نہیں ہے، یہ صرف زینت کے لیے کیا جاتا ہے۔

امام بخاری (٥٥٩١) اور امام مسلم (٢١٢٢) نے حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: اللہ کے رسول! میری ایک لڑکی ہے جس کی جلد شادی ہونے والی ہے، وہ بیمار ہوگئی، جس کی وجہ سے اس کے بال گر گئے ہیں، کیا میں اس کے بال جوڑ سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی پر لعنت کی ہے''۔

بال جوڑنے سے حقیقت میں تبدیلی آتی ہے اور حقیقی تخلیقی صفت چھپ جاتی ہے۔

امام بخاری (٥٥٩٤) اور امام مسلم (٢١٢٧) نے حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ

عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آخری مرتبہ مدینہ آئے اور ہم میں تقریر کی اور بالوں کا ایک گچھہ نکالا اور فرمایا: میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہودیوں کے علاوہ کوئی دوسرا یہ کام نہیں کر سکتا، نبی ﷺ نے اس کو جھوٹ کہا ہے یعنی بالوں کو جوڑنا۔ اس حدیث میں حرمت کی علت واضح طور پر بتائی گئی ہے کہ یہ جھوٹ اور حقیقت کو تبدیل کرنا ہے۔

وشم، نمص، اور تفلیج کی حرمت

وشم یہ ہے کہ ہتھیلی، کلائی، چہرہ یا ہونٹ وغیرہ بدن کے کسی حصہ پر سوئی سے کھدائی کی جائے، پھر اس کھودی ہوئی جگہ کو سرمہ وغیرہ سے بھرا جائے۔

نمص: چہرے کے بال اکھاڑنا۔

تفلیج: ریتی وغیرہ سے دانتوں کو الگ الگ کرنا۔

یہ تینوں چیزیں مردوں اور عورتوں کے لیے حرام ہیں، یہ کام کرنے والے اور کروانے والے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، کیوں کہ اس کام کو کرنے اور کروانے والوں پر لعنت کی گئی ہے، جب کہ لعنت صرف حرام کام کے ارتکاب پر ہی نہیں کی جاتی، بلکہ گناہ کبیرہ ہو تو ہی لعنت کی جاتی ہے۔

فقہاء نے کہا ہے: گوندی ہوئی جگہ نجس ہو جاتی ہے، کیوں کہ خون اس میں منجمد ہو جاتا ہے، اگر علاج سے اس کا نکالنا ممکن ہو تو نکالنا واجب ہے، اگر آپریشن کرنا ضروری ہو اور اس سے نقصان یا نمایاں عضو مثلاً چہرہ، ہتھیلیوں وغیرہ میں عیب نمایاں ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کو اپریشن کر کے نکالنا ضروری نہیں ہے، بلکہ گناہ سے توبہ کرنا کافی ہے، اگر نقصان کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو زائل کرنا ضروری ہے اور تاخیر کرنے پر گناہ ہوگا۔

امام بخاری (٥٥٨٧) اور امام مسلم (٢١٢٢) نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''اللہ نے خوبصورتی کے لیے گوندنے والیوں اور گوندوانے والیوں، چہرے سے بال اکھاڑنے والیوں اور دانتوں کو الگ الگ کرنے والیوں اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والیوں پر لعنت کی ہے، پھر میں کیوں ان پر لعنت نہ کروں، جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے، جب کہ اس کا حکم قرآن کریم میں ہے: ''وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَانَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا'' (الحشر: ٧) اور جو تم کو

رسول دے تو اس کو لو اور جس سے تم کو وہ منع کریں تو تم اس سے باز آؤ۔

امام بخاری (۵۵۹۳) اور امام مسلم (۲۱۲۴) نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی، گوندنے والی اور گوندوانے والی پر لعنت کی ہے''۔

اس حکم سے مستثنیٰ چیزیں

کسی عورت کے چہرہ پر داڑھی یا مونچھ آئے تو ان بالوں کا نکالنا حرام نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے، کیوں کہ ممانعت آبروؤں اور چہرے کے کناروں کے بال نکالنے کی ہے۔

اسی طرح علاج کے لیے چہرہ کے بال نکالنے یا دانتوں میں کوئی عیب ہو تو اس کو دور کرنے کے لیے تفلیج کرنے کی ضرورت ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ حرام اس صورت میں ہے جب حسن و جمال کے لیے کیا جائے اور اللہ عزوجل کی تخلیق میں تبدیلی کی جائے۔

عورت کے لیے ابرو کے تمام بالوں کو یا بعض بالوں کو مونڈ کر، تر شوا کر یا بال صاف کرنے والی دوائیاں استعمال کر کے صاف کرنا حرام ہے۔

اس کے حرام ہونے کی حکمت حدیث میں صراحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے، وہ یہ ہے: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کرنا، کیوں کہ یہ جھوٹ اور دھوکہ ہے اور حقیقت حال کو چھپا کر حقیقت کے خلاف صورت کا اظہار کرنا ہے۔

پلاسٹک سرجری کا حکم

بدن کے کسی عیب کو دور کرنے کے لیے سرجری کی جائے تو علماء نے اس کی اجازت دی ہے، کیوں کہ ایک صحابی کی ناک جنگ میں کٹ گئی تو حضور ﷺ نے ان کو سونے کی ناک لگانے کی اجازت دی، البتہ خوبصورتی میں اضافہ کرنے کے لیے سرجری جائز نہیں ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے حسن میں اضافے کے لیے ابرو کے بال نکالنے اور دانتوں کو ریتی (دانت گھسنے کا آلہ) سے گھسنے سے منع فرمایا ہے، اور اس میں اللہ کی تخلیق میں تبدیلی بھی ہے، اس لیے علمائے کرام نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔

جسم کے روئیں نکالنے کا حکم

اسلام نے آبرو کے بال نکالنے کو حرام قرار دیا ہے، اس سلسلے میں واضح حدیثیں موجود ہیں جن کا تذکرہ ہو چکا ہے، بعض بال نکالنا سنت ہے جیسے بغل اور زیر ناف بال، ان کے علاوہ بدن کی آبروؤں کو نکالنے کی علماء نے اجازت دی ہے، لیکن بہتر اسی کو قرار دیا ہے کہ بال نہ نکالے جائیں، کیوں کہ اللہ نے یہ بال بے کار پیدا نہیں کیے ہیں۔

آنکھوں کے لینس کے استعمال کا حکم

لینس دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک کا استعمال آنکھوں کی کمزوری کو دور کرنے کے لیے ہوتا ہے، یہ عینک کا بدل ہے، اس کا استعمال ماہر طبیب کے مشورے سے جائز ہے۔

بعض لینس صرف آنکھوں کا رنگ تبدیل کرنے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، یہ بازار میں مختلف رنگوں کے دستیاب ہیں، ان کے استعمال سے بچنے کو علماء نے بہتر کہا ہے، کیوں کہ اس میں مال کا بلا وجہ اسراف ہے اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی بھی ہوتی ہے۔

ناخن بڑھانے کا حکم

بعض عورتیں فیشن میں اپنا ناخن بڑھاتی ہیں، یہ خلافِ سنت ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے ناخن تراشنا فطری چیزوں میں شمار کیا ہے، اور چالیس دنوں سے زیادہ ناخن تراشے بغیر رہنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مونچھ کاٹنے، ناخن تراشنے، بغل کے بال صاف کرنے اور زیر ناف بال منڈھانے کے لیے یہ وقت مقرر کیا کہ ہم ان میں سے کوئی چیز چالیس دنوں سے زیادہ نہ چھوڑیں''۔ (التمہید لابن عبدالبر ۲۱/۶۸) اس کے ناجائز ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں کافروں کی مشابہت ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ وضو اور غسل کے وقت پانی اندرون تک نہیں پہنچتا جس سے نہ وضو صحیح ہوتا ہے اور نہ غسل، جس کے نتیجے میں نماز اور طواف وغیرہ وہ عبادتیں صحیح نہیں ہوتیں جن کے لیے وضو شرط ہے۔

ناخنوں کے طلاء (Nail Polish) کا حکم

عورت حالتِ حیض میں نہ ہو تو نیل پالش کا استعمال جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس سے پانی وضو اور غسل کے دوران ناخن تک نہیں پہنچتا، جو بھی چیز چمڑے تک پانی پہنچنے میں مانع بن جائے اس کا استعمال جائز نہیں ہے، چوں کہ حائضہ کے لیے نماز نہیں ہے، اس لیے اس کے لیے اس کا استعمال اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ اس میں کافروں کی مشابہت نہ ہو، بہر حال اس سے بچنا اولی اور بہتر ہے۔

یہی حکم مصنوعی ناخن کے استعمال کا بھی ہے، اگر مصنوعی ناخن لگائے جائیں تو وضو اور غسل کے دوران نکالنا واجب ہے۔

پینٹ پہننے کا حکم

آج عورتوں میں پینٹ شرٹ، جینس پینٹ اور ٹی شرٹ پہننے کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے، ایسے لباس سے جسم کی ساخت نمایاں ہو جاتی ہے، اور حدیث میں ایسے کپڑے پہننے کی ممانعت آئی ہے جس سے کپڑے پہننے کے باوجود عورت ننگی نظر آئے، اسلام میں صرف عریانیت ہی ممنوع نہیں ہے، بلکہ ایسے کپڑے پہننا بھی ممنوع ہے جس سے عورت کا فیگر نظر آتا ہو۔ اسی وجہ سے عورتوں کے لیے پینٹ اور ٹی شرٹ اور ایسا کوئی بھی لباس پہننا حرام ہے جس سے جسم جھلکتا ہو اور بدن کی ساخت معلوم ہوتی ہو۔

بڑی ایڑی والے جوتے اور چپل پہننے کا حکم

بڑی ایڑی والے جوتے اور چپل عام طور پر قد بڑھانے کے لیے پہنے جاتے ہیں تاکہ دیکھنے والے اس کو لمبی سمجھیں، اگر اس کا مقصد سامنے والوں کو دھوکہ میں رکھنا ہے تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

دوسری بات یہ کہ اس طرح کے جوتے چپل پہنے عورت سیدھی نہیں چلتی، بلکہ اس کے چلنے میں مٹک آجاتی ہے، اور مٹک مٹک کر چلنا عورتوں کے لیے جائز نہیں ہے۔

تیسری بات یہ کہ ڈاکٹروں نے اس طرح کے جوتے چپل پہننے کو خطرناک قرار دیا ہے اور اس سے پیروں اور ریڑھ کی ہڈی کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس وجہ سے بھی اس طرح کے جوتے چپل پہننے کی ممانعت ہے، کیوں کہ اسلام خود کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جسم اللہ کی امانت ہے، انسان کی اپنی ملکیت نہیں۔

عورت کے لیے سونے چاندی کے زیورات کا استعمال جائز ہے

عورتوں کے لیے سونے اور چاندی کے زیورات زیب و زینت کے مقصد سے پہننا جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اسراف کی حد تک نہ ہو، چاہے عورت شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، چھوٹی ہو یا بڑی، مال دار ہو یا فقیر۔

امام ترمذی (۱۷۲۰) نے صحیح سند سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ریشم اور سونا پہننا میری امت کے مردوں کے لیے حرام کیا گیا ہے اور عورتوں کے لیے حلال''۔

اسی طرح علماء نے چھوٹے بچوں کو عید اور دوسرے خوشی کے موقعوں پر زیورات اور ریشم کے استعمال کی اجازت دی ہے۔

اسی طرح زیب و زینت کے لیے ہیرے، موتی اور دوسرے نفیس جواہرات اور پتھروں کا استعمال جائز ہے، البتہ رسول اللہ ﷺ نے پیتل کے زیورات پہننے کو ناپسند فرمایا ہے۔

پانچواں باب

طہارت و پاکی کے مسائل

طہارت کے معنی: طہارت کے لغوی معنی نظافت وپاکی اور حسی گندگیوں مثلاً نجاست اور باطنی گندگیوں مثلاً عیوب سے پاک ہونے کے ہیں، عربی میں کہا جاتا ہے تَطَهَّرَ بِالْمَاءِ: پانی سے پاکی حاصل کی، تَطَهَّرَ مِنَ الْحَسَدِ: حسد سے پاک ہوگیا۔

طہارت کے شرعی معنی: ایسا کام کرنا جس سے نماز پڑھنا یا نماز کے حکم والی دوسری عبادتوں کو انجام دینا جائز ہو جائے، مثلاً جو باوضو نہ ہو اس کے لیے وضو کرنا اور جس پر غسل واجب ہو اس کے لیے غسل کرنا اور کپڑے، بدن اور جگہ سے نجاست دور کرنا۔

اسلام میں پاکی اور نظافت پر توجہ:

اسلام نے طہارت اور پاکی پر مکمل توجہ دی ہے، مندرجہ ذیل امور سے یہ بات مکمل طور پر واضح ہو جائے گی۔

۱۔ نماز کے لیے ہر دن کئی مرتبہ وضو کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ" (مائدہ:۶) اے ایمان والو! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو، ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ، اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت دھوؤ۔

۲۔ بہت سے موقعوں پر غسل کی ترغیب دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا" (المائدہ:۶) اگر تم حالت جنابت میں ہو تو اچھی طرح طہارت حاصل کرو یعنی غسل کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی خاطر ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ

سات دنوں میں کسی دن غسل کرے اور اس دن اپنا سر اور جسم دھوئے (بخاری ۸۵٦، مسلم ۸۴۹)

۳۔ ناخن تراشنے، دانت صاف کرنے اور کپڑے صاف رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں: ختنہ کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، بغل کے بال اکھاڑنا، ناخن تراشنا اور مونچھ کاٹنا" (بخاری ۵۵۵، مسلم ۲۵۷) رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "اگر میری امت کے لیے دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا"۔ (بخاری ۸۴۷، مسلم ۲۵۲) امام احمد کی روایت میں یہ ہے "ہر وضو کے وقت" (احمد ۳۲۵/٦)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ" اور اپنے کپڑوں کو پاک کرو (المدثر:۴) نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: "تم اپنے بھائیوں کے پاس جانے والے ہو، چناں چہ تم اپنے کجاؤں کو درست کرو اور اپنے کپڑے صحیح کرو، تم اس طرح بنو کہ تم لوگوں میں ممتاز نظر آؤ، بے شک اللہ تعالیٰ فحاشی پسند نہیں کرتا اور نہ بتکلف فحاشی کو"۔ (ابوداود ۴۰۸۹) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ" بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو چاہتا ہے اور پاک رہنے والوں کو چاہتا ہے۔ (بقرہ ۲۲۲) اسلام نے طہارت کو نصف ایمان قرار دیا ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "طہارت نصف ایمان ہے" (مسلم ۲۲۳)

طہارت کی حکمت:

اسلام نے بہت سی حکمتوں کی بنیاد پر طہارت کو مشروع کیا ہے، جن میں سے بعض حکمتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ طہارت فطری چیز ہے، اسی لیے انسان فطری طور پر نظافت اور پاکی کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کی طبیعت گندگی سے نفرت کرتی ہے، چوں کہ اسلام دینِ فطرت ہے اس لیے اس نے پاک اور صاف رہنے کا حکم دیا ہے۔

۲۔ مسلمان کی شرافت اور عزت کی حفاظت کے لیے، کیوں کہ لوگ طبعی طور پر نظافت کی طرف مائل ہوتے ہیں اور پاک وصاف آدمی سے ملنے اور اس کے ساتھ بیٹھنے کی خواہش کرتے ہیں اور گندے شخص کو ناپسند کرتے ہیں اور اس سے نفرت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ

بیٹھنا نہیں چاہتے، چوں کہ اسلام مومن کی عزت اور شرافت کا خواہش مند ہے، اس لیے نظافت کا حکم دیا گیا ہے، تا کہ وہ اپنے بھائیوں کے درمیان باعزت اور شریف بن کر رہے۔

۳۔صحت کی حفاظت کے لیے، نظافت انسان کو بیماریوں سے بچانے کا ایک اہم سبب ہے، کیوں کہ عام طور پر بیماریاں گندگیوں سے وجود میں آتی ہیں۔

اسی وجہ سے اسلام نے جسم کی صفائی اور ہر دن کئی مرتبہ چہرہ، ہاتھ، ناک اور دونوں پاؤں دھونے کا حکم دیا ہے، کیوں کہ اس سے جسم بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے، یہ وہ اعضاء ہیں جن کو عموماً گندگیوں سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے۔

۴۔اللہ عزوجل کے حضور پاک وصاف حاضر ہونے کے لیے، کیوں کہ انسان اپنی نماز میں اپنے رب کو مخاطب کرتا ہے اور اس کے ساتھ مناجات کرتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس کا ظاہر اور باطن پاک ہو، اور اس کا جسم اور دل دونوں صاف ہوں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک وصاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وہ پانی جن سے پاکی حاصل کی جاتی ہے:

بارش کا پانی، سمندر کا پانی، کنویں کا پانی، نہر کا پانی، چشمے کا پانی اور اولے کا پانی۔

پانی کی قسمیں

پانی کی چار قسمیں ہیں: ۱۔طاہر مطہر پانی یعنی وہ پانی جو خود پاک ہو اور اس میں دوسروں کو پاک کرنے کی صلاحیت ہو۔

۲۔طاہر مطہر مکروہ یعنی وہ پانی جو خود پاک ہو اور اس میں دوسروں کو پاک کرنے کی صلاحیت ہو لیکن اس کا استعمال مکروہ ہو۔

۳۔طاہر غیر مطہر یعنی وہ پانی جو خود پاک ہو لیکن اس میں دوسروں کو پاک کرنے کی صلاحیت نہ ہو۔

۴۔نجس: وہ پانی جو خود ناپاک ہو۔

طاہر مطہر پانی

وہ خالص پانی جو اپنے تخلیقی وصف یعنی اصلی حالت پر باقی رہے، زیادہ مدت رکے رہنے، یا اس میں مٹی یا کائی وغیرہ ملنے کی وجہ سے اس میں تبدیلی آئے یا ایسی جگہ پانی رکا ہوا ہو یا اس کا گزر ایسی جگہ سے ہوتا ہو جہاں گندھک وغیرہ کوئی ایسی چیز ہو، جس کی وجہ سے پانی میں تبدیلی آئے تو وہ پانی ماءِ مطلق (طاہر مطہر) ہی رہتا ہے، کیوں کہ پانی کو اس سے محفوظ رکھنا مشکل ہے، ماءِ مطلق کے مطہر ہونے کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک بدو مسجد میں آیا اور اس نے وہاں پیشاب کیا، لوگ اس کو مارنے کے لیے دوڑے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہادو، تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، سختی کرنے والے بنا کر نہیں" (بخاری ۲۱۷) رسول اللہ کا یہ حکم اس بات کی دلیل ہے کہ پانی میں پاک کرنے کی صلاحیت اور خاصیت ہے۔

طاہر مطہر مکروہ پانی

یہ وہ پانی ہے جو دھوپ سے گرم ہوا ہو، اس کا استعمال مکروہ ہونے کے لیے مندرجہ ذیل تین شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱) گرم علاقے میں ہو۔

(۲) سونے اور چاندی کے علاوہ دھاتوں سے بنے ہوئے برتنوں میں ہو، مثلاً لوہا، تانبا یعنی کوٹنے کے قابل کسی دھات سے بنا ہوا برتن ہو۔

(۳) اس کا استعمال آدمی کے بدن کے لیے ہو، چاہے میت کے لیے ہی کیوں نہ ہو یا ایسے جانور کے لیے ہو جس کو برص کی بیماری لاحق ہو سکتی ہو مثلاً گھوڑا۔

امام شافعیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ ایسے پانی سے غسل کرنے کو ناپسند فرماتے تھے، فرمایا: دھوپ سے گرم ہوئے پانی کا استعمال تو صرف طبی نقصان کی وجہ سے مکروہ ہے، پھر یہ بیان کیا کہ اس سے برص کی بیماری آتی ہے۔

کیوں کہ سورج کی تیزی سے برتن کی چربی نکلتی ہے اور پانی کے اوپر آجاتی ہے، اگر

دھوپ کی گرمی کے ساتھ وہ بدن کو لگ جائے تو بدن کو نقصان پہنچتا ہے اور اس سے برص کی بیماری لاحق ہوسکتی ہے۔

طاہر غیر مطہر پانی

اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ قلیل مستعمل پانی جس کو فرض طہارت کے لیے استعمال کیا گیا ہو، مثلاً غسل اور وضو وغیرہ میں استعمال کیا ہوا پانی ۔اس سلسلے میں وضو کا حکم بھی غسل کے حکم کی طرح ہی ہے، کیوں کہ دونوں کا مقصد ایک ہی ہے، یعنی حدث کو ختم کرنا۔

جن عبادتوں کے لیے وضو کرنا یا غسل فرض ہونے کی صورت میں غسل کرنا ضروری ہوتا ہے، اس حالت کو حدث کہا جاتا ہے۔

(۲) وہ ماءِ مطلق (خالص پانی) جس میں کوئی پاک چیز ملی ہوئی ہو اور ملنے کے بعد اس کو نکالنا اور الگ کرنا ناممکن ہو اور اس میں ایسی تبدیلی آئے کہ اس کو ماءِ مطلق کہنا صحیح نہ ہو، مثلاً چائے، کافی وغیرہ۔

نجس پانی:

ماءِ نجس: وہ پانی ہے، جس میں نجاست گرگئی ہو، اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ماءِ قلیل: جو دو قلہ سے کم ہو، نجاست گرتے ہی یہ پانی نجس ہو جائے گا، چاہے پانی کے اوصاف رنگ، بو یا مزہ میں کوئی تبدیلی آئی ہو یا نہ آئی ہو، دو قلے پانچ سو بغدادی رطل کے برابر ہے جو وزن میں ۱۹۲ء۸۵ کلوگرام ہے، اور مکعب کے اعتبار سے سوا ہاتھ لمبا، سوا ہاتھ چوڑا اور سوا ہاتھ گہرا ہے۔

۲۔ ماءِ کثیر: جو دو قلے یا اس سے زیادہ ہو، صرف نجاست کے گرنے سے پانی نجس نہیں ہوتا بلکہ تین اوصاف رنگ، بو، یا مزہ میں سے کسی ایک وصف میں تبدیلی آجائے تو نجس ہو جاتا ہے، اس کی دلیل اجماع ہے، امام نووی نے (کتاب المجموع ۱؍۱۶۰) لکھا ہے کہ ابن

منذر نے فرمایا: اس بات پر اجماع ہے کہ کم پانی یا زیادہ پانی میں نجاست گر جائے اور مزہ، رنگ، یا بو میں تبدیلی آئے تو وہ نجس ہے۔

طہارت کے لیے کون سا پانی ضروری ہے:

طاہر غیر مطہر اور نجس پانی طہارت کے لیے یعنی رفعِ حدث یا نجاست کو زائل کرنے کے لیے استعمال نہیں کیے جاسکتے، بلکہ طہارت کے لیے پانی کی پہلی قسم اور دوسری قسم کا ہونا ضروری ہے، البتہ دوسری قسم کا استعمال بدن میں مکروہ ہے۔

تیسری قسم سے طہارت حاصل نہیں ہوتی، اگر چہ وہ فی نفسہ پاک ہے، یعنی طہارت کے علاوہ میں اس کا استعمال صحیح ہے، مثلاً اس پانی کو پینا اور پکانے وغیرہ میں استعمال کرنا صحیح ہے۔

چوتھی قسم نجس پانی کی ہے، اس کا استعمال کسی صورت میں صحیح نہیں ہے۔

برتنوں کے مسائل

۱۔ سونے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال کا حکم:

سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال کسی بھی طریقے سے جائز نہیں، چاہے وضو کے لیے ہو یا پینے کے لیے، البتہ ضرورت کے وقت جائز ہے، مثلاً اس کے علاوہ کوئی برتن نہ ہو۔

امام بخاری (۵۱۱۰) اور امام مسلم (۲۰۶۷) نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”نہ ریشم پہنو اور نہ دیباج، اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیئو اور اس کی پلیٹوں میں نہ کھاؤ، یہ چیزیں ان (کافروں) کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں“۔

کھانے اور پینے پر ان کے علاوہ استعمال کے دوسرے تمام طریقوں کو قیاس کیا گیا ہے اور حرمت میں عورت اور مرد دونوں شامل ہیں۔

استعمال کی طرح زیب وزینت وغیرہ کے لیے رکھنا بھی جائز نہیں ہے، یہ عام اصول ہے کہ جن چیزوں کا استعمال جائز نہیں ہے، ان کا زیب وزینت کے لیے رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

۲۔ سونے یا چاندی سے جوڑے ہوئے برتنوں کے استعمال کا حکم:

اگر کسی ٹوٹے ہوئے برتن کو سونے سے جوڑ دیا جائے تو اس کا استعمال مطلقاً حرام ہے، چاہے جڑی ہوئی جگہ بڑی ہو یا چھوٹی، البتہ چاندی سے جوڑ دیا جائے تو اس میں تفصیل ہے، اگر وہ جگہ بڑی ہو اور زینت کے لیے ہو یا بڑی ہو تو حرام ہے، اگر ضرورت کے لیے بڑی ہو یا زینت کے لیے چھوٹی ہو تو مکروہ ہے۔

۳۔ نفیس دھاتوں کے برتنوں کا استعمال:

نفیس دھات: مثلاً ہیرے، موتی، اور مرجان وغیرہ سے بنے ہوئے برتنوں کا استعمال جائز ہے، کیوں کہ اس کے ناجائز ہونے کے سلسلے میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے، جب تک حرمت کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی، اصل حکم حلال ہونا ہے۔

۴۔ کافروں کے برتنوں کے استعمال کا حکم:

کافروں کے برتنوں کا استعمال جائز ہے، امام بخاری (۵۱۶۱) کی حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ان برتنوں کو دھوؤ اور ان میں کھاؤ''، یہاں دھونے کا حکم استحبابی ہے، کیوں کہ کافروں کے برتنوں میں شراب یا خنزیر کا گوشت استعمال کرنے کا احتمال ہے، برتنوں کی طرح ان کے کپڑوں وغیرہ کا استعمال بھی جائز ہے۔

طہارت کی قسمیں

طہارت کی دو قسمیں ہیں: (۱) نجاست سے طہارت (۲) حدث سے طہارت

نجاست کے لغوی معنی: لغت میں نجاست ہر گندگی کو کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی معنی: ایسی گندگی جس کے ہوتے ہوئے نماز صحیح نہیں ہوتی مثلاً خون اور پیشاب

نجسِ عین چیزیں:

نجسِ عین چیزیں بہت سی ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ شراب اور ہر نشہ آور چیز: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ'' اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، بت اور پانسے سب شیطان کے گندے کام ہیں (مائدہ ۹۰) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے'' (مسلم ۲۰۰۳)

۲۔ کتا اور خنزیر: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کتا کسی برتن میں منھ ڈالے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھویا جائے اور پہلی مرتبہ مٹی سے دھویا جائے'' (مسلم ۲۷۹) امام دارقطنی (۱/۶۵) کی روایت میں ہے: ''ایک مرتبہ مٹی سے دھویا جائے''

۳۔ مردار: ہر وہ جانور جو شرعی ذبح کے بغیر مرجائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ'' تم پر مردار کو حرام کردیا گیا (المائدہ ۳) اس کی حرمت اس کے نجس ہونے کی وجہ سے ہے۔

مردار کے حکم میں بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے جانور بھی ہیں اور وہ جانور بھی جس کو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ'' اور جو غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہو (مائدہ ۳)۔

مردار کی نجاست سے تین چیزیں مستثنیٰ ہیں:

۱۔ مرا ہوا انسان: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ'' ہم نے آدم کی اولاد کو عزت سے سرفراز کیا ہے (اسراء ۷۰) اس کی عزت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں پاک رہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی ذات پاک ہے، مسلمان نجس نہیں ہوتا'' (بخاری ۲۷۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''مسلمان نجس نہیں ہوتا، نہ زندگی میں اور نہ مرنے کے بعد''۔

۲/۳۔ مچھلی اور ٹڈی: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو مردار پاک ہیں: مچھلی اور ٹڈی اور دو خون پاک ہیں: جگر اور تلی'' (ابن ماجہ)

۴۔ بہتا خون: اس میں قئے بھی شامل ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا

أَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ" "یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کہ وہ نجس ہیں (انعام ۱۴۵)

مذکورہ بالا احادیث کی وجہ سے خون کی نجاست سے جگر اور تلی مستثنیٰ ہیں۔

۵۔انسان کا بول وبراز: اسی طرح حیوان کا بول وبراز: امام بخاری (۲۱۷) اور امام مسلم (۲۸۴) نے روایت کیا ہے کہ ایک بدو نے مسجد نبوی میں پیشاب کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس پر ایک ڈول پانی بہاؤ" اس پر پانی بہانے کا حکم اس کے نجس ہونے کی دلیل ہے۔

۶۔جانور کی زندگی میں الگ کیا ہوا عضو: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"چوپائے سے جو کاٹا جائے وہ مردار ہے" (حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے)

اس حکم سے ماکول اللحم جانور (جس کا گوشت کھانا جائز ہے) کے بال اور پر مستثنیٰ ہیں، یہ پاک ہیں، کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: "وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ" "اور اللہ نے بنایا بھیڑوں کے اون سے اور اونٹوں کے اون سے اور بکریوں کے بالوں سے کتنے اسباب اور استعمال کی چیزیں، ایک مقررہ مدت تک کے لیے (النحل ۸۰)

۷۔غیر ماکول اللحم جانوروں مثلاً گدھے وغیرہ کا دودھ، کیوں کہ اس کا دودھ اس کے گوشت کی طرح ہے اور اس کا گوشت حرام ہے۔

نجاستِ عینی اور نجاستِ حکمی کی تفصیلات:

نجاستِ عینی: ہر وہ نجاست جو نظر آئے یا اس کا کوئی ظاہری وصف رنگ یا بو ہو مثلاً پیشاب، پاخانہ اور خون۔

نجاستِ حکمی: ہر وہ نجاست جو سوکھ گئی ہو اور اس کا اثر ختم ہو گیا ہو اور اس کا کوئی اثر رنگ یا بو باقی نہ ہو، اس کی مثال وہ پیشاب ہے جو کپڑے کو لگ کر سوکھ گیا ہو اور اس کا کوئی اثر موجود نہ ہو۔

نجاستِ مغلظہ، نجاست مخففہ اور نجاست متوسطہ:

نجاستِ مغلظہ (سخت): کتے اور خنزیر کی نجاست ہے، اس کے مغلظہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ دوسری نجاستوں کی طرح اس کو ایک ہی مرتبہ دھونا کافی نہیں ہے، بلکہ اس نجاست کو سات مرتبہ دھونا اور ان میں سے ایک مرتبہ مٹی سے دھونا ضروری ہے، جیسا کہ کتے کے سلسلے

میں حدیث گذر چکی ہے خنزیر کو اس پر قیاس کیا گیا ہے، کیوں کہ کتے سے بدتر خنزیر ہے۔

نجاستِ مخففہ (ہلکی): ایسے بچے کا پیشاب جس نے ابھی دودھ کے علاوہ کچھ نہ کھایا ہو اور اس کی عمر دو سال مکمل نہ ہوئی ہو، اس کے مخففہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس نجاست پر صرف پانی چھڑکنا کافی ہے، پانی بہانا ضروری نہیں ہے۔

نجاستِ متوسطہ (درمیانی): کتا، خنزیر اور مذکورہ بالا دو سال سے کم کے بچے کے پیشاب کے علاوہ تمام نجاستیں مثلاً انسان اور حیوانوں کا بول وبراز اور خون، اس کو متوسطہ اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ چھڑکنے سے پاک نہیں ہوتا اور نہ اس میں بار بار دھونا واجب ہے، صرف ایک مرتبہ دھونے سے عینِ نجاست ختم ہو جائے تو کافی ہے۔

نجاست سے پاکی حاصل کرنے کا طریقہ:

نجاستِ مغلظہ سے پاکی حاصل کرنے کا طریقہ:

یہ کتے اور خنزیر کی نجاست ہے، یہ نجاست اسی وقت دور ہوگی جب سات مرتبہ دھویا جائے اور ان میں سے ایک مرتبہ مٹی سے رگڑا جائے، چاہے نجاست عینی ہو یا حکمی، چاہے کپڑے پر ہو یا بدن پر یا جگہ پر، اس کی دلیل کتے کے منھ ڈالنے کی صورت میں پاکی کے طریقے سے متعلق حدیث ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

نجاست مخففہ سے پاکی حاصل کرنے کا طریقہ:

یہ اس بچے کا پیشاب ہے جس نے دودھ کے علاوہ کچھ نہ کھایا ہو، یہ نجاست صرف اس پر پانی چھڑکنے سے ختم ہو جاتی ہے، چاہے وہ نجاست عینی (نظر آنے والی) ہو یا حکمی، چاہے بدن پر ہو یا کپڑے یا جگہ پر۔

نجاست متوسطہ سے پاکی حاصل کرنے کا طریقہ:

یہ مذکورہ نجاستوں کے علاوہ دوسری نجاستیں ہیں، نجاست اس وقت دور ہو جاتی ہے جب اس پر پانی بہا کر نجاست کا اثر ختم کیا جائے، جس کے نتیجہ میں عین نجاست اور اس کے تمام اوصاف: رنگ، بو اور مزہ ختم ہو جائے، چاہے نجاست عینی ہو یا حکمی، چاہے بدن پر لگی ہو یا کپڑے یا جگہ پر، البتہ رنگ کو زائل کرنا دشوار ہو تو اس کے باقی رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا مثلاً خون۔

بچوں کے پیشاب پاخانہ کی صفائی میں بے احتیاطی

عام طور عورتوں میں یہ بری عادت ہے کہ بچہ جب کپڑے یا چادر پر پیشاب یا قے کرتا ہے تو اس پر پانی نہیں بہاتی ہیں، بلکہ پانی سے صرف ہاتھ پھیرتی ہیں، اس سے پاکی اور طہارت حاصل نہیں ہوتی، بلکہ پانی بہا کر نجاست زائل کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر وہ کپڑا یا چادر صاف نہیں ہوتا۔

۳۔ کتے اور خنزیر کے علاوہ دوسرے مردار جانوروں کے چمڑوں کو پاک کرنے کا طریقہ: کتے اور خنزیر کے علاوہ دوسرے جانوروں کا چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے، دباغت یہ ہے کہ چمڑے کی رطوبت (جس کے رہنے سے چمڑا خراب ہوجاتا ہے) کسی تیز گرم مادے سے اس طرح ختم کی جائے کہ اگر اس کو پانی میں ڈالا جائے تو وہ خراب نہ ہو اور اس میں بدبو نہ آئے۔ چمڑے کے استعمال سے پہلے اس کو پانی سے دھونا چاہیے۔

بعض معفوعنھا نجاستیں: (وہ نجاستیں جو شریعت کی طرف سے معاف کی گئی ہیں)

اسلام پاکی اور نظافت کا دین ہے، اسی وجہ سے نجاست کو زائل کرنا اور اس سے بچنا ضروری ہے، چاہے نجاست جہاں پر بھی ہو، اسلام نے نماز صحیح ہونے کے لیے کپڑے، بدن اور جگہ کے پاک ہونے کی شرط لگائی ہے۔

لیکن دین نے آسانی کا بھی خیال رکھا ہے، اسی لیے بعض ایسی نجاستوں کو معاف کردیا ہے جن کا زائل کرنا دشوار ہوتا ہے یا ان سے بچنا مشکل ہوتا ہے، تاکہ لوگوں کے لیے آسانی ہو اور ان سے تکلیف دور ہو۔

بعض معفو عنھا نجاستیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ پیشاب کے وہ چھینٹیں جن کا ادراک معتدل نگاہیں نہیں کرسکتی ہیں، اگر وہ بدن یا کپڑے پر لگیں، چاہے وہ نجاست مغلظہ ہو یا مخففہ یا متوسطہ۔

۲۔ تھوڑا سا خون، پیپ، مچھروں کا خون اور مکھیوں کی گندگی وغیرہ، لیکن شرط یہ ہے کہ عمداً نہ لگایا جائے۔

۳۔ زخموں کا خون اور پیپ، چاہے زیادہ ہی کیوں نہ ہو، لیکن شرط یہ ہے کہ اپنا ہو، دوسرے کا نہ ہو، اور عمداً نہ لگایا ہو۔

۴۔ چوپایوں کا وہ گوبر جو دانوں کو بالیوں سے جدا کرتے وقت دانوں کو لگ جاتا ہے، اسی طرح وہ گوبر جو دودھ دھوتے وقت دودھ میں گر جاتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اتنا زیادہ نہ ہو کہ اس سے دودھ میں تبدیلی آجائے۔

۵۔ پانی میں مچھلی کا گوبر، جب کہ پانی میں تبدیلی نہ آئے، اسی طرح ان جگہوں پر پرندوں کی بیٹ جہاں پرندے بہت زیادہ آتے جاتے رہتے ہیں، مثلاً حرم مکی اور حرم مدنی وغیرہ، کیوں کہ اس سے بچنا دشوار ہے۔

۶۔ قصائی کے کپڑے میں لگا ہوا تھوڑا خون۔

۷۔ گوشت کو لگا ہوا خون۔

۸۔ راستے کی نجس مٹی جو آدمی کے بدن یا کپڑوں پر لگ جاتی ہے۔

۹۔ وہ مردار جس میں بہتا خون نہ ہو، یعنی خود اس میں خون نہ ہو، جب وہ پتلی چیز میں گر جائے، مثلاً مکھی، شہد کی مکھی، چیونٹی وغیرہ، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ازخود گر جائے اور گری ہوئی چیز میں کوئی تبدیلی نہ آئی ہو۔

احکامِ استنجا اور آدابِ استنجا

استنجا کے معنی پیشاب اور پاخانہ نکلنے کی جگہ سے نجاست کو صاف کرنے یا کم کرنے کے ہیں، استنجا کرنا یعنی نجاست سے پاکی حاصل کرنا واجب ہے۔

کس چیز سے استنجا کیا جائے:

ماءِ مطلق سے استنجا کرنا جائز ہے اور یہی نجاست سے پاکی حاصل کرنے کا اصل ذریعہ ہے، اسی طرح ہر اس چیز سے استنجا کرنا جائز ہے جو سوکھی اور کھردری ہو اور اس سے نجاست زائل کرنا ممکن ہو مثلاً پتھر اور پتے وغیرہ۔

افضل یہ ہے کہ پہلے پتھر وغیرہ سے استنجا کرے، پھر پانی استعمال کرے، کیوں کہ پتھر سے عینِ نجاست زائل ہوتی ہے اور اس کے بعد پانی کے استعمال سے نجاست کا اثر بھی ختم ہوجاتا ہے، اگر پانی اور پتھر میں سے کسی ایک پر اکتفا کرنا چاہے تو پانی کا استعمال افضل ہے، کیوں کہ اس سے عینِ نجاست اور اسکے اثرات دونوں ختم ہوجاتے ہیں، برخلاف دوسری چیزوں کے، اگر صرف پتھر وغیرہ پر اکتفا کرے تو اس کا سوکھا ہونا شرط ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ اگلی یا پچھلی شرم گاہ سے نکلی ہوئی گندگی کے سوکھنے سے پہلے اس کا استعمال کرے اور گندگی پچھلی شرم گاہ کے مخرج یا اگلی شرم گاہ کے حشفہ سے یا عورت کی اگلی شرمگاہ کے مخرج سے تجاوز نہ کرگئی ہو، اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ تین پتھروں یا پتّوں سے کم نہ ہوں، اگر محل نجاست صاف نہ ہوجائے تو تین سے زیادہ پتھر یا پتے استعمال کرے، وتر تعداد میں استعمال کرنا مستحب ہے، مثلاً پانچ، سات وغیرہ، اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ پتھر یا اس جیسی دوسری چیزوں میں نجاست کو جذب کرنے کی صلاحیت ہو۔

نجس العین یا نجاست لگی ہوئی چیزوں سے استنجا کرنا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اس سے نجاست کے اثر میں کمی آنے کے بجائے اضافہ ہوجاتا ہے۔

انسانوں کی غذا مثلاً روٹی وغیرہ سے استنجا کرنا حرام ہے، اسی طرح جنّات کی غذا مثلاً ہڈی وغیرہ سے بھی استنجا کرنا حرام ہے۔

ہر قابلِ احترام چیز سے استنجا کرنا حرام ہے، مثلاً کسی جانور کا عضو، مثلاً اس کے اگلے یا پچھلے پاؤں، آدمی کے اعضاے جسمانی سے استنجا کرنا بدرجہ اولی حرام ہے، کیوں کہ یہ اس کی عزت کے منافی ہے، اگر کسی حیوان کا عضو اس سے الگ ہوگیا ہو، اور وہ پاک ہو تو اس سے استنجا کرنا جائز ہے، مثلاً ماکول اللحم جانوروں کے بال اور مردار جانور کا دباغت کیا ہوا چمڑا۔

استنجا اور قضاے حاجت کے آداب:

ذیل میں چند آداب پیش کیے جارہے ہیں، جن کی ہر مسلمان کو قضاے حاجت اور استنجا کے وقت رعایت رکھنا چاہیے:

۱۔ قضاء حاجت کی جگہ سے متعلق آداب:

۱۔ لوگوں کے راستے میں جہاں لوگ بیٹھتے ہیں، پیشاب اور پاخانہ سے اجتناب کرنا چاہیے، کیوں کہ اس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

۲۔ زمین یا دیوار وغیرہ کے سوراخ میں پیشاب کرنا، کیوں کہ اس سے خود اس کو تکلیف ہوسکتی ہے، اس میں کوئی نقصان پہنچانے والا جانور مثلاً سانپ یا بچھو وغیرہ رہ سکتے ہیں، جو سوراخ سے نکل کر اس کو نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں، اور کبھی کمزور جانور اس میں رہتے ہیں، جس سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے، مثلاً چیونٹی وغیرہ۔

۳۔ پھل دار درخت کے نیچے قضاے حاجت نہیں کرنا چاہیے، یہ حکم پھل کو نجاست سے ملوث ہونے سے بچانے کے لیے ہے، چاہے وہ پھل کھایا جانے والا ہو یا اس سے کوئی دوسرا فائدہ اٹھایا جاتا ہو، تاکہ لوگ اس سے گھن نہ کریں۔

۴۔ رُکے ہوئے پانی میں قضاے حاجت سے بچنا چاہیے، کیوں کہ زیادہ پانی کی صورت میں گرچہ پانی نجس نہیں ہوتا لیکن لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں اور کم پانی کی صورت میں وہ نجس ہوکر ضائع ہوجاتا ہے۔

۲۔ قضاے حاجت کے لیے داخل ہونے اور نکلنے سے متعلق آداب

۱۔قضاے حاجت کے لیے جانے والے شخص کے لیے مستحب یہ ہے کہ داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے اندر داخل کرے اور نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے باہر نکالے، کیوں کہ نجس اور گندی جگہوں کے لیے یہی مناسب ہے۔

۲۔اللہ اور اس کے صفات پر مشتمل اذکار اپنے ساتھ بیت الخلا میں نہ لے جائے۔

۳۔یہ بھی مستحب ہے کہ بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے اور نکلنے کے بعد نبی کریم ﷺ سے ثابت اذکار اور دعائیں پڑھے: چناں چہ داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھے: ''بِاسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ '' (بخاری ۱۴۲، مسلم ۳۷۵) اللہ کے نام کے ساتھ میں داخل ہوتا ہوں اور میں تیرے حضور مرد اور عورت شیاطین سے پناہ مانگتا ہوں۔

بیت الخلا سے نکلنے کے بعد یہ دعا پڑھے: ''غُفْرَانَکَ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّیْ الْاَذٰی وَعَافَانِیْ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَذَاقَنِیْ لَذَّتَہٗ، وَاَبْقٰی فِیَّ قُوَّتَہٗ، وَدَفَعَ عَنِّیْ اَذَاہُ'' میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ سے تکلیف کو دور کیا اور مجھے عافیت دی، اس اللہ کی تعریف ہے جس نے مجھے اس کی لذت کا مزہ چکھایا اور مجھ میں اس کی قوت باقی رکھی اور مجھ سے اس کی تکلیف دور کی'' (ابوداؤد ۳۰، ترمذی ۷، ابن ماجہ ۳۰۱، طبرانی)

۳۔قضاے حاجت کے وقت کس طرف رخ کیا جائے:

قضاے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا یا پیٹھ کرنا حرام ہے جب کہ وہ کھلی جگہ پر ہو اور قضاے حاجت کے وقت ستر کو چھپانے والی کوئی بلند چیز نہ ہو، اس عمارت کا بھی یہی حکم ہے جو قضاے حاجت کے لیے بنائی گئی ہو اور اس میں مذکورہ شرائط نہ پائے جاتے ہوں، یہ بھی شرط ہے کہ ستر کرنے والی چیز اس سے تین ذراع یعنی ۱۵۰ اسینٹی میٹر سے دور نہ ہو، اگر عمارت قضاے حاجت کے لیے تعمیر کی گئی ہو تو قبلہ کی طرف رخ کرنا اور پیٹھ کرنا جائز ہے۔

۴۔قضاے حاجت کرنے والے کے لیے آداب:

اپنے بائیں پاؤں پر وزن ڈالے اور اپنے داہنے پاؤں کو کھڑا کرے، آسمان کی

طرف نہ دیکھے اور نہ اپنی شرمگاہ کی طرف، نکلنے والی گندگی کی طرف بھی نہ دیکھے، کیوں کہ یہ مناسب نہیں ہے، قضاے حاجت کے دوران گفتگو وغیرہ کرنا مکروہ ہے۔

۵۔ بائیں ہاتھ سے استنجا کرنا:

پانی یا پتھر وغیرہ سے محلِ نجاست کو صاف کرنے کے لیے بایاں ہاتھ استعمال کرے، داہنے ہاتھ کا استعمال مکروہ ہے، اسی طرح اپنی اگلی شرمگاہ کو چھونا بھی مکروہ ہے، اگر پتھر وغیرہ سوکھی چیزوں سے صاف کرنے کے لیے مرد کو اگلی شرمگاہ پکڑنے کی ضرورت ہو تو داہنے ہاتھ سے سوکھی چیز پکڑے اور بائیں ہاتھ سے اگلی شرمگاہ پکڑ کر ہلائے۔

حدث سے پاکی کے احکام:

حدث کی قسمیں: حدث کی دو قسمیں ہیں: ۱۔حدثِ اکبر ۲۔حدثِ اصغر

حدثِ اصغر: یہ اعتباری چیز ہے جو انسان کے چار اعضاء کو لاحق ہوتی ہے، وہ چہرہ، دونوں ہاتھ، سر اور دونوں پاؤں ہیں، اس سے نماز وغیرہ صحیح نہیں ہوتی، یہ حدث وضو سے ختم ہوجاتا ہے اور نماز وغیرہ عبادتوں کی ادائیگی جائز ہوجاتی ہے۔

حدثِ اکبر: یہ بھی اعتباری چیز ہے جو انسان کے پورے جسم کو لاحق ہوتی ہے اور نماز وغیرہ سے مانع بن جاتی ہے، یہ حدث غسل سے ختم ہوجاتا ہے اور حالت جنابت میں منع کردہ عبادتوں کی ادائیگی جائز ہوجاتی ہے۔

جنابت کے احکام

جنابت کے معنی: جنابت کے اصل معنی بعد اور دوری کے ہیں، جنابت کا اطلاق منی پر ہوتا ہے، اسی طرح جماع پر بھی ہوتا ہے، اس اعتبار سے جنبی وہ شخص ہے جو انزال یا جماع کی وجہ سے ناپاک ہوگیا ہو، اس کو جنبی اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ جنابت کی وجہ سے جب تک اس حالت میں رہتا ہے، نماز سے دور رہتا ہے، جنبی کا لفظ عورت، مرد اور واحد جمع سب کے لیے استعمال ہوتا ہے، چناں چہ مرد کو بھی جنبی کہا جائے گا اور عورت کو بھی،

اسی طرح ایک کو بھی اور بہت سوں کو بھی۔

انسان کب جنبی ہوتا ہے :

انسان مندرجہ ذیل دوصورتوں میں جنبی ہوتا ہے:

۱۔مرد یا عورت کو کسی بھی سبب سے انزال ہو جائے، چاہے انزال احتلام کی وجہ سے ہو یا ملاعبت کی وجہ سے یا دیکھنے یا سوچنے کی وجہ سے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور دریافت کیا: اللہ کے رسول! اللہ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا، کیا عورت پر اس وقت غسل واجب ہے جب اس کو احتلام ہو جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جی ہاں، جب وہ پانی دیکھے"۔ (بخاری ۲۷۸، مسلم ۳۱۳)

امام ابوداؤد (۲۳۶) وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو خواب میں جماع کرتے ہوئے دیکھتا ہے اور (کپڑے یا بستر پر) گیلا پن نہیں پاتا؟ آپ نے فرمایا: "اس پر غسل نہیں ہے"، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: عورت اس کو دیکھے تو کیا اس پر غسل ہے؟ آپ نے فرمایا: "جی ہاں، عورتیں مردوں کی طرح ہیں"، یعنی تخلیق اور طبیعت میں ان کی طرح ہیں۔

۲۔جماع کرنے سے بھی آدمی جنبی ہو جاتا ہے، چاہے منی نہ نکلے۔

جنابت کی وجہ سے مندرجہ ذیل چیزیں حرام ہو جاتی ہیں:

۱۔نماز: فرض ہو یا نفل، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا" "تم نماز کے قریب مت جاؤ جب تم نشہ میں رہو، یہاں تک کہ تم جو کہتے ہو جان لو، اور حالت جنابت میں (نماز کے قریب مت جاؤ) صرف راستہ پار کرنے والے (جا سکتے ہیں) یہاں تک کہ تم غسل کر لو (نساء ۴۳)

۲۔مسجد میں ٹھہرنا اور بیٹھنا، البتہ رکے بغیر گزرنا حرام نہیں ہے، جب کہ بار بار گزرنا نہ ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ" یعنی جب تم حالتِ جنابت میں رہو

تو نماز کے قریب مت جاؤ اور نہ نماز کی جگہ کے یعنی مسجد کے۔ البتہ قریب سے گزرنا اور راستہ پار کرنے کے لیے گزرنا جائز ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد حلال نہیں کی گئی ہے" (ابوداؤد ۲۳۲)۔

۳۔کعبہ کا طواف کرنا، چاہے فرض طواف ہو یا نفل، کیوں کہ طواف نماز کی طرح ہے، نماز کی طرح اس کے لیے بھی طہارت شرط ہے۔

۴۔قرآن کی تلاوت: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حائضہ عورت اور جنبی قرآن کا کوئی حصہ نہ پڑھے" (ترمذی ۱۳۱)

نوٹ: جنبی کے لیے دل میں زبان کو حرکت دیے بغیر قرآن کی تلاوت کرنا جائز ہے، اسی طرح مصحف میں دیکھنا بھی جائز ہے، ذکر کے ارادے سے قرآن کے اذکار پڑھنا جائز ہے، البتہ تلاوت کے ارادے سے قرآن کے اذکار پڑھنا جائز نہیں ہے، مثلاً دعا کے ارادہ سے کہے: "رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" (بقرہ ۲۰۱)، اسی طرح سواری پر سوار ہونے کے بعد ذکر کے ارادے سے یہ آیت پڑھے: "سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ" (زخرف ۱۳)

۵۔مصحف کو چھونا، اٹھانا یا اس کے ورق یا اس کی جلد کو چھونا یا صندوق یا تھیلی میں رکھ کر اٹھانا حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ" "صرف پاک لوگ ہی اس کو چھوتے ہیں (واقعہ ۷۹) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "قرآن کو وہی شخص چھوئے جو پاک ہو" (دار قطنی ۱/۱۲۱، موطا ۱/۱۹۹)

نوٹ: جنبی کے لیے مصحف کو اٹھانا اس وقت جائز ہے جب وہ سامان یا کپڑوں میں ہو اور بذات خود قرآن اٹھانا مقصود نہ ہو، بلکہ سامان اور کپڑوں کو اٹھانے کے ساتھ اس کو اٹھائے، اسی طرح تفسیر کی کتابوں کو اٹھانا بھی جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ قرآن سے تفسیر کے الفاظ زیادہ ہوں۔

حیض،نفاس اوراستحاضہ

عورت کی فرج یعنی اگلی شرمگاہ سے جوخون نکلتا ہے،اس کی تین قسمیں ہیں:حیض، نفاس اوراستحاضہ

ا۔حیض

حیض لغت میں سیلان اوربہنے کوکہا جاتا ہے۔"حاض الوادی"وادی میں سیلاب آگیا۔

شریعت میں اس فطری خون کوکہتے ہیں جوصحیح سالم طبیعت کاتقاضاہے اورجوعورت کی بلوغت کے بعد صحت کی علامت کے طور پر رحم سے متعین دنوں میں نکلتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالی نے تمام بنات آدم کے حق میں حیض کومقدرکردیا ہے،اسے رحم مادر کے اندر پیدا کرکے حمل کے دوران بچہ کے لیے غذا کا بندوبست کیا ہے،پھر یہی خون ولادت کے بعد دودھ میں تبدیل ہوجاتا ہے،جب عورت حالتِ حمل میں نہیں رہتی یا بچے کو دودھ پلانے کے ایام نہیں رہتے تو اس خون کا کوئی مصرف نہیں رہتا ہے،اس لیے متعینہ اوقات میں خارج ہوجاتا ہے۔

عموماً سب سے کم عمر جس میں عورت کوحیض آنا شروع ہوتا ہے،وہ نوسال ہے،اور پچاس سال کی عمر تک آتا رہتا ہے،اس کے بعدعورت آئسہ یعنی حیض سے ناامید کہلاتی ہے۔

بلوغت کی عمر

بلوغت سے مراد ایک مقررہ عمر ہے،جب انسان اس عمر کو پہنچتا ہے تو شرعی امور: نماز،روزہ،حج وغیرہ اس پر فرض ہوجاتے ہیں۔

بلوغت مندرجہ ذیل چیزوں سے معلوم ہوجاتی ہے:

۱۔مرداورعورت کواحتلام ہوجائے۔

۲۔عورت کوحیض کا خون نظر آئے،جس عمر میں احتلام یا حیض آتا ہے اس عمر کو پہنچ

جائے تو وہ بالغ سمجھی جائے گی اوروہ عمر قمری یعنی اسلامی نوسال کامکمل ہونا ہے،اس کے بعد یااس سے پہلے بلوغت کااعتبار علاقے کی طبیعت اورمعاشرتی حالات پرموقوف ہے۔

۳۔اگراحتلام نہ ہویا حیض نہ آئے تو پندرہ قمری سال مکمل ہونا ہے۔

حیض کی مدت

حیض کی کم سے کم مدت (اقلِ مدت) ایک دن ایک رات ہے۔

زیادہ سے زیادہ مدت (اکثرِ مدت) پندرہ دن پندرہ راتیں ہیں۔

اکثرعورتوں کوحیض چھ یا سات دن آتا ہے۔

دوحیض کے درمیان طہر (پاکی) کی اقلِ مدت پندرہ دن ہیں اورطہر کی اکثرمدت کی کوئی حد نہیں،کبھی عورت کوایک سال دوسال بلکہ کئی سالوں تک حیض نہیں آتا،ان اندازوں کی بنیاد تجربات پر ہے،ایسے واقعات ہوئے ہیں جن سے یہ اندازے صحیح ثابت ہوچکے ہیں۔

اگرعورت کوایک دن اورایک رات سے کم مدت خون آئے یاپندرہ دن سے زیادہ خون آئے تو یہ خون استحاضہ کاخون سمجھا جائے گا،حیض کاخون نہیں،حیض کاخون؛خون کے رنگ اوراس کے گاڑھے پن کی وجہ سے معلوم ہوجاتا ہے،اوریہ خون استحاضہ کے خون سے بالکل الگ رہتا ہے۔

اگرصرف ایک دن ایک رات خون آئے تو ضروری ہے کہ مسلسل آتا رہے،یعنی اگر شرمگاہ میں روئی رکھے تو خون کے اثر سے روئی گیلی ہوجائے،اگراس سے بھی کم مدت خون آئے تو وہ حیض کا خون نہیں ہے،بلکہ استحاضہ کا خون ہے،اس صورت میں نماز روزے معاف نہیں ہوتے،بلکہ اپنی شرمگاہ کوصاف کرکے نماز پڑھنا ضروری ہے۔

اگردوتین دن اس طرح خون آئے کہ تھوڑی دیر آتا رہے اورتھوڑی دیر رکتا رہے تو اگرخون کی جملہ مدت چوبیس گھنٹے یااس سے زائد ہو تو حیض ہے،ورنہ استحاضہ۔

جب حیض کا خون رک جائے تو فوراً غسل کرکے نماز پڑھنا ضروری ہے،تاخیرکرنا جائز نہیں ہے،اگرکسی عورت کی عادت سات دن خون آنے کی ہے،لیکن اس مرتبہ پانچ دن خون آکر رک جائے تو وہ مزید دودن انتظار نہیں کرے گی،بلکہ فوراً غسل کرکے نماز پڑھنا

شروع کرے گی، ورنہ وہ گنہ گار ہو جائے گی۔

جس وقت خون رک جائے اور کسی نماز کا آخری وقت ہو تو فوراً غسل کر کے اس نماز کو پڑھنا فرض ہے، چاہے اتنا کم وقت ہو کہ غسل کر کے پوری نماز وقت کے اندر ملنے کا امکان نہ ہو، صرف تکبیر تحریمہ ملنے کا بھی امکان ہو تو فوراً غسل کر کے نماز شروع کرنا ضروری ہے، بصورتِ دیگر اُس کو نماز کی قضا کرنی پڑے گی۔

خون آئے، رکے پھر دوبارہ جاری ہو جائے

کسی عورت کو چھ دن خون آنے کے بعد رک جائے، اس کے بعد وہ فوراً غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کرے، پھر چار دن بعد اس کو خون جاری ہو جائے اور دو دن تک خون آتا رہے تو جملہ بارہ دن حیض میں شمار ہوں گے، جن چار دنوں میں خون آنا بند ہو گیا تھا، اس دوران پڑھی ہوئی سبھی نمازیں شمار نہیں ہوں گی، اسی طرح اگر روزہ رکھے تو روزہ شمار نہیں ہوگا، بلکہ ان روزوں کی قضا کرنا ضروری ہے، اگر اس دوران مرد سے جماع کیا ہو تو معاف ہے، کیوں کہ اس کے خیال میں وہ پاک تھی، حالتِ حیض میں نہیں تھی، جب دوبارہ یعنی بارہویں یا تیرہویں دن خون رک جائے تو دوبارہ حیض سے پاکی کا غسل کرنا ضروری ہے۔

کسی عورت کو پانچ دن خون آئے، پھر دو دن رک کر تیسرے دن شروع ہو جائے اور مسلسل سات دن آتا رہے تو یہ پوری مدت یعنی چودہ دن حیض میں شمار ہوگی۔

اسی طرح کسی عورت کو پہلی تاریخ کو صرف ایک دو گھنٹہ خون آئے، پھر دو دنوں تک رکا رہے، پھر پانچ دن تک جاری رہے تو یہ جملہ مدت حیض میں شمار ہوگی۔

اس کا قاعدہ یہ ہے کہ پندرہ دنوں کے اندر خون جاری ہو جائے، پھر رکے، پھر جاری ہو جائے تو حیض کا خون شمار کیا جائے گا، اگر پندرہ دنوں سے زیادہ یا ایک دن ایک رات سے کم ہو تو استحاضہ کا خون مانا جائے گا۔

یہ بھی خیال رہے کہ پچھلے حیض کے بعد پندرہ دن گزر چکے ہوں، اگر پندرہ دن سے پہلے خون جاری ہو جائے تو یہ حیض کا خون نہیں ہے، بلکہ استحاضہ کا خون ہے، کیوں کہ طہر یعنی

حیض سے پاکی کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے، اس لیے پاکی کے ان پندرہ دنوں کے دوران آنے والا خون حیض کا خون نہیں ہے۔

اسی طرح اگر پندرہ دن مسلسل خون آنے کے بعد رک جائے یا شروع میں خون جاری ہو کر رک جائے پھر جاری ہو جائے اور مجموعی مدت پندرہ دن مکمل ہونے کے بعد بھی خون آتا رہے تو یہ حیض کا خون نہیں ہے، بلکہ استحاضہ یعنی بیماری کا خون ہوگا، پندرہ دنوں کے بعد غسلِ طہارت کر کے نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا ضروری ہے، کیوں کہ حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن اور پندرہ راتیں ہیں۔

حیض کی وجہ سے حرام ہونے والی چیزیں:

جنابت کی صورت میں جو امور حرام ہیں، وہ سبھی امور حیض کی صورت میں بھی حرام ہیں، البتہ ان کے علاوہ بھی دوسری چیزیں حائضہ کے لیے حرام ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مسجد کے خون سے ملوث ہونے کا خطرہ ہو تو مسجد سے گزرنا، کیوں کہ خون نجس ہے اور نجس چیز سے مسجد کو ملوث کرنا حرام ہے، اگر تلویث کا خطرہ نہ ہو تو گزرنا جائز ہے۔

۲۔ روزہ: حائضہ کے لیے روزہ رکھنا حرام ہے، چاہے روزہ فرض ہو یا نفل، اس پر امت کا اجماع بھی ہے۔

حائضہ عورت حیض سے پاک ہونے کے بعد چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرے گی، نمازوں کی قضا نہیں کرے گی، جب عورت کو حیض آنا بند ہو جائے تو اس پر روزہ واجب ہو جاتا ہے، چاہے وہ غسل نہ کرے۔

امام بخاری (۳۱۵) اور امام مسلم (۳۳۵، الفاظ ان ہی کے ہیں) نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا: حائضہ کا کیا مسئلہ ہے کہ روزوں کی قضا کرتی ہے اور نمازوں کی قضا نہیں کرتی؟ انھوں نے فرمایا: ”رسول اللہ کے زمانے میں ہمیں حیض آتا تھا تو ہم کو روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا“ شاید اس کی حکمت یہ ہے کہ نمازیں زیادہ رہتی ہیں، جن کی قضا دشوار ہے،

البتہ روزوں میں ایسا نہیں ہے۔

۳۔ جماع کرنا اور ناف اور گھٹنوں کے درمیان کے حصہ سے لطف اندوز ہونا، اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ'' اور وہ تم سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے: وہ تکلیف دہ چیز ہے، چناں چہ تم حیض میں عورتوں سے دور رہو اور ان کے قریب مت جاؤ، یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائیں، جب وہ پاک ہوجائیں تو تم ان کے پاس آؤ، جس طرح اللہ نے تم کو حکم دیا ہے، بلا شبہ اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور پاک وصاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (بقرہ۲۲۲) دور رہنے سے مراد جماع نہ کرنا ہے۔

امام ابو داؤد (۲۱۲) نے حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا: میری بیوی حائضہ ہو تو میرے لیے کیا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ازار یعنی لنگی سے اوپر کا حصہ''، ازار وہ کپڑا ہے جو جسم کے درمیانی حصے اور اس کے نچلے حصے کو ڈھانکتا ہے، وہ عام طور پر ناف سے گھٹنے تک کا حصہ ہے۔

حائضہ عورت سے جماع کی حرمت اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک خون کا آنا بند نہ ہوجائے اور عورت غسل سے فارغ نہ ہوجائے۔

۲۔ نفاس

کبھی ولادت ہوتی ہے اور اس کے بعد خون نہیں نکلتا، اس کا حکم جنابت کے حکم کی طرح ہی ہے، کیوں کہ بچہ عورت کی منی اور مرد کی منی سے تیار ہوتا ہے، وضعِ حمل جیسا بھی ہو یا وضعِ حمل کا طریقہ جو بھی ہو حکم ایک ہی ہے، اگر ولادت کے بعد خون نکلے (اکثر خون نکلتا ہے) تو اس کو نفاس کہتے ہیں، اس کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:

نفاس کے معنی ولادت کے ہیں، اور شریعت میں نفاس کہتے ہیں اس خون کو جو

ولادت کے بعد نکلتا ہے، اس کو نفاس اس لیے کہتے ہیں کہ نفس یعنی انسان کے نکلنے کے بعد یہ خون نکلتا ہے اور نفاس والی عورت کو نفساء کہا جاتا ہے۔

جننے سے پہلے نکلنے والے خون کا حکم

جو خون دردِ زہ کے دوران یا بچہ ہوتے وقت نکلتا ہے وہ نفاس کا خون نہیں ہے، کیوں کہ یہ خون بچہ نکلنے سے پہلے کا ہے، بلکہ یہ فاسد خون ہے، اسی وجہ سے دردِ زہ کے دوران اگر خون آئے تو نماز واجب ہوگی، اگر نماز پڑھ نہ سکتی ہو تو اس نماز کی قضا کرنا ضروری ہے۔

نفاس کی مدت:

نفاس کی کم سے کم مدت ایک لحظہ ہے، عام طور پر نفاس کا خون چالیس دن نکلتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ساٹھ دن، اس سے زیادہ دن خون نکلے تو وہ استحاضہ کا خون ہے، مدت کی تعیین تجربات کی بنیاد پر ہے۔

جننے کے بعد خون نکلنا شروع ہوجائے، پھر چند دنوں بعد رک جائے تو خون رکتے ہی غسل کرکے نماز پڑھنا ضروری ہے، چالیس دن کا انتظار کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ نفاس کا خون آنے کی کم سے کم مدت ایک لحظہ ہے، ہوسکتا ہے کہ خون نہ بھی آئے، ان صورتوں میں جس وقت بھی خون رک جائے، اس وقت پاکی حاصل کرکے نماز پڑھنا ضروری ہوجاتا ہے، اگر اس میں کوتاہی کرے تو جتنی نمازوں کا وقت اس دوران گزر جائے گا، ان کی قضا کرنا واجب ہے، اور وہ گنہ گار بھی ہوگی۔

اگر کسی عورت کو پہلا بچہ ہوجائے اور اس موقع پر چالیس دن خون آئے تو ضروری نہیں کہ دوسرے بچے کی ولادت کے وقت اتنے ہی دن خون آئے، بلکہ اس سے کم یا زیادہ دن بھی خون آسکتا ہے، اگر دوسرے بچے کی ولادت کے موقع پر تیس دن خون آئے تو چالیس دنوں کا انتظار کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ جس دن خون آنا بند ہوجائے گا، اسی دن غسل کرکے نماز پڑھنا ضروری ہے، ورنہ وہ گنہ گار ہوگی اور جتنے دن خون نہیں آیا ہے، اتنے دنوں کی نمازوں کی قضا کرنا بھی ضروری ہے۔

اگر جننے کے بعد خون جاری نہ ہو

کسی عورت کو جننے کے بعد خون جاری نہ ہو، یہاں تک کہ پندرہ دن گزر جائیں، اس کے بعد خون آنا شروع ہو جائے تو یہ نفاس کا خون نہیں ہوگا، بلکہ حیض کا خون ہوگا، اور یہ پندرہ دنوں کی مدت پاکی کے ایام میں شمار ہوگی، اس دوران اگر کسی نے نمازیں نہیں پڑھی ہے تو ان نمازوں کی قضا کرنا بھی ضروری ہے، کیوں کہ نفاس کے خون کی کم سے کم مدت ایک لحظہ ہے۔

اگر جننے کے فوراً بعد خون نہ آئے، دس بارہ دنوں کے بعد خون آنے لگے تو یہ نفاس کا خون شمار کیا جائے گا، پندرہ دنوں کے اندر جو خون آتا ہے، وہ نفاس کا ہوتا ہے۔

ولادت کے بعد خون آنا شروع ہو جائے اور رک رک کر آتا رہے

اگر ولادت کے بعد خون آنا شروع ہو جائے، پھر تھوڑے دنوں بعد رک جائے، اس کے بعد پھر آنا شروع ہو جائے تو اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ خون رکنے کی مدت کتنی ہے، اگر پندرہ دنوں سے کم مدت خون رکا رہے تو دوبارہ آنے والا خون بھی ساٹھ دنوں تک نفاس کا ہوگا، اگر پندرہ دن رک کر آئے تو حیض کا خون ہوگا، اور یہ پندرہ دن کی مدت پاکی کی شمار کی جائے گی، مثلاً اگر کسی عورت کے یہاں یکم محرم کو ولادت ہو جائے اور دس دنوں تک خون آکر بند ہو جائے، پھر ایک ہفتے بعد ۱۷ محرم کو دوبارہ خون آنا شروع ہو جائے تو یہ خون نفاس کا ہوگا، اگر دس دن خون آکر بند ہو جائے، اور پندرہ دنوں بعد یعنی ۲۶ محرم کو خون آنا شروع ہو جائے تو یہ حیض کا خون ہوگا، اور پندرہ دن کی مدت پاکی کی شمار کی جائے گی۔

نفاس کی وجہ سے حرام ہونے والی چیزیں:

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حیض کی صورت میں جو چیزیں حرام ہیں وہی چیزیں نفاس کی صورت میں بھی حرام ہیں۔

حمل کے دوران خون آئے:

اگر حاملہ کو خون آئے اور اس کی مدت اقلِ حیض یعنی ایک دن ایک رات ہو اور پندرہ دن یعنی اکثرِ مدت سے زیادہ نہ ہو تو صحیح قول کے مطابق یہ خون حیض کا ہوگا اور حاملہ عورت نماز، روزہ، اور حائضہ کے لیے حرام تمام چیزیں چھوڑے گی، اگر خون حیض کی کم سے کم مدت سے کم یعنی ایک دن ایک رات نہ آئے، یا اکثر مدت سے زیادہ آئے تو یہ استحاضہ کا خون ہوگا، اس صورت میں وہ نماز پڑھے گی اور روزے رکھے گی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حاملہ عورت کو آنے والا خون مطلقاً استحاضہ کا خون ہے، یہ حیض کا خون نہیں ہے، کیوں کہ حمل ٹھہرنے کے بعد حیض آنا بند ہوتا ہے، اکثر اوقات ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن حمل کے دوران حیض کا آنا ناممکن نہیں ہے، البتہ ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے۔

حمل کی مدت:

اقل مدت: حمل کی اقلِ مدت چھ ماہ ہے، اس کی دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ آیتیں ہیں: ''وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا '' اور حمل اور دودھ چھوڑنے کی مدت تیس مہینے ہیں'' (الاحقاف ۱۵) ''وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ '' اور اس کا دودھ چھوڑنا دو سال میں ہے (لقمان ۱۴)

حمل اور دودھ پلانے کی مجموعی مدت تیس مہینے ہیں اور صرف دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے تو حمل کی مدت چھ ماہ ہو گئی، یہ حمل کی کم سے کم مدت ہے، اگر شادی کے بعد عورت کو چھ ماہ سے کم مدت میں زندہ بچہ ہو جائے تو اس کا نسب اس کے شوہر سے ثابت نہیں ہوگا۔

حمل کی عام مدت: حمل کی عام مدت ۹ ماہ ہے، کیوں کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے، بچہ عورت کے حاملہ ہونے کے نو ماہ بعد ہی ہوتا ہے یا اس مدت میں تھوڑے سے دن کم یا زیادہ ہوتے ہیں۔

حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت: امام شافعی کے نزدیک حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت چار سال ہے، یہ مدت ناممکن نہیں ہے، البتہ ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے، لیکن ہوتا ہے اور ایسا ہوا ہے، اسی لیے امام شافعی نے یہ بات کہی ہے۔

حیض اورنفاس سے صفائی کے بعد غسل میں تاخیر کرنا صحیح نہیں ہے، اگر تاخیر کرے تو گنہ گار ہوگی اور تاخیر کی وجہ سے جتنی نمازیں چھوڑی گئی ہیں، سب کی قضا کرنا بھی واجب ہے۔

حیض اورنفاس، اسی طرح جنابت کے غسل سے پہلے روزہ رکھنے کی اجازت ہے، روزہ رکھنے کے لیے غسل کرنا ضروری نہیں ہے، کیوں کہ روزہ ایسی عبادت ہے جس میں پاکی شرط نہیں، جس طرح نماز اور طواف وغیرہ میں پاکی ضروری ہے۔

۳۔ استحاضہ

یہ بیماری اور مرض کا خون ہے، جو مادر رحم کی نچلی رگ سے نکلتا ہے، جس کو استحاضہ کہا جاتا ہے، اس خون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، البتہ غسل واجب نہیں ہوتا، استحاضہ والی عورت خون دھو کر خون کی جگہ کپڑا باندھے گی اور ہر فرض نماز کے لیے وضو کر کے نماز پڑھے گی۔

استحاضہ والی عورت کے لیے ہر فرض نماز کے لیے الگ وضو کرنا ضروری ہے، البتہ اس وضو سے نفل نمازیں جتنی چاہے پڑھ سکتی ہے، اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کے لیے الگ وضو کرنا ضروری ہے، اگر حرم میں ہو تو طواف کے لیے بھی الگ وضو ضروری ہے، وضو کرنے کے بعد بلا ضرورت نماز میں تاخیر کرنا صحیح نہیں ہے، اگر بلا ضرورت تاخیر کر کے نماز پڑھے تو نماز صحیح نہیں ہوگی، بلکہ نئے سرے سے وضو کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے، وضو سے پہلے اپنی شرمگاہ کو صاف کرنا اور اس جگہ پٹی یا بازار میں دستیاب کیرفری وغیرہ باندھنا ضروری ہے تاکہ خون بہہ کر پائجامہ وغیرہ کو نجس نہ کردے، اسی طرح ہر نماز کے وقت شرمگاہ کی صفائی ضروری ہے اور ہر نماز سے پہلے پٹی تبدیل کرنا بھی لازم ہے۔

مستحاضہ کی کئی قسمیں ہیں، جس کے اعتبار سے احکامِ حیض میں فرق آتا ہے، اس سے پہلے حیض اور استحاضہ کے خون کی پہچان سے واقف ہونا ضروری ہے۔

حیض کا خون عام طور پر کالا، گاڑھا اور بدبودار ہوتا ہے، کبھی سرخ، ہلکا سرخ، زرد اور گدلا رہتا ہے، یہ عورتوں کے مزاج اور علاقے کے موسم پر منحصر ہے۔

علماء نے خون کو قوی اور ضعیف میں تقسیم کیا ہے، جو خون کالا، گاڑھا اور بدبودار ہوتا

ہے، وہ سب سے قوی ہے، خون کا قوی یا ضعیف ہونے کا دارومدار رنگ قوی ہونے، گاڑھا ہونے یا نہ ہونے، اور بدبودار زیادہ یا کم ہونے پر ہے، رنگوں کی ترتیب وہی ہے جو اوپر بیان کی جاچکی ہے۔

چناں چہ کالے رنگ کا خون سرخ رنگ کے خون کے مقابلے میں قوی ہے، اور سرخ رنگ کا خون پیلے خون کے مقابلے میں قوی ہے، اگر رنگ یکساں ہو تو دیکھا جائے گا، جو خون زیادہ گاڑھا ہوگا وہ قوی ہوگا، اسی طرح کم بدبودار کے مقابلے میں زیادہ بدبودار خون زیادہ قوی مانا جائے گا۔

مستحاضہ کی قسمیں

۱۔ حیض کے علاوہ دوسرا خون اگلی شرمگاہ سے آنے کی بیماری میں مبتلا ہونے سے پہلے اس عورت کو اچھی طرح معلوم ہو کہ اس کو حیض آنے کے ایام کون سے ہیں، یعنی اس کو اپنے دور کے بارے میں معلوم ہو، اسی طرح اس کو یہ بھی معلوم ہو کہ کس وقت حیض کا خون آتا ہے، پھر اس کو استحاضہ کا خون شروع ہو جائے تو ایسی عورت اپنی عادت کے مطابق یعنی اپنے حیض کے ایام اور اوقات میں نماز اور روزہ چھوڑ دے گی اور خود کو حائضہ مانے گی، ان ایام کے گزرنے کے بعد غسل کرے گی اور نماز پڑھنا شروع کردے گی، باقی ایام استحاضہ کے ہوں گے۔

عادت کے ثابت ہونے کے لیے صرف ایک مرتبہ حیض آنا کافی ہے، بار بار آنا ضروری نہیں ہے، بلکہ ضروری یہ ہے کہ اس کو ایام اور وقت یاد ہو، مثلاً اگر کسی عورت کو پہلی مرتبہ حیض چھ دن آیا، دوسری مرتبہ مسلسل خون آتا رہا تو چھ دن حیض کا سمجھا جائے گا اور باقی استحاضہ کے۔

دور کسے کہتے ہیں؟

ایک حیض اور طہر (پاکی) کی جملہ مدت کو ایک دور کہا جاتا ہے، عام طور پر دور ۲۹ دنوں کا سمجھا جاتا ہے، ایک دور ایک ماہ یعنی ۳۰ دنوں کا بھی ہوتا ہے۔

☆ اگر کسی کا دور تیس دنوں کا تھا، ایک بار ۳۵ دنوں کا ہوا، مثلاً پانچ دن حیض آئے،

پھر ۳۰ دن پاکی کے، پھر پانچ دن حیض کے رہیں، اس کے بعد مسلسل خون آنے لگے، تو یہ عورت اپنا دور ۳۵ دنوں کا شمار کرے گی، جس میں شروع کے پانچ دن حیض کے اور باقی تیس دن استحاضہ کے شمار کرے گی۔

اسی طرح کسی عورت کو دوسرے ماہ پانچ دن حیض آنے کے بعد صرف چودہ دن پاکی کے گذریں اور خون جاری ہو تو خون جاری ہونے کا پہلا دن استحاضہ میں شمار ہوگا، اور بعد کے پانچ دن حیض میں شمار ہوں گے، اس کے بعد پھر پندرہ دن استحاضہ میں شمار ہوں گے۔ اس صورت میں عورت کا دور بیس دن کا ہوگا۔

☆ اگر کسی عورت کو ہمیشہ سات دن حیض آتا تھا، لیکن استحاضہ شروع ہونے سے پہلے والے ماہ میں پانچ دن آئے تو اب اسی کے مطابق احتیاط کے طور پر پانچ دن حیض کے شمار کیے جائیں گے اور باقی استحاضہ کے۔

☆ اگر کسی عورت کو ترتیب اور نظام سے عادت بدل بدل کر حیض آتا ہو اور اس کی ترتیب میں کوئی فرق نہ آتا ہو، مثلاً پہلے مہینے سات دن، دوسرے مہینے چھ دن اور تیسرے مہینے پانچ دن حیض کا خون آتا ہے، یہی ترتیب ہر تین مہینوں میں رہتی ہے، مثلاً چوتھے مہینے سات دن، پانچویں مہینے چھ دن، چھٹے مہینے پانچ دن، پھر وہ مستحاضہ ہوگئی اور اس کو کئی مہینے مسلسل خون جاری رہا تو اسی ترتیب کے مطابق وہ حیض شمار کرے گی یعنی پہلے مہینے سات دن، دوسرے مہینے چھ دن اور تیسرے مہینے پانچ دن۔

☆ اگر ایام حیض میں ترتیب اور نظام نہ ہو تو آخری مہینے جتنے دن حیض آیا تھا، استحاضہ کی صورت میں اتنے ہی دن حیض شمار کرے گی اور باقی دن استحاضہ۔

☆ اگر کسی عورت کو ترتیب اور نظام کے ساتھ حیض آتا تھا، مگر اس کو یہ یاد نہیں رہا کہ پہلے مہینے میں سات دن آیا تھا یا پانچ دن، اور عادت یاد رہے کہ اس ترتیب کے ساتھ تمام مہینوں میں حیض آتا تھا تو اس صورت میں کم سے کم مدت کو حیض شمار کرے گی، البتہ زیادہ سے زیادہ مدت تک ہمبستری سے احتیاط کرے گی، یعنی پانچ دن کے بعد غسل کر کے نماز پڑھنا

اور روزہ رکھنا شروع کرے گی، البتہ سات دنوں تک شوہر سے ہم بستری سے رکی رہے گی۔

☆ اگر کسی عورت کی عادت مختلف ہے، مگر کوئی ترتیب نہیں ہے تو استحاضہ سے پہلے ماہواری جتنے دن ہوئی تھی، اتنے ہی دن حیض شمار کرے گی اور اس کے بعد کے ایام استحاضہ میں شمار کرے گی، مثلاً استحاضہ کا خون آنے سے پہلے عورت کو یاد ہو کہ اس کو چار دن حیض آیا تھا تو چار دن ہی حیض کا خون مانے گی اور اس کے بعد آنے والے خون کو استحاضہ سمجھے گی۔

اگر یہ بھی یاد نہ ہو کہ اس سے پہلے مہینے میں حیض کتنے دن آیا تھا تو جتنے کم دنوں پر یقین ہو اتنے دنوں کو حیض شمار کرے گی اور جتنے زیادہ دن ہونے کا شک ہو، اتنے دنوں میں ہم بستری سے احتیاط کرے گی۔

۲۔ وہ عورت جسے پہلی مرتبہ حیض آیا ہو اور پندرہ دنوں سے زیادہ برابر جاری رہے، اور وہ حیض اور استحاضہ کے خون کے درمیان امتیاز کر سکتی ہو کہ کون سا خون قوی ہے اور کون سا خون ضعیف ہے تو قوی خون کو حیض میں شمار کرے گی اور ضعیف کو استحاضہ میں۔

البتہ شرط یہ ہے کہ قوی خون پندرہ دنوں سے زیادہ اور ایک دن سے کم نہ آیا ہو، اور ضعیف خون کم از کم پندرہ دنوں سے زائد ہو، کیوں کہ حیض کا خون ماننے کے لیے کم از کم خون کا ایک دن ایک رات آنا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ پندرہ دنوں سے زیادہ نہ ہو، اگر قوی خون ہی پندرہ دنوں سے زیادہ آجائے تو اس کا خون حیض کا خون ہونا ضروری نہیں ہے، کیوں کہ پندرہ دنوں سے زیادہ حیض کا خون نہیں آتا۔

یہ بھی ضروری ہے کہ ضعیف خون کم از کم پندرہ دن مسلسل آرہا ہو، یعنی درمیان میں قوی خون نہ آیا ہو، کیوں کہ کبھی قوی خون آئے اور کبھی ضعیف تو اس میں فرق نہیں کیا جا سکتا کہ کون سا خون حیض کا ہے اور کون سا استحاضہ کا۔ ان شرطوں کے پائے جانے کی صورت میں قوی کو حیض اور ضعیف کو استحاضہ شمار کیا جائے گا۔

مثلاً عائشہ کو پہلی مرتبہ خون آیا، پہلے دس دن کالا خون نکلتا رہا، پھر پچیس دن تک سرخ خون جاری رہا، تو اس صورت میں پہلے کالے رنگ کا خون جو دس دن جاری رہا وہ

حیض ہے، اور باقی کے دن استحاضہ ہیں۔

یہی حکم اس عورت کا بھی ہے جس کو پہلے خون آچکا ہو، لیکن اس کو اپنی عادت کے بارے میں یاد نہ ہو کہ مہینے کی کس تاریخ کو حیض کا خون آتا ہے اور کس تاریخ کو رک جاتا ہے، البتہ وہ قوی اور ضعیف خون میں فرق کرسکتی ہے تو قوی خون کو حیض شمار کرے گی اور ضعیف کو استحاضہ۔

۳۔وہ عورت جسے پہلی مرتبہ حیض آیا ہو اور پندرہ دنوں سے زیادہ برابر جاری رہے، اور وہ حیض اور استحاضہ کے خون کے درمیان امتیاز نہ کرسکتی ہو کہ کون سا خون قوی ہے اور کون سا خون ضعیف ہے یا ایک ہی رنگ کا خون آئے تو ایسی عورت خون جاری ہونے کے ابتدائی ایک دن کو حیض شمار کرے گی۔

اگر خون مسلسل کئی مہینوں تک جاری رہا تو ایک دن حیض شمار کرے گی اور اس کے بعد انتیس دن استحاضہ، پھر اس کے بعد ایک دن حیض۔ کیوں کہ حیض کی کم سے کم مدت ایک دن ایک رات ہے، احتیاط اسی میں ہے کہ کم سے کم مدت کو حیض مان کر باقی دنوں کو استحاضہ مانا جائے۔

☆عائشہ کو مسلسل ۲۵ دن ایک ہی رنگ کا خون آتا رہا اور اس کے خون کا رنگ کالا تھا تو پہلے کے ایک دن کو حیض شمار کرے گی، اور باقی دنوں کو استحاضہ۔

☆عائشہ کو مسلسل پچاس دن ایک ہی رنگ کا خون آتا رہے تو پہلا دن حیض کا شمار کرے گی، اور اس کے بعد والے ۲۹ دن استحاضہ کے، اور ۳۱ ویں دن کو حیض، اور باقی ۱۹ دنوں کو استحاضہ۔

بعض علماء نے حیض آنے کی عام مدت یعنی چھ یا سات دن کا اعتبار کیا ہے، یعنی اگر عادت بھی یاد نہ ہو اور خون میں بھی فرق کرنا ممکن نہ ہو تو عام طور پر عورتوں کو جتنے دن حیض آتا ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا، یعنی چھ یا سات دن، ان کے علاوہ دوسرے دنوں کو استحاضہ میں شمار کیا جائے گا۔

غسل کا مسنون طریقہ

نیت کے ساتھ پورے بدن پر پانی بہانے سے فرض غسل ادا ہو جاتا ہے، البتہ رسول اللہ ﷺ سے غسل کی سنتیں منقول ہیں، ان کا لحاظ کرتے ہوئے غسل کرنے کو مسنون غسل کہا جاتا ہے۔

غسل کی سنتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔پانی کے برتن کے باہر اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوئے پھر اپنے بائیں ہاتھ سے اگلی شرمگاہ اور جسم پر موجود گندگیوں کو دھوئے پھر کسی صاف کرنے والی چیز سے رگڑے۔

۲۔مکمل وضو کرے، اگر پیروں کو غسل کے آخر میں دھوئے تو حرج نہیں ہے۔

۳۔پانی سے اپنے سر کے بالوں کا خلال کرے، پھر اپنا سر تین مرتبہ دھوئے۔

۴۔پہلے بدن کا دایاں حصہ دھوئے پھر بایاں۔

۵۔اپنے بدن کو رگڑ کر دھوئے اور اعضاے غسل کو پے در پے دھوئے، یہ سنت ہے، مالکیہ نے اس کو واجب قرار دیا ہے۔

۶۔جسم کی پوشیدہ جگہوں کو اہتمام کے ساتھ دھوئے، پانی لے کر جسم کے ہر اس حصے کو دھوئے، جو مڑے ہوئے رہتے ہیں، مثلاً دونوں کان، پیٹ کے اطراف، ناف اور بغل کے اندرونی حصے وغیرہ، اگر اس بات کا غالب گمان ہو جائے کہ اس اہتمام کے بغیر پانی نہیں پہنچے گا تو اہتمام کے ساتھ دھونا واجب ہے۔

۷۔غسل میں تمام اعضا کو تین مرتبہ دھویا جائے۔

مندرجہ ذیل موقعوں پر غسل کرنا فرض ہے

۱۔جنابت ۲۔حیض کے بعد پاکی پر

۳۔ولادت ۴۔موت

مندرجہ ذیل موقعوں پر غسل کرنا مسنون ہے

۱۔جمعہ کے دن: چاہے جمعہ کی نماز میں شرکت کرنا ہو یا نہ ہو۔

۲۔عید الفطر کے دن

۳۔عید الاضحیٰ کے دن

۴۔میت کو غسل دینے کے بعد غسل دینے والے کے لیے

۵۔حج یا عمرہ کا احرام باندھتے وقت

۶۔مکہ میں داخل ہوتے وقت

۷۔وقوف عرفہ سے پہلے نویں ذی الحجہ کے زوال کے بعد

۸۔ایام تشریق کے تینوں دن رمی جمار کے لیے جاتے وقت

۹۔مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت

۱۰۔استسقاء کی نماز کے لیے

۱۱۔چاند گہن اور سورج گہن کی نماز کے لیے

۱۲۔مجنون اور بے ہوش جب افاقہ پائے

۱۳۔ہر اس موقع پر جب اپنے جسم کی بدبو سے دوسروں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو

چھٹا باب

وضو و نماز

نماز، کعبۃ اللہ کا طواف، قرآن کو چھونے یا اٹھانے کے لیے وضو کرنا فرض ہے اور بہت سے موقعوں پر وضو کرنا مستحب ہے، ہر وقت باوضو رہنے کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔

وضو کے معنی: وضو "الوضاءۃ" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی حسن کے ہیں، شرعاً وضو کہتے ہیں اس عمل کو جس میں نیت کے ساتھ متعین اعضا کو پانی سے دھویا جائے، وَضو (واو کے زبر کے ساتھ) وُضو (واو کے پیش کے ساتھ) کے لیے استعمال کیے جانے والے پانی کو کہتے ہیں، وضو کو وضو اس لیے کہا جاتا ہے کہ اعضائے وضو کو دھونے اور صاف کرنے سے ان کے حسن میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے منقول مکمل وضو

وضو اور اس کے بعد پڑھی جانے والی نماز کی فضیلت:

امام بخاری نے (۱۶۲) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے وضو کا پانی منگایا اور برتن سے اپنے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور تین مرتبہ دھویا، پھر کلی کی، ناک میں پانی لیا اور ناک صاف کیا، پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین مرتبہ دھویا (دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: پھر اپنا داہنا ہاتھ تین مرتبہ دھویا پھر بایاں ہاتھ تین مرتبہ) پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر دونوں پاؤں کو تین مرتبہ دھویا (دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: پھر اپنا داہنا پاؤں تین مرتبہ دھویا پھر بایاں پاؤں تین مرتبہ) پھر آپ نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے، وضو کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: "جو کوئی میرے اس وضو کی طرح وضو کرے گا پھر دو رکعت نماز پڑھے گا...... تو اللہ اس کے پچھلے

تمام گناہوں کو معاف کردے گا" یعنی دنیاوی امور میں سے کسی چیز کا خیال اس کے دل میں نہیں آئے گا۔

وضو کے فرائض:

وضو کے فرائض چھ ہیں: نیت کرنا، چہرہ دھونا، دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا، سر کے کسی حصے کا مسح کرنا اور ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا، ترتیب کے ساتھ وضو کرنا۔

۱۔نیت کرنا: زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے، صرف دل میں وضو کی نیت رہنا کافی ہے، اگر کوئی نیت کے بغیر یوں ہی اعضاء وضو پر پانی بہائے تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔

۲۔پورا چہرہ دھونا: چہرہ کے حدود یہ ہیں: لمبائی میں سر کے بال اگنے کی جگہ سے ٹھڈی کے نیچے تک اور چوڑائی میں ایک کان سے دوسرے کان تک۔

۳۔دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا:

کہنیوں سے آگے بازو کا حصہ دھونا مستحب ہے، ہاتھوں کے تمام بال اور چمڑے کو دھونا ضروری ہے، اگر ناخن میں میل ہو جس سے پانی اندر تک نہ پہنچتا ہو یا انگوٹھی ہو تو وضو صحیح نہیں ہوگا، انگوٹھی کو ہلانا یا نکالنا ضروری ہے، اسی طرح ناخن کا میل صاف کرنا بھی لازم ہے۔

۴۔سر کے کسی حصے کا مسح کرنا، چاہے سر کے ایک ہی بال کا مسح کیا جائے، اس کی دلیل اللہ تعالی کا فرمان ہے: "وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ" "اپنے سروں کا مسح کرو۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور ناصیہ (سر کے اگلے حصے) اور عمامے کا مسح کیا۔ (مسلم ۲۷۴)

مسح کے بجائے اپنا پورا سر یا سر کا ایک حصہ دھوئے تو جائز ہے، ناصیۃ: سر کے اگلے حصے کو کہتے ہیں اور یہ سر میں شامل ہے، اس کے مسح پر اکتفا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ کسی حصہ کا مسح کرنا فرض ہے، اور یہ فرض کسی بھی حصے کے مسح کرنے سے ادا ہو جاتا ہے۔

۵۔ٹخنوں سمیت پیروں کو دھونا، پنڈلی کا حصہ دھونا مسنون ہے۔

دونوں پاؤں پر اس طرح پانی بہانا ضروری ہے کہ کوئی حصہ بھی باقی نہ رہے، چاہے

ایک ناخن کے برابر کیوں نہ ہو، اسی طرح ہر بال کے نیچے بھی پانی پہنچانا ضروری ہے۔

۶۔اعضاء وضو کو ترتیب کے ساتھ دھونا:

مذکورہ ترتیب کے مطابق اعضاء وضو کو دھونا ضروری ہے، اگر چہرے سے پہلے ہاتھ دھوئے یا سب سے اخیر میں سر کا مسح کرے تو وضو صحیح نہیں ہوگا۔

وضو کی سنتیں

وضو کی سنتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔وضو کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا۔

۲۔پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین مرتبہ گٹوں تک ہاتھ دھونا۔

۳۔مسواک کرنا: امام بخاری (۸۴۷) اور امام مسلم (۲۵۲) وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر میری امت کے لیے دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر وضو کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا" یعنی میں واجبی حکم دیتا، یہ عمل سنت موکدہ ہونے کی دلیل ہے۔

۴/۵۔داہنے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

۶۔مردوں کے لیے گھنی داڑھی کا خلال کرنا۔

۷۔پورے سر کا مسح کرنا: اپنے سر کے ابتدائی حصہ سے شروع کرے پھر دونوں ہاتھوں کو اپنی گدی تک لے جائے پھر ہاتھوں کو واپس اسی جگہ لے آئے جہاں سے شروع کیا تھا۔

۸۔ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنا: دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرے اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے دونوں پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے، داہنے پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کرکے بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔

۹۔نئے پانی سے کانوں کے ظاہری اور اندرونی حصہ کا مسح کرنا۔

۱۰۔اعضاء وضو کو تین مرتبہ دھونا۔

۱۱۔ہاتھ اور پاؤں دھونے میں داہنے کو بائیں سے پہلے دھونا

۱۲۔اعضائے وضو کو دھوتے وقت ان پر ہاتھ پھیرنا

۱۳۔ایک عضو کے سوکھنے سے پہلے دوسرے عضو کو دھونا

۱۴۔غرہ اور تحجیل میں زیادتی کرنا: غرہ یہ ہے کہ سر کے اگلے حصے کو دھویا جائے اور تحجیل یہ ہے کہ ہاتھوں کو کہنیوں سے اوپر اور پاؤں کو ٹخنوں سے اوپر دھویا جائے

۱۵۔پانی کے استعمال میں نہ اسراف کرے اور نہ کنجوسی کرے

۱۶۔وضو کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا، کیوں کہ یہ سب سے بہتر سمت ہے۔

۱۷۔وضو کے دوران گفتگو نہ کرنا: رسول اللہ ﷺ کا یہی معمول تھا۔

۱۸۔وضو کے اختتام پر تشہد اور دعا پڑھنا: ”اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ“ (مسلم ۲۳۴) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ“ (ترمذی ۵۵) اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں سے بنا اور مجھے پاک لوگوں میں سے بنا ”سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ“ تیری ذات پاک ہے، اے اللہ! اور تیری ہی تعریف ہے۔

وضو کے مکروہات

وضو میں مندرجہ ذیل چیزیں مکروہ ہیں:

۱۔پانی کے استعمال میں اسراف کرنا یا کنجوسی کرنا: کیوں کہ یہ سنت کے خلاف ہے۔

۲۔بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ سے پہلے دھونا، اسی طرح بائیں پاؤں کو داہنے پاؤں سے پہلے دھونا: کیوں کہ یہ سنت کے خلاف ہے۔

۳۔رومال وغیرہ سے اعضائے وضو کو پوچھنا: عذر ہو تو مکروہ نہیں ہے، مثلاً سخت ٹھنڈی ہو، جس کی وجہ سے پانی کو یوں ہی چھوڑ دینے سے تکلیف ہوتی ہو یا نجاست یا غبار

لگنے کا اندیشہ ہو۔

۴۔پانی چہرے پر مارنا، کیوں کہ یہ چہرے کے احترام اور عزت کے منافی ہے۔

۵۔کسی عضو کو تین سے زیادہ مرتبہ دھونا یا مسح کرنا۔

۶۔بغیر عذر اعضائے وضو دھونے میں کسی کا تعاون لینا: کیوں کہ اس میں ایک قسم کا تکبر ہے جو عبودیت اور بندگی کے منافی ہے۔

۷۔روزے دار کے لیے ناک میں پانی لینے اور کلی کرنے میں مبالغہ کرنا۔

وضو توڑنے والی چیزیں:

پانچ چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے:

۱۔اگلی یا پچھلی شرمگاہ سے کوئی چیز نکلے، چاہے پیشاب ہو یا پاخانہ، خون ہو یا ہوا۔

۲۔سہارا لیے بغیر سونا: سہارا لینا یہ ہے کہ اپنے سُرین کو زمین سے ملا کر بیٹھے، سہارا نہ لینا یہ ہے کہ زمین اور سُرین کے درمیان خالی جگہ ہو۔

اگر سہارا لے کر سو جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔

۳۔نشہ، بے ہوشی، بیماری یا پاگل پنے کی وجہ سے عقل کا زائل ہونا۔

۴۔کسی حائل کے بغیر مرد کا اپنی بیوی یا غیر محرم عورت کو چھونا: اس سے مرد اور عورت دونوں کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، غیر محرم ہر وہ عورت ہے جس سے شادی کرنا جائز ہو۔

۵۔کسی حائل کے بغیر ہتھیلی یا انگلیوں کے اندرونی حصے سے اپنی اگلی یا پچھلی شرمگاہ کو چھونا یا کسی دوسرے کی اگلی یا پچھلی شرمگاہ کو چھونا۔

موزوں پر مسح

موزوں کی تعریف: چمڑے کے ایسے جوتے جو ٹخنوں کو ڈھانکنے والے ہوں۔

موزوں پر مسح کا حکم: موزوں پر مسح شریعت کی طرف سے ایک رخصت ہے، مردوں اور عورتوں کے لیے ہر حال میں جائز ہے، گرمی ہو یا ٹھنڈی، سفر ہو یا حضر، بیماری ہو یا صحت، وضو میں پاؤں کو دھونے کا یہ بدل ہے۔

موزوں پر مسح کی شرطیں:

موزوں پر مسح جائز ہونے کے لیے پانچ شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ مکمل وضو کے بعد موزے پہنے۔

۲۔ پیروں کے ساتھ ٹخنوں کو بھی ڈھانکنے والے ہوں۔

۳۔ سلائی کی جگہ کے علاوہ سے پاؤں میں پانی نہ پہنچے۔

۴۔ موزے مضبوط ہوں۔

۵۔ دونوں موزے پاک ہوں۔

موزوں پر مسح کی مدت

موزوں پر مسح کی مدت مقیم کے لیے ایک دن ایک رات ہے اور مسافر کے لیے تین دن تین راتیں ہیں۔

اگر کوئی حالتِ اقامت میں موزوں پر مسح کرے پھر سفر کرے تو ایک دن ایک رات مسح کرے، اور کوئی سفر میں موزوں پر مسح کرے پھر مقیم ہو جائے تو مقیم کی مدت پوری کرے، کیوں کہ اصل حالتِ اقامت ہے اور مسح رخصت ہے، اس لیے احتیاط پر عمل کیا جائے گا۔

مسح کی مدت کب شروع ہوتی ہے؟

مسح کی مدت موزے پہن کر حدث لاحق ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے، اگر کوئی صبح کے وقت وضو کرے اور موزے پہنے پھر سورج طلوع ہونے کے بعد حدث لاحق ہو جائے تو مسح کی مدت کا اعتبار سورج طلوع ہونے کے بعد سے کیا جائے گا۔

موزوں پر مسح کا طریقہ:

فرض مقدار: موزوں کے اوپری حصے کا مسح کرنا، چاہے کم ہی کیوں نہ ہو، البتہ نچلے حصے پر مسح کرنا کافی نہیں ہے۔

موزوں پر مسح کو باطل کرنے والی چیزیں:

تین چیزوں سے موزوں پر مسح ختم ہو جاتا ہے:

۱۔ موزوں کو اتارے یا خود سے نکل جائے، چاہے دونوں موزے اتارے یا ایک موزہ۔

۲۔ مسح کی مدت ختم ہو جائے: جب مدت ختم ہو جائے اور وہ وضو سے ہو تو موزوں کو اتار دے اور صرف دونوں پاؤں دھو کر دوبارہ پہنے، اگر وضو سے نہ ہو تو مکمل وضو کر کے پہنے۔

۳۔ غسل واجب ہو جائے: اگر غسل واجب ہو جائے تو موزوں کو اتار دے اور وضو کر کے موزے پہنے۔

پٹی اور پلاسٹر پر مسح

اسلام آسان دین ہے، اس لیے مشکل موقعوں اور سخت حالات کی رعایت رکھتا ہے اور ایسے احکام مشروع کرتا ہے، جن سے عبادت کی ادائیگی آسان ہو جاتی ہے۔

پٹی اور پلاسٹر کے احکام:

زخمی مریض یا ہڈی ٹوٹے ہوئے مریض کو کبھی زخم یا ٹوٹی جگہ پر پٹی اور مرہم لگانے کی ضرورت پڑتی ہے اور کبھی ضرورت نہیں پڑتی۔

اگر پٹی باندھنے کی ضرورت ہو تو تین چیزیں ضروری ہیں:

۱۔ زخم خوردہ عضو کے صحیح و سالم حصے کو دھوئے۔

۲۔ پوری پٹی یا پلاسٹر پر مسح کرے۔

۳۔ وضو کے وقت زخمی عضو کے بدلے اس عضو کو دھوتے وقت تیمم کرے۔

اگر ٹوٹے ہوئے یا زخمی عضو پر پٹی باندھنے کی ضرورت نہ ہو تو اس عضو کے صحیح حصے کو دھونا اور زخمی حصہ کے بدلے تیمم کرنا ضروری ہے، اگر زخمی حصے کو دھونا ممکن نہ ہو، ہر فرض نماز کے لیے تیمم کا اعادہ کرنا واجب ہے، چاہے حدث لاحق نہ ہو، البتہ باقی تمام اعضاء کو دھونا ضروری نہیں ہے، حدث لاحق ہو جائے تو ضروری ہے۔

پٹی اور پلاسٹر پر مسح کی مدت:

پٹی اور پلاسٹر پر مسح کی کوئی مدت متعین نہیں ہے، بلکہ عذر باقی رہنے تک مسح کرتا رہے، اگر عذر ختم ہو جائے، مثلاً زخم بھر جائے اور ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ جائے تو مسح باطل ہو جائے گا، اگر کوئی وضو سے ہو اور اس کا پٹی پر مسح باطل ہو جائے تو جس عضو پر پٹی ہے اس

کو اور اس کے بعد کے تمام اعضاء کو دھونا یا مسح کرنا واجب ہے، کیوں کہ وضو میں ترتیب واجب ہے، البتہ غسل واجب ہونے کی صورت میں صرف اس حصے کو دھونا کافی ہے۔

پٹی باندھنے والے کو مندرجہ ذیل صورتوں میں قضا کرنا واجب ہے:

۱۔ جب طہارت کے بغیر پٹی باندھے اور اس کا اتارنا مشکل ہو۔

۲۔ پٹی تیمم کے اعضاء چہرے یا ہاتھوں پر ہو۔

تیمّم

انسان کے لیے کبھی پانی کا استعمال ناممکن یا دشوار ہو جاتا ہے، مثلاً پانی نہ ملے یا پانی دور ہو یا کوئی ایسی بیماری ہو، جس میں پانی کا استعمال کرنا نقصان دہ ہو، ان صورتوں میں وضو یا غسل کے بدلے پاک مٹی سے تیمم کرنا صحیح ہے۔

تیمم کے لغوی معنی قصد اور ارادہ کرنے کے ہیں۔

شریعت میں تیمم نیت کے ساتھ مخصوص طریقے پر چہرے اور دونوں ہاتھوں تک پاک مٹی پہنچانے کو کہتے ہیں۔

تیمّم کن صورتوں میں جائز ہے؟

۱۔اصلاً پانی مفقود ہو مثلاً کوئی سفر میں ہو اور اس کو پانی نہ ملے، یا شرعاً مفقود ہو مثلاً اس کے پاس پانی ہو، لیکن وہ صرف پینے کے لیے کافی ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا“ (المائدۃ:٦) اور تم کو پانی نہ ملے تو تیمم کرو۔

۲۔پانی دور ہو: اگر کوئی ایسی جگہ پر ہو جہاں پانی نہ ہو اور پانی تک پہنچنے کی مسافت آدھا فرسخ یعنی ڈھائی کلومیٹر ہو تو وہ تیمم کرے، اس کے لیے پانی تک پہنچنے کی کوشش کرنا واجب نہیں ہے، کیوں کہ اس میں مشقت ہے۔

۳۔پانی کا استعمال دشوار ہو: اصلاً دشوار ہو مثلاً پانی قریب ہو، لیکن پانی کے قریب کوئی دشمن ہو، جس سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

یا شرعاً پانی کا استعمال دشوار ہو مثلاً اس کے استعمال سے بیماری لاحق ہونے یا بڑھنے یا شفا میں تاخیر ہونے کا اندیشہ ہو، ان تمام صورتوں میں تیمم کرنا جائز ہے، پانی کا استعمال واجب نہیں ہے۔

۴۔سخت ٹھنڈی: اس شخص کے لیے تیمم کرنا جائز ہے جس کو پانی استعمال کرنے سے نقصان کا اندیشہ ہو اور پانی گرم نہ کر سکتا ہو۔

تیمّم کے شرائط:

۱۔وقت شروع ہونے کا علم ہو۔

۲۔وقت داخل ہونے کے بعد پانی تلاش کرے۔

۳۔مٹی پاک ہو، جس میں آٹا اور چونا نہ ہو۔

۴۔پہلے نجاست کو صاف کرے۔

تیمّم کے فرائض:

تیمم کے فرائض چار ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔نیت کرنا، نیت کی جگہ دل ہے، چناں چہ دل میں تیمم کرنے کا ارادہ کرے، البتہ زبان سے الفاظ ادا کرنا مسنون ہے، نیت میں یہ کہے: میں فرض نماز/نفل نماز جائز ہونے کی نیت کرتا ہوں۔اسی طرح ان دوسری عبادتوں کے جائز ہونے کی نیت کرے جس کے لیے وضو یا غسل فرض ہو، جب کوئی فرض نماز جائز ہونے کی نیت سے تیمم کرے تو اس کے لیے فرض کے ساتھ نفل نمازیں پڑھنا بھی جائز ہے۔

۲۔دو مرتبہ زمین پر ہاتھ مار کر اپنے چہرے اور ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا، پہلے غبار والی پاک مٹی پر دونوں ہاتھ مارے اور ان سے پورے چہرے کا مسح کرے، پھر دوسری مرتبہ مٹی پر ہاتھ مارے اور کہنیوں سمیت ہاتھوں کا مسح کرے، بائیں ہاتھ سے داہنے ہاتھ کا مسح کرے اور داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کا۔

پورے عضو کا مسح کرے، اگر ہاتھ میں انگوٹھی ہو تو دوسری مرتبہ مٹی پر ہاتھ مارتے وقت اس کا اتارنا واجب ہے تاکہ اس جگہ پر بھی مٹی پہنچے۔

۳۔ترتیب کے ساتھ مسح کرنا: کیوں کہ تیمم وضو کا بدل ہے اور وضو میں ترتیب رکن ہے، اسی وجہ سے اس کے بدل میں ترتیب بدرجہ اولیٰ فرض ہوگی۔

تیمّم کی سنتیں:

۱۔اس میں وہ تمام چیزیں مسنون ہیں جو وضو میں مسنون ہیں: شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے، چہرہ کے اوپری حصے سے مسح شروع کرے، پہلے داہنے ہاتھ کا مسح کرے پھر بائیں ہاتھ کا، چہرے اور ہاتھوں کا مسح پے در پے کرے، اس کے بعد شہادتین اور وضو کے بعد کی دعا پڑھے۔

۲۔مٹی پر ہاتھ مارتے وقت انگلیوں کو کھلا رکھنا، تاکہ دھول اڑے، ایک مار سے پورے چہرے کا مسح کرنا، اسی طرح ایک مار سے دونوں ہاتھوں کا مسح کرنا۔

۳۔مٹی کم کرنا، اس کے لیے ہتھیلیوں کو جھاڑنا یا ہاتھوں میں پھونکنا۔

ہر فرض نماز کے لیے تیمّم:

ایک تیمم سے ایک فرض نماز ہی پڑھی جاسکتی ہے، البتہ سنتیں جتنی چاہیں پڑھی جاسکتی ہیں، یہی حکم نماز جنازہ کا بھی ہے، اگر کوئی دوسری فرض نماز پڑھنا چاہے تو دوبارہ تیمم کرے، چاہے پہلے تیمم کے بعد حدث لاحق نہ ہوا ہو، چاہے نماز ادا پڑھ رہا ہو یا قضا۔

غسل کے بدلے تیمّم:

تیمم کے اسباب پائے جانے کی صورت میں ضرورت کے وقت غسل کے بدلے تیمم کرنا جائز ہے، جس طرح وضو کے بدلے تیمم کیا جاتا ہے۔

تیمّم باطل کرنے والی چیزیں:

مندرجہ ذیل چیزوں سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے:

۱۔جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے، ان چیزوں سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

۲۔پانی مل جائے: کیوں کہ تیمم پانی کے بدلے ہے، اگر اصل مل جائے تو بدل باطل ہو جائے گا۔ اگر نماز مکمل ہونے کے بعد پانی ملے تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی، پھر اس کا

اعادہ واجب نہیں ہے۔

کسی کو نماز شروع کرنے کے بعد پانی ملے تو وہ نماز مکمل کرے گا اور اس کی نماز صحیح ہوگی، نماز توڑ دے تو وضو کرکے نماز پڑھے گا، البتہ نماز توڑ کر وضو کرکے دوبارہ نماز پڑھنا افضل ہے۔

۳۔پانی استعمال کرنا ممکن ہو جائے، مثلاً بیمار شفایاب ہو جائے۔

۴۔اسلام سے مرتد ہو جائے (اللہ اس سے محفوظ رکھے) کیوں کہ تیمم نماز وغیرہ کو جائز کرنے کے لیے ہے اور یہ ارتداد کے منافی ہے، برخلاف وضو اور غسل کے، یہ دونوں رفع حدث کے لیے ہیں۔

نماز کے احکام ومسائل

نماز بہت قدیم عبادت ہے، نماز ملت حنفی یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں بھی موجود تھی، حضرت موسی علیہ السلام کے متبعین یعنی یہودیوں کے لیے بھی نماز شروع تھی، جب نبی کریم ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو آپ ہر دن صبح کے وقت دو رکعت اور شام کے وقت دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ پانچ وقت کی نمازیں سفرِ معراج میں ہجرت سے آٹھ ماہ قبل فرض ہوئیں۔

اسلام میں نماز کی اہمیت اور اس کا مقام ومرتبہ:

نماز بدنی عبادتوں میں مطلقاً سب سے افضل عبادت ہے، ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے سب سے افضل عمل کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''نماز''، اس شخص نے پوچھا: پھر کیا؟ آپ نے فرمایا: ''نماز''، اس نے دریافت کیا: پھر کیا؟ آپ نے فرمایا ''نماز''۔ آپ نے یہ بات تین مرتبہ کہی۔ (ابن حبان ۳۵۸)

بخاری و مسلم میں یہ روایت ہے کہ جو مسلمان دو نمازوں کو صحیح طور پر ادا کرتا ہے تو ان نمازوں کے درمیان ہونے والے گناہوں کی وہ نمازیں کفارہ بن جاتی ہیں۔ امام بخاری (۵۰۵) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پانچ نمازوں کے ذریعے اللہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے''۔

امام مسلم (۲۳۱) نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی مکمل وضو کرے، جس طرح اللہ تعالی نے حکم دیا ہے تو فرض نمازیں ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں''۔

اسی طرح نماز میں مسلسل کوتاہی، تاخیر سے پڑھنا یا چھوڑ دینا آدمی کو کفر تک پہنچا دیتا ہے، کیوں کہ نماز ایمان کی سب سے اہم اور پہلی غذا ہے۔

امام احمد (۶/۴۲۱) نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمداً نماز نہ چھوڑو، کیوں کہ جو عمداً نماز چھوڑتا ہے اللہ اور اس کے رسول کے ذمے سے بری ہو جاتا ہے''۔ امام احمد نے اسی معنی کی روایت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بھی کی ہے۔ (۵/۲۳۸)

نماز چھوڑنے والے کا حکم:

مسلمان یا تو سستی اور کاہلی کی وجہ سے نماز چھوڑتا ہے یا اس سے انکار اور استہزا کرتے ہوئے چھوڑتا ہے۔

اگر کوئی نماز کی فرضیت کا انکار کرے یا استہزا کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دے تو وہ کافر اور مرتد ہو جائے گا، اس صورت میں حاکم پر ضروری ہے کہ وہ اس کو توبہ کا حکم دے، اگر توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے تو ٹھیک، ورنہ مرتد ہونے کی وجہ سے اس کو قتل کر دیا جائے، پھر اس کو غسل دینا، کفن دینا، اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی جائز نہیں ہے، کیوں کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔

اگر سستی کی وجہ سے چھوڑے اور وہ اس کی فرضیت کا قائل ہو تو حاکم کی طرف سے اس کو نماز کی قضا کرنے اور نماز چھوڑنے کی معصیت اور گناہ سے توبہ کرنے کا حکم دیا جائے گا، اگر قضا نہ کرے تو بطور حد اس کو قتل کر دیا جائے گا، یعنی اس کا قتل گنہ گار مسلمانوں پر نافذ کی جانے والی حد ہوگی، کیوں کہ نماز چھوڑنے پر سزا دینا فرض ہے، اگر کسی علاقے کے لوگ اجتماعی طور پر نماز کو چھوڑ دیں تو ان کے خلاف جنگ کی جائے گی، لیکن اس صورت میں قتل کے بعد اس کو مسلمان سمجھا جائے گا اور تجہیز و تکفین اور تدفین اور میراث کی تقسیم میں مسلمانوں کا سا معاملہ کیا جائے گا، کیوں کہ وہ مسلمانوں میں سے ہی ہے۔

امام مسلم (۸۲) وغیرہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں

نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: ''آدمی اور کفر وشرک کے درمیان فرق نماز چھوڑنے کا ہے''۔ اس کو فرضیت کا انکار کرتے ہوئے نماز چھوڑنے پر محمول کیا جائے گا۔

کن پر نماز فرض ہے

ہر مسلمان مرد اور عورت پر نماز فرض ہے، جو بالغ، عاقل اور پاک ہو، چھوٹے بچے پر نماز فرض نہیں ہے، کیوں کہ وہ مکلّف نہیں ہے، اسی طرح مجنون پر بھی نماز فرض نہیں ہے، کیوں کہ اس کو احساس اور شعور نہیں رہتا، حائضہ اور نفاس والی عورت پر بھی نماز فرض نہیں ہے، کیوں کہ ان کی نماز رکاوٹ یعنی حدث کے پائے جانے کی وجہ سے صحیح نہیں ہوتی۔

فرض نمازیں:

ہر مسلمان مکلّف پر پانچ نمازیں فرض ہیں: فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء، یہ نمازیں اس رات فرض کی گئیں جب نبی کریم ﷺ کو بیت المقدس لے جایا گیا اور وہاں سے آسمانوں کی سیر کرائی گئی (جس کو معراج اور اسراء کہا جاتا ہے) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور تمام مسلمانوں پر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کی تھی، پھر اللہ نے تخفیف کر کے پانچ نمازیں مقرر کی، یہ ادائیگی میں پانچ ہیں، لیکن ثواب پچاس نمازوں کا ملتا ہے۔

امام بخاری (۳۴۲) اور امام مسلم (۱۶۳) نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے گھر کی چھت کھل گئی، اس وقت میں مکہ میں تھا، حضرت جبرئیل اترے...... پھر انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمان پر لے گئے...... چناں چہ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پانچ نمازیں فرض کی جو پچاس نمازیں ہی ہیں (ثواب پچاس نمازوں کا ملے گا) بات میرے پاس تبدیل نہیں کی جاتی''۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

''وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ'' (الاحزاب:۳۳)

اور نماز ادا کرتی رہو، اور زکوۃ دیتی رہو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو۔

فرض نمازوں کے اوقات:

پانچوں نمازوں کا وقت متعین ہے، ہر نماز کے وقت کی ایک ابتدا ہے جس سے پہلے نماز صحیح نہیں ہوتی اور ہر نماز کا ایک آخری وقت ہے، جس سے نماز کو موخر کرنا جائز نہیں ہے۔

فجر کا وقت: اس کا وقت صبح صادق سے شروع ہو کر سورج طلوع ہونے تک رہتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صبح کی نماز کا وقت طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس تک ہے''۔ (مسلم ۶۱۲)

ظہر کا وقت: اس کا وقت سورج نصف آسمان سے غروب کی طرف مائل ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے (جس کو زوال کہا جاتا ہے) جس وقت چھوٹا سا سایہ مشرق کی طرف پھیلنے لگتا ہے، جس کو زوال کا سایہ کہتے ہیں، اور اس کا وقت زوال کا سایہ یعنی سایہ اصلی کو چھوڑ کر ہر چیز کا سایہ اس کے بقدر ہونے تک رہتا ہے۔

عصر کا وقت: اس کا وقت ظہر کی نماز کا وقت ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور سورج غروب ہونے تک رہتا ہے۔

مغرب کا وقت: مغرب کا وقت سورج غروب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور شفق احمر غائب ہو کر مغرب کی سمت اس کا کوئی اثر باقی نہ رہنے تک رہتا ہے۔

شفق احمر سورج کی روشنی کے بقیہ اثرات کو کہتے ہیں، جو غروب کے وقت مشرقی افق میں نظر آتے ہیں، پھر تاریکی آہستہ آہستہ اس کو مغرب کی طرف ڈھکیل دیتی ہے۔

جب تاریکی چھا جاتی ہے اور مغربی افق تک پھیل جاتی ہے اور شفق احمر کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں تو اس وقت مغرب کا وقت ختم ہو کر عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

عشاء کا وقت: عشاء کا وقت مغرب کا وقت ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے، بہتر یہ ہے کہ رات کے ایک تہائی وقت سے موخر کر کے نہ پڑھی جائے۔

صبح صادق سے مراد وہ روشنی ہے جو مشرقی افق کے ساتھ پھیلنے لگتی ہے اور یہ دور سے طلوع ہونے والے سورج کی روشنی کے علاوہ دوسری روشنی ہے، پھر یہ روشنی آہستہ آہستہ آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے اور سورج طلوع ہونے سے وہ روشنی مکمل ہو جاتی ہے۔

یہ پانچ نمازوں کے اوقات ہیں، عذر کے بغیر نمازوں کو مؤخر کر کے آخری وقت میں پڑھنا مناسب نہیں ہے، کیوں کہ کبھی کبھار اس سے نماز کا وقت ہی نکل جاتا ہے، بلکہ لاپرواہی سے نماز بھی چھوٹ جاتی ہے، عام طور پر عورتوں میں یہ عادت پائی جاتی ہے کہ وہ اذان کے فوراً بعد نماز نہیں پڑھتیں، بلکہ آخری وقت تک انتظار کرتی رہتی ہے، نماز کو پہلے وقت میں پڑھنا مسنون ہے، نبی کریم ﷺ سے افضل عمل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''نماز اس کے وقت میں پڑھی جائے''۔ یعنی اول وقت میں پڑھی جائے۔ (بخاری ۵۰۴، مسلم ۸۵)

اگر نماز کی ایک رکعت وقت میں ہو تو یہ نماز ادا ہوگی، ورنہ یہ نماز قضا ہوگی۔

مکروہ اوقات:

مندرجہ ذیل اوقات میں نماز پڑھنا اور تدفین کرنا مکروہ تحریمی ہے:

۱۔ زوال کے وقت، اس سے جمعہ کا دن مستثنیٰ ہے۔

۲۔ صبح کی نماز کے بعد سے سورج ایک نیزہ بلند ہونے تک۔

۳۔ عصر کی نماز کے بعد سے سورج غروب ہونے تک۔

یہ کراہت اس وقت ہے جب نماز کا کوئی سبب نہ ہو۔

نماز کا کوئی سبب ہو مثلاً وضو کی سنت نماز، تحیۃ المسجد اور نماز کی قضا وغیرہ، اس صورت میں مکروہ نہیں ہے۔

اس نہی سے حرم مکہ مطلقاً مستثنیٰ ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''عبد مناف والو! تم کسی کو اس گھر کا طواف کرنے اور نماز پڑھنے سے نہ روکو، چاہے وہ رات اور دن کے کسی بھی وقت آئے''۔ (ترمذی ۸۶۸، ابوداؤد ۱۸۹۴)

قضا نمازوں کے احکام

قضا یہ ہے کہ نماز کا وقت نکلنے کے بعد یا اتنے کم وقت کی موجودگی میں نماز پڑھے، جس

میں ایک رکعت بھی پڑھ نہ سکتا ہو، ایک رکعت وقت میں پڑھ سکتا ہو تو وہ نماز ادا ہوگی۔

جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تارک نماز کو نماز کی قضا کرنے پر مجبور کیا جائے گا، چاہے نماز بھولے سے چھوڑے یا عمداً، لیکن دونوں میں ایک فرق ہے: وہ یہ کہ کسی عذر کی بنیاد پر مثلاً بھولے سے یا سوئے رہنے کی وجہ سے نماز چھوڑ دے تو گنہ گار نہیں ہوگا، اور اس کے لیے فوراً نماز کی قضا کرنا واجب نہیں ہوگا، البتہ بغیر کسی عذر کے یعنی عمداً چھوڑنے والا گنہ گار ہوگا اور پہلی فرصت میں اس کی قضا کرنا واجب ہے۔

مرتد کے لیے اسلام لانے کے بعد ایام ارتداد کی تمام نمازوں کی قضا واجب ہے، کیوں کہ اس پر سختی کی جائے گی۔

ایام حیض اور نفاس میں چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا نہیں ہے، کیوں کہ اس میں مشقت ہے۔

اسی طرح پاگل اور بے ہوش جب اپنے جنون اور بے ہوشی سے بیدار ہو جائیں تو ان پر بھی اس دوران چھوٹنے والی نمازوں کی قضا نہیں ہے، اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''تین لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا: بچے سے بالغ ہونے تک، سوئے ہوئے شخص سے بیدار ہونے تک، اور پاگل سے عقل آنے تک'' (ابوداؤد ۴۴۰۳)

بچے کو سات سال مکمل ہونے کے بعد نماز کا حکم دیا جائے اور دس سال مکمل ہونے پر نماز کا عادی بنانے کے لیے نماز چھوڑنے پر مار کے ذریعہ تنبیہ کی جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے تو نماز چھوڑنے پر اس کو پٹائی کرو''۔ (ابوداؤد ۴۹۴) ترمذی کی روایت میں ہے: ''بچے کو نماز سکھاؤ''۔ (۴۰۷)

نماز صحیح ہونے کی شرطیں

نماز صحیح ہونے کے لیے مندرجہ ذیل چار شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ طہارت:

طہارت کی تفصیلات گزر چکی ہیں،طہارت کی قسمیں مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) حدث سے جسم کا پاک ہونا: محدث کی نماز صحیح نہیں ہوتی، چاہے اس کو حدث اصغر (وضو کا نہ ہونا) لاحق ہو یا حدث اکبر مثلاً جنابت۔

(ب) بدن کا نجاست سے پاک ہونا۔

(ج) کپڑوں کا نجاست سے پاک ہونا۔

(د) جگہ کا نجاست سے پاک ہونا: جگہ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں نماز پڑھی جائے، اس کا دائرہ پاؤں رکھنے کی جگہ سے سجدہ کرنے کی جگہ تک ہے،یعنی وہ جگہ جو نماز کے دوران اس کے بدن سے لگتی ہو، جو حصہ بدن سے نہیں ملتا اس کے نجس رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا،مثلاً وہ جگہ جو رکوع اور سجدہ کے وقت نمازی کے سینے کے بالمقابل آتی ہے۔

۲۔وقت شروع ہونے کا علم ہو:

ہر فرض نماز کا ایک وقت متعین ہے،اسی وقت میں نماز کا ادا کرنا ضروری ہے،صرف وقت میں نماز کا ادا کرنا ہی کافی نہیں ہے، بلکہ نماز شروع کرنے سے پہلے نمازی کے لیے اس بات سے واقف ہونا بھی ضروری ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو چکا ہے،چناں چہ اس شخص کی نماز صحیح نہیں ہوگی جس کو وقت شروع ہونے کا علم نہ ہو، چاہے بعد میں معلوم ہو جائے کہ نماز وقت پر ہوئی ہے۔

۳۔ستر:

نماز صحیح ہونے کی یہ تیسری شرط ہے،اس کی تفصیلات دوسرے باب میں گزر چکی ہیں۔

٤۔ قبلے کی طرف رخ کرنا:

قبلہ سے مراد کعبہ شریف ہے،یعنی کعبہ کا اس کے بالمقابل ہونا ضروری ہے۔

قبلہ معلوم کرنے کا طریقہ:

نمازی یا تو کعبہ کے اتنا قریب ہوگا کہ جب چاہے کعبہ کو دیکھنا ممکن ہوگا یا اس سے اتنا دور ہوگا کہ کعبہ کو دیکھنا ممکن نہیں ہوگا،اگر قریب ہو تو یقین کے ساتھ عینِ کعبہ کی طرف

رخ کرنا ضروری ہے۔

اگر دور ہو تو ظنی دلائل پر اعتماد کرتے ہوئے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے جب کہ قطعی دلیل سے عین قبلہ معلوم کرنا ممکن نہ ہو۔

رکعتوں کی تعداد

جب اللہ تعالی نے مسلمانوں پر نمازیں فرض کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور ہر نماز کے ابتدائی اور آخری وقت کو متعین کیا اور ہر نماز کی رکعتوں کی تعداد واضح کر کے بتایا جو مندرجہ ذیل ہیں:

فجر کی نماز: دو رکعتیں،ایک تشہد کے ساتھ۔

ظہر کی نماز: چار رکعتیں دو تشہد کے ساتھ، پہلا تشہد دو رکعت کے بعد اور دوسرا نماز کے اخیر میں۔

عصر کی نماز: چار رکعتیں ظہر کی نماز کی طرح۔

مغرب کی نماز: تین رکعتیں، دو تشہد کے ساتھ، پہلا تشہد دو رکعت کے بعد اور دوسرا نماز کے اخیر میں۔

عشاء کی نماز: چار رکعتیں ظہر اور عصر کی نمازوں کی طرح۔

نماز کے ارکان وفرائض

رکن کے معنی: کسی چیز کا رکن اس کا بنیادی حصہ ہوتا ہے،مثلاً کمرے کی دیوار۔

نماز کے حصے اور اجزاء اس کے ارکان ہیں،مثلاً رکوع اور سجدے وغیرہ،نماز اس وقت تک مکمل اور صحیح نہیں ہوتی،جب تک اس میں نماز کے اجزاء مکمل طور پر اسی ترتیب اور شکل کے ساتھ نہ پائے جائیں،جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں،اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان کردہ ہیں،نماز کے کل ارکان تیرہ ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔نیت کرنا:

نماز صحیح ہونے کے لیے تکبیرہ تحریمہ کے ساتھ نیت کرنا ضروری ہے، یعنی تکبیر تحریمہ کے الفاظ ادا کرتے وقت اس کے دل میں نماز کا ارادہ ہو، نیت کے الفاظ کو زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔

۲۔فرض نماز میں کھڑے رہنے کی طاقت ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا:

اگر کسی عذر کے بغیر اتنا جھکے کہ اس کی ہتھیلی گھٹنے سے چھو جائے تو اس کی نماز باطل ہو گی، اگر کوئی نماز کے کسی حصے میں کھڑی رہ سکتی ہو اور بعض حصے میں کھڑی رہنے کی طاقت نہ ہو تو جتنا ممکن ہو کھڑی رہے اور باقی نماز بیٹھ کر پڑھے۔

نفل نمازوں میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مستحب ہے، نفل نمازوں میں کھڑے رہنے کی طاقت رہنے کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

۳۔تکبیر تحریمہ:

تکبیر تحریمہ کا طریقہ: لفظ "الله اکبر" کہنا ضروری ہے۔

تکبیر تحریمہ صحیح ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

(الف) کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہے، اگر نماز کے لیے کھڑے ہوتے وقت تکبیر تحریمہ کہے تو صحیح نہیں ہے۔

(ب) قبلہ کی طرف رخ کر کے کہے۔

(ج) کم از کم اتنی آواز میں تکبیر تحریمہ کہے کہ خود کو سنائی دے۔

(د) نیت کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہے۔

۴۔سورہ فاتحہ پڑھنا:

نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، چاہے نماز کوئی بھی ہو۔

بسم اللہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے، اگر الحمدلله سے سورہ فاتحہ شروع کرے تو یہ فرض ادا نہیں ہوگا۔

۵۔رکوع: شرعاً رکوع کہتے ہیں نمازی کا اتنا جھکنا کہ اس کی ہتھیلیاں گھٹنوں تک پہنچ جائیں، یہ رکوع کی کم از کم مقدار ہے، اور مکمل رکوع یہ ہے کہ اتنا جھکے کہ اس کی پیٹھ سیدھی ہو جائے۔

رکوع میں طمانیت حاصل ہونا ضروری ہے، ورنہ رکوع صحیح نہیں ہوگا۔

مکمل رکوع یہ ہے کہ اپنی پیٹھ کو گردن کے بالمقابل بالکل سیدھا رکھے اور اپنی پنڈلیوں کو کھڑا رکھے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے انگلیاں کشادہ رکھ کر اپنے گھٹنوں کو پکڑے اور تین مرتبہ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم" پڑھنے تک اسی حال میں رہے۔

۶۔رکوع کے بعد اعتدال کرنا یعنی سیدھا کھڑا ہونا:

اعتدال میں طمانیت حاصل ہونا ضروری ہے، ورنہ اعتدال صحیح نہیں ہوگا۔

۷۔ہر رکعت میں دو سجدے کرنا:

سجدہ میں طمانیت حاصل ہونا ضروری ہے، ورنہ سجدہ صحیح نہیں ہوگا۔

مکمل سجدہ یہ ہے کہ تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں جائے، پہلے اپنے گھٹنوں کو پھر اپنے ہاتھوں پھر اپنی پیشانی اور ناک زمین پر رکھے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے مونڈھوں کے بالمقابل رکھے اور اپنی انگلیوں کو پھیلا کر قبلے کی طرف کرے اور انگلیوں کے درمیان جگہ نہ چھوڑے، اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے اور اپنی کہنیوں کو زمین سے اور اپنے پہلوؤں سے چپکائے رکھے اور تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہے۔

۸۔دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا: ہر رکعت میں جلسہ کرنا ضروری ہے۔

جلسہ میں طمانیت حاصل ہونا ضروری ہے، ورنہ جلسہ صحیح نہیں ہوگا۔

۹۔جلسہ اخیرہ:

اس سے مراد نماز کی آخری رکعت میں تشہد پڑھنے کے لیے بیٹھنا ہے جس کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔

۱۰۔جلسہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا:

تشہد یہ ہے: اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ ترجمہ: تمام برکت وعظمت والے کلمے، تمام نمازیں اور تمام نیک اعمال اللہ کے لیے ہیں، سلام

ہوآپ پراے نبی ، اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں آپ پر نازل ہوں، اور سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

۱۱۔تشہد اخیر میں تشہد کے بعد اور سلام سے پہلے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا:

کم سے کم درود "اللھم صل علی محمد" ہے اور مکمل درود یہ ہے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

ترجمہ:۔اے اللہ محمد ﷺ پر اور محمد کے آل پر رحمت نازل فرما، جیسے تو نے ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تعریف کے لائق اور بڑی بزرگی والا ہے، اور محمد اور ان کی آل پر برکت نازل فرما، جیسے تو نے ابراہیم اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تمام جہانوں میں تعریف کے لائق اور بڑی بزرگی والا ہے۔

۱۲۔پہلا سلام پھیرنا: نمازی اپنے داہنے جانب مڑکر "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہے۔دوسرا سلام پھیرنا مسنون ہے۔

۱۳۔ان ارکان کو ترتیب کے ساتھ بجالانا: یعنی نیت اور تکبیر تحریمہ سے نماز شروع کرے پھر سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع، اعتدال اور سجدے کرے.....اس طرح اخیر تک نماز مکمل کرے۔

اگر ان میں سے کسی رکن کو عمداً اس کے وقت سے پہلے کرے تو نماز باطل ہوجائے گی، مثلاً قیام میں سورہ فاتحہ پڑھنے سے پہلے رکوع کرے، اگر عمداً نہ کیا ہو تو یہ رکن اور اس کے بعد کی پوری نماز باطل ہوجائے گی، مثلاً بھول کر تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھے بغیر رکوع کرے تو شروع کی دو رکعتیں صحیح ہوں گی، تیسری اور چوتھی رکعت کو دہرانا واجب ہوگا۔

اگر وہ مطلوبہ ترتیب کو بدلنے کے بعد اپنی نماز جاری رکھے اور دوسری رکعت میں اسی جگہ پہنچ جائے تو دوسری رکعت پہلی رکعت شمار ہوگی، اس صورت میں وہ اپنی نماز میں

ارکان کے درمیان ترتیب بگڑنے کی وجہ سے باطل ہونے والی رکعت کے بدلے ایک رکعت کا اضافہ کرے گا۔

نماز کی سنتیں

نماز کی سنتوں کی دو قسمیں ہیں: (۱) سنن ابعاض (۲) سنن ہیئات

ابعاض وہ سنتیں ہیں جن کو چھوڑنے کی صورت میں نماز کے اخیر میں سجدۂ سہو کرنا سنت ہے، جس سے اس سنت کی کمی پوری ہوجاتی ہے، ہیئات وہ سنتیں ہیں جن کو چھوڑنے کی صورت میں سجدۂ سہو کے ذریعے یہ کمی پوری نہیں کی جاتی، سجدۂ سہو کی تفصیلات اس باب کے اخیر میں بیان کی جائیں گی۔

سنن ابعاض:

۱۔پہلا تشہد: اس سے مراد وہ تشہد ہے جس کے بعد سلام نہیں پھیرا جاتا، یہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز میں دو رکعتوں کے بعد کا جلسہ ہے، اس میں تشہد پڑھنا مسنون ہے۔

۲۔پہلے تشہد کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا: یہ بھی سنت ہے، اس کو چھوڑنے سے سجدوں سے کمی پوری کی جائے گی۔

۳۔پہلے تشہد کے لیے بیٹھنا: یہ تینوں الگ الگ سنتیں ہیں: بیٹھنا، اس میں تشہد پڑھنا پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا۔

۴۔تشہد اخیر (جو رکن ہے) کے بعد آل نبی کے لیے دعا کرنا: یعنی جلسہ اخیرہ میں تشہد کے رکن اور نبی کریم ﷺ پر درود کے بعد آل نبی پر صلوۃ وسلام بھیجنا مسنون ہے، درود کے کلمات کے ساتھ اس کا بھی تذکرہ ہوچکا ہے۔

۵۔فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے اعتدال میں قنوت پڑھنا، اسی طرح پندرہ رمضان کے بعد کی وتر کی آخری رکعت میں قنوت پڑھنا۔

قنوت کی سنت صرف اللہ تعالی کی حمد وثنا اور کوئی بھی دعا کرنے سے ادا ہوجاتی ہے،

مثلاً کہے: ’’اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ یَا غَفُوْرُ‘‘ (اے اللہ! میری مغفرت فرما، اے مغفرت فرمانے والے) لیکن مکمل قنوت وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہے۔

امام ابوداؤد (۱۴۲۵) نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ دعا سکھائی، جس کو میں وتر کی نماز میں پڑھا کرتا ہوں: ’’اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ ، وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ ، وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَاقَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَاِنَّهٗ لَایَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ ۔ ترجمہ: اے اللہ مجھے ہدایت دے ان لوگوں کے ساتھ جن کو تو نے ہدایت دی ہے اور مجھے عافیت دے، ان لوگوں کے ساتھ جن کو تو نے عافیت دی ہے اور تو میرا کارساز بن جا ان لوگوں کے ساتھ جن کا تو کارساز بنا ہے، اور مجھے برکت عطا کر ان چیزوں میں جو تو نے مجھے عطا کی ہیں اور مجھے اس چیز کے شر سے بچا جس کا تو نے فیصلہ کیا ہے، بیشک تو فیصلہ کرتا ہے اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا، وہ شخص کبھی ذلیل نہیں ہوسکتا جس کا تو والی ہو، اور وہ کبھی عزت نہیں پا سکتا جس کو تو اپنا دشمن قرار دے، اے ہمارے پروردگار تو ہی برکت والا ہے اور تو ہی بلند و برتر ہے۔

علماء نے ان الفاظ کے اضافہ کو مستحب قرار دیا ہے: فَلَکَ الْحَمْدُ عَلٰی مَا قَضَیْتَ اَسْتَغْفِرُکَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ، وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ‘‘ (جس کا تو نے فیصلہ کیا ہے، اس کی تعریف تیرے ہی لیے ہے، میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تجھ سے توبہ کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ رحمت بھیجے ہمارے آقا محمد پر جو اُمی ہیں، ان کے آل و اصحاب پر اور سلامتی و برکت نازل فرمائے) کیوں کہ صحیح روایتوں سے ذکر و دعا کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجنا بھی ثابت ہے۔ (مغنی المحتاج ۱/۱۶۶، ۱۶۷)

قنوت کے دوران ہاتھ اٹھانا اور ہاتھوں کا اندرونی حصہ آسمان کی طرف کرنا مسنون ہے۔

سنن ہیئات:

یہ نماز کی وہ سنتیں ہیں جن کے چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو سے اس کی کمی پوری نہیں ہوتی،

بر خلاف سنن ابعاض کے، سنن ہیئات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تکبیر تحریمہ کے وقت، رکوع کے لیے جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا: اس سنت کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ انگلیاں کھلی رکھ کر انگھوٹوں کو کانوں کی لو کے بالمقابل لے جائے اور قبلے کی طرف رخ کرکے اس طرح اپنے ہاتھ اٹھائے کہ ہتھیلیاں کھلی ہوئی ہوں۔

۲۔ قیام میں اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپری حصے پر رکھنا:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور کلائی کے اوپری حصے پر رکھے اور اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں سے بایاں ہاتھ پکڑ کر سینے کے نیچے اور ناف سے اوپر رکھے۔

۳۔ سجدے کی جگہ نگاہ رکھنا:

اپنے آس پاس دیکھنا یا اوپر یا سامنے رکھی ہوئی چیز (چاہے کعبہ ہی کیوں نہ ہو) کو دیکھنا مکروہ ہے، بلکہ اپنی نگاہوں کو ہمیشہ سجدوں کی جگہ رکھنا مسنون ہے، البتہ تشہد میں اپنی شہادت کی انگلی (جس سے تشہد کے وقت اشارہ کیا جاتا ہے) پر نگاہ رکھے۔

۴۔ تکبیر کے بعد توجیہ پڑھنا:

توجیه کے الفاظ: امام مسلم (۷۷۱) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے تو یہ دعا پڑھتے: ’’وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ‘‘۔

ترجمہ: میں نے اپنا رخ کرلیا اس ذات کی طرف جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا، سب سے کٹ کر فرماں بردار ہوکر اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں، بے شک میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھ کو حکم دیا گیا ہے اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔

۵۔ توجیہ کے بعد اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا:

سورہ فاتحہ سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے، اگر اعوذ باللہ سے پہلے سورہ فاتحہ شروع کر دے تو اعوذ باللہ کی سنت ختم ہو جائے گی، پھر تعوذ پڑھنا مکروہ ہے۔

۶۔ سورہ فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد آمین کہنا: ولا الضالین کے فوراً بعد آمین کہے۔

۸۔ سورہ فاتحہ کے بعد چند آیتوں کی تلاوت کرنا: یہ سنت قرآن کی کسی سورہ یا مسلسل تین آیتوں کے پڑھنے سے ادا ہو جاتی ہے۔

یہ صرف ہر نماز کی پہلی دو رکعتوں میں پڑھنا مستحب ہے۔

۹۔ تکبیرات انتقالی:

نماز شروع کرتے وقت تکبیر تحریمہ کہنا فرض ہے، جس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی۔

ایک رکن سے دوسرے رکن منتقل ہوتے وقت تکبیر کہنا سنت ہے، صرف رکوع سے اٹھتے وقت تکبیر کے بدلے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ،رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (اللہ نے اس شخص کی بات سن لی جس نے اس کی تعریف کی، اے ہمارے پروردگار! تیرے لیے ہی تمام تعریفیں ہیں) کہے۔

۱۰۔ رکوع اور سجدوں میں تسبیح پڑھنا:

رکوع میں جانے کے بعد یہ دعا تین مرتبہ پڑھے: ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهِ '' (میرے پروردگار کی ذات پاک ہے جو بڑے مرتبے والا ہے، اور اسی کی تعریف ہے) اور سجدے میں جانے کے بعد یہ دعا تین مرتبہ پڑھے: ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَبِحَمْدِهِ '' (میرے پروردگار کی ذات پاک ہے جو بلند ہے، اور اسی کی تعریف ہے) یہ کمال کا ادنیٰ درجہ ہے، اگر تین مرتبہ سے زیادہ پڑھے تو افضل ہے۔

۱۱۔ تشہد کے دونوں جلسوں میں رانوں کے اگلے حصے پر ہاتھ رکھنا:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو ملا کر ہاتھ پھیلائے اور گھٹنے کے سرے سے انگلیوں کے سروں کو ملا کر ران پر رکھے، اپنا داہنا ہاتھ بند کر کے ران پر رکھے، لیکن شہادت کی انگلی شروع تشہد سے ہی کھلی چھوڑ دے، جب ''اِلَّا اللّٰهُ'' پر پہنچے تو اس انگلی

سے توحید کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اس کو اوپر اٹھائے، اس انگلی کو نماز کے اخیر تک بغیر حرکت دیے اوپر اٹھائے رکھنا مسنون ہے۔

۱۲۔ جلسۂ اخیرہ میں متورک بیٹھنا اور باقی جلسوں میں مفترش:

متورک: نمازی اپنے بائیں ران پر بیٹھے اور اپنے داہنے پیر کو کھڑا کرے اور بایاں پاؤں داہنے پاؤں کے نیچے سے باہر نکالے۔

مفترش: نمازی اپنے بائیں پاؤں کی ایڑی پر بیٹھے اور اپنے داہنے پاؤں کو انگلیوں کے سروں پر کھڑا کرے۔

۱۳۔ تشہد اخیر کے بعد درود ابراہیمی پڑھنا پھر دعا کرنا:

تشہد اخیر میں نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا رکن یعنی فرض ہے اور نبی کریم ﷺ پر درود کے کسی بھی جملہ سے یہ رکن ادا ہو جاتا ہے۔

البتہ درود ابراہیمی پڑھنا سنت ہے، جب درود سے فارغ ہو جائے تو عذاب قبر اور عذاب جہنم سے یا صرف عذاب جہنم سے پناہ مانگنا یا اپنے لیے جو چاہے دعا کرنا مسنون ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ دعا تشہد اور درود سے لمبی نہ ہو۔

۱۴۔ دوسرا سلام:

پہلا سلام رکن ہے اور پہلا سلام داہنے جانب پھیرا جائے، پہلے سلام کے بعد نماز کے ارکان اور واجبات مکمل ہو جاتے ہیں، البتہ اس میں دوسرے سلام کا اضافہ کرنا مسنون ہے، یہ سلام بائیں جانب پھیرا جائے۔

۱۵۔ پوری نماز خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھنا:

ان تمام سنتوں کو سنن ہیئات کہا جاتا ہے، اگر نمازی ان میں سے کوئی سنت چھوڑ دے تو سجدۂ سہو کرنا مسنون نہیں ہے، برخلاف سنن ابعاض کے، اگر نمازی سنن ابعاض میں سے کوئی سنت چھوڑ دے تو سجدہ سہو کے ذریعے اس کمی کو پورا کرنا مسنون ہے۔

نماز کے بعد استغفار، ذکر واذکار اور دعا کرنا سنت ہے۔

نماز کے مکروہات

قاعدہ: مذکورہ سنتوں میں سے کسی سنت کی مخالفت کرنا مکروہ ہے۔

بعض وہ اعمال بھی ہیں جن سے بچنا سنت ہے اور ان کا کرنا مکروہ ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔کسی ضرورت کے بغیر نماز میں ادھر اُدھر دیکھنا۔

۲۔آسمان کی طرف دیکھنا۔

۳۔نماز کے دوران بالوں سے کھیلنا اور کپڑوں کے کناروں کو کسنا۔

۴۔کھانا موجود رہنے کی صورت میں نماز پڑھنا، جب کہ دل اس کی طرف مائل ہو، کیوں کہ اس کا دل اسی میں لگا رہتا ہے اور نماز کا خشوع ختم ہو جاتا ہے۔

۵۔پیشاب یا پاخانہ روک کر نماز پڑھنا۔

۶۔نیند کا غلبہ ہونے کی صورت میں نماز پڑھنا۔

۷۔مندرجہ ذیل جگہوں پر نماز پڑھنا:

حمام خانے، راستے، بازار، قبرستان، گرجا گھر، کوڑا خانے، اونٹ کے باڑھ وغیرہ میں نماز پڑھنا، کیوں کہ ان میں سے بعض جگہوں پر نجاست کا اندیشہ ہے اور بعض جگہوں پر دل کے مشغول ہونے کا۔

۸۔کمر پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنا۔

نوٹ: عورت اجنبی مردوں کی موجودگی میں اپنی آواز کو پست کرے، چناں چہ جہری نمازوں میں بھی قرآن کی تلاوت جہراً یعنی آواز سے نہ کرے۔

نماز کے دوران کوئی چیز پیش آئے اور وہ کسی کو اس سے مطلع کرنا چاہے تو وہ تالی بجائے، یعنی اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر مارے۔

عورت کے لیے اذان دینا سنت نہیں ہے، صرف اقامت کہنا سنت ہے، البتہ پست آواز میں اذان دے تو مکروہ بھی نہیں ہے، اذان کو اس کے حق میں ذکر سمجھا جائے گا

اور ثواب بھی ملے گا، بلند آواز سے اذان دینا مکروہ ہے، اگر فتنے کا اندیشہ ہو تو حرام ہے۔

نماز باطل کرنے والی چیزیں

مندرجہ ذیل چیزوں سے نماز باطل ہو جاتی ہے:

۱۔عمداً باتیں کرنا:

اگر بھول کر بات کرے تو تھوڑی سی باتیں معاف ہیں، فقہاء نے کہا ہے کہ چھ کلمات سے زیادہ نہ ہوں۔

۲۔عملِ کثیر: اس سے مراد نماز کے اعمال کو چھوڑ کر دوسرے اعمال ہیں، نماز اسی وقت باطل ہوگی جب پے در پے کرے، کیوں کہ یہ نماز کے نظام کے منافی ہے، عملِ کثیر کا قاعدہ یہ ہے کہ تین یا تین سے زیادہ مرتبہ کسی عضو کو حرکت دی جائے، پے در پے کا قاعدہ یہ ہے کہ جن اعمال کو عرف میں پے در پے سمجھا جائے، اس صورت میں نماز باطل ہو جاتی ہے۔

۳۔کپڑے یا بدن پر نجاست لگ جائے:

نجاست کپڑے یا بدن کے کسی حصے پر لگے اور نمازی فوراً نجاست نہ ہٹائے، اس صورت میں نماز باطل ہو جائے گی، کیوں کہ یہ نماز کی شرطوں کے منافی ہے۔

۴۔ستر کھل جائے:

اگر نمازی عمداً ستر کا کوئی حصہ کھول دے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اگر بغیر ارادے کے ستر کھل جائے اور فوراً اس کو بند کر دے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی، اگر فوراً بند نہ کرے تو نماز باطل ہوگی، کیوں کہ اس صورت میں نماز کے ایک حصے میں نماز کی ایک شرط فوت ہو جائے گی۔

۵۔نماز میں کھانا یا پینا۔

عمداً کھائے یا پیے تو نماز باطل ہو جائے گی، چاہے کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، البتہ بھول کر کھائے پیے تو نماز اس صورت میں باطل ہوگی جب اتنا زیادہ کھائے یا پیے جس کو عرف میں زیادہ کہا جاتا ہو، فقہاء نے زیادہ کی تعیین یہ کی ہے کہ کھائی ہوئی چیز چنے کے بقدر ہو، اگر

اس کے دانتوں میں کھانے کا اتنا حصہ لگا ہو، جو چنے سے کم ہو اور نمازی اس کو تھوک کے ساتھ بغیر ارادے کے نگل جائے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔

اگر نمازی کے منھ میں شکر ہو جو منھ ہی میں پگھل جائے اور اس کو نگل لے تو نماز باطل ہو جائے گی۔

۶۔ پہلے سلام سے پہلے حدث لاحق ہو جائے:

چاہے عمداً لاحق ہو یا سہواً، دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، کیوں کہ اس صورت میں تمام ارکان کے مکمل ہونے سے پہلے نماز کی ایک شرط (حدث سے پاک ہونا) فوت ہوگئی۔

اگر پہلے سلام کے بعد دوسرے سلام سے پہلے حدث لاحق ہو جائے تو اس کی نماز صحیح ہوگی، اس پر تمام علماء کا اجماع ہے۔

۷۔ کھنکھارے، ہنسے، روئے یا آہ آہ کرے جب کہ منھ سے دو حروف نکلیں:

ان چار چیزوں سے نماز باطل ہونے کا قاعدہ یہ ہے کہ دو حروف ظاہر ہو جائیں، چاہے اس سے کوئی مطلب سمجھ میں نہ آئے، اگر کم ہو، یعنی کوئی حرف سنائی نہ دے یا صرف ایک حرف سنائی دے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی، یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ مغلوب نہ ہو، بلکہ عمداً کرے، اگر وہ مغلوب ہو کر ایسا کرے، مثلاً اچانک جمائی آئے یا ہنسی آئے اور رو کنا اس کے قابو میں نہ ہو تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔

صرف مسکرانے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

ذکر اور دعا سے لوگوں کو مخاطب کرنا مقصود ہو تو نماز باطل ہوگی، مثلاً یرحمك الله کہے، کیوں کہ اس صورت میں وہ گفتگو ہوگی اور نماز میں گفتگو کرنا جائز نہیں ہے۔

۸۔ نیت بدل جائے:

نمازی نماز سے نکلنے کا ارادہ کرے یا نماز سے نکلنے کو کسی کام پر موقوف کرے، مثلاً کوئی شخص آئے تو میں نماز سے نکلوں گا، اس صورت میں صرف ارادہ کرنے سے ہی نماز باطل ہو جائے گی۔

۹۔ قبلے سے رخ بدلے: چاہے عمداً کرے یا کوئی شخص زبردستی اس کا رخ قبلے سے

پھیر دے، البتہ عمداً کرنے کی صورت میں اس کی نماز فوراً باطل ہو جائے گی، اگر کوئی زبردستی پھیر دے تو اس کی نماز اسی صورت میں باطل ہوگی جب وہ اسی حالت میں بڑی دیر تک رہے، اگر جلدی سے قبلے کی طرف دوبارہ رخ کرے تو نماز باطل نہیں ہوگی، اس کی تعیین عرف سے ہوگی کہ اس نے فوراً قبلے کی طرف رخ کیا ہے، یا بڑی دیر تک اسی حالت میں رہا ہے۔

ساتواں باب

جنازے سے متعلق عورتوں کے مخصوص مسائل

جنازے کے احکام

موت کو یاد کرنے کا حکم:

ہر انسان کو موت کا ذکر کثرت سے کرنا مسنون ہے، حدیث میں آیا ہے: ''لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو'' (ابن حبان ۲۵۵۹) اسی طرح توبہ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کر کے موت کے لیے تیاری کرنا بھی مسنون ہے، چاہے جوان ہو یا بوڑھا، بیمار ہو یا صحت مند، کیوں کہ کسی کو اپنی موت کا پتہ نہیں اور یہ معلوم نہیں کہ بوڑھے کا پہلے انتقال ہوگا یا نوجوان کا، اسی طرح بیمار پہلے چلا جائے گا یا صحت مند، کیوں کہ بعض نوجوانوں کی اس حالت میں موت ہوتی ہے کہ وہ اپنی جوانی کے خوابوں میں غرق رہتے ہیں اور بعض بوڑھے ایسے ہیں جو ہر وقت موت کا انتظار کرتے ہیں، لیکن ان کی عمر میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، جب کوئی انسان بیمار ہو جائے تو موت کو یاد کرنا اور موت کی تیاری کرنا یعنی نیک کاموں میں مشغول رہنا اور برے کاموں سے بچنا سنت موکدہ ہے۔

موت کے وقت کیا کیا جائے؟

جب موت کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں اور سکرات یعنی جسم سے روح نکلنے کا وقت آئے تو مندرجہ ذیل کام کرنے چاہئیں:

۱۔ جب مریض سکرات کے عالم میں پہنچے تو گھر والوں کے لیے سنت ہے کہ اس کو

داہنے پہلو قبلے کی طرف چہرہ کر کے لٹائے، اگر ایسا کرنا دشوار ہو تو اس کو چت لٹا کر اس کا چہرہ تھوڑا سا اوپر کرے، تا کہ اس کا رخ قبلے کی طرف ہو، اسی طرح پاؤں کے تلوے بھی قبلے کی طرف کرنا مسنون ہے۔

۲۔ کلمہ شہادت ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کی تلقین نرمی کے ساتھ اصرار کے بغیر کرنا مسنون ہے، لا الٰہ الا اللّٰہ کو اتنی آواز میں دہرایا جائے کہ وہ سن لے، اس کو کہنے کا حکم نہ دیا جائے، امام مسلم (۹۱۶، ۹۱۷) نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللّٰہ کی تلقین کرو''۔

۳۔ اس کے پاس سورہ یٰس پڑھنا سنت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے مرنے والوں کے پاس سورہ یٰس پڑھو'' (ابو داؤد ۳۱۲۱، ابن حبان ۳۰۰۲، انھوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے)

۴۔ جس بیمار کو یہ احساس ہو جائے کہ اس کو جلد موت آنے والی ہے اور وہ سکرات کے عالم میں پہنچنے والا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنا اور اپنے گناہوں اور معاصی کو دل سے نکال کر یہ تصور کرنا مسنون ہے کہ رب کریم اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا، صحیح حدیث میں آیا ہے: ''میں اپنے بندے کے ساتھ میرے بارے میں اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں'' (بخاری ۷۴۰۵، مسلم ۲۶۷۵)

موت کے بعد کیے جانے والے اعمال:

جب کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے اور اس کی روح پرواز کر جائے تو مندرجہ ذیل امور کی انجام دہی مستحب ہے:

۱۔ آنکھوں کو بند کرنا، ٹھڈی کو کسی پٹی سے باندھنا، تا کہ اس کا منھ کھلا نہ رہے، نبی کریم ﷺ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت آئے جب آپ کی آنکھیں جھک رہی تھیں، آپ نے ان کی آنکھیں بند کر دی۔ (مسلم ۹۲۰)

۲۔ بازو کو نرم کرے پھر اس کو پھیلا کر کندھوں کی طرف لے جائے، اسی طرح پاؤں اور باقی اعضاء کے ساتھ کیا جائے۔

۳۔کوئی بھاری چیز اس کے پیٹ پر رکھنا، تا کہ پیٹ پھول کر اس کی شکل وصورت بگڑ نہ جائے، اسی طرح پورے بدن کو کسی ہلکے کپڑے سے ڈھانکنا بھی مندوب ہے۔

۴۔سنت یہ ہے کہ اس کے تمام کپڑے اتارے جائیں اور اس کو تخت یا کسی بلند چیز پر رکھا جائے اور اس کا رخ قبلہ کی طرف کیا جائے، یہ کام اس کا سب سے قریبی محرم رشتہ دار کرے۔

جب انسان کی روح پرواز کر جائے اور اس کی موت کا یقین ہو جائے تو فوراً غسل دینا، کفن دینا اور نماز پڑھ کر تدفین کرنا مستحب ہے، یہ چار چیزیں فرض کفایہ ہیں، اس پر پوری امت کا اجماع ہے، اگر کوئی بھی یہ کام انجام نہ دے تو سب گنہ گار ہو جائیں گے۔

موت کے یقین ہونے کے بعد سب سے پہلا کام غسل دینا ہے، اس کے دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ: کم از کم غسل یہ ہے کہ اس کے بدن کی نجاست ختم کی جائے اور پورے جسم پر پانی بہایا جائے، اس سے فرض کفایہ ادا ہو جاتا ہے۔

دوسرا طریقہ: یہ کامل طریقہ ہے، جس سے سنت ادا ہو جاتی ہے، وہ طریقہ یہ ہے کہ غسل دینے والا مندرجہ ذیل کام انجام دے:

۱۔میت کو کھلی جگہ بلند چیز پر مثلاً تخت وغیرہ پر رکھے اور قمیص وغیرہ سے میت کے ستر کو ڈھانک دے۔

۲۔غسل دینے والا میت کو پیچھے کی طرف جھکا کر بٹھائے اور اپنے داہنے ہاتھ سے اس کے سر کو ٹیک دے اور اپنے بائیں ہاتھ سے میت کے پیٹ کو دبائے، تا کہ اس کے پیٹ میں موجود گندگی نکل جائے، پھر اپنے بائیں ہاتھ پر کپڑا یا دستانہ وغیرہ لپیٹ کر دونوں شرمگاہوں کو دھوئے، پھر اس کا منھ اور ناک کے نتھنے صاف کرے، پھر اس کو وضو کرائے۔

۳۔میت کا سر اور چہرہ صابون یا کسی دوسری چیز سے دھوئے اور بالوں میں کنگھی کرے، اگر کوئی بال گر جائے تو اس کو واپس رکھے، تا کہ بال کو ساتھ میں دفن کیا جائے۔

۴۔میت کے چہرے سے متصل پورا داہنا حصہ دھوئے پھر اس کا بایاں حصہ دھوئے پھر ٹھڈی سے متصل داہنا حصہ دھوئے، پھر بایاں حصہ، اس طرح اس کے پورے جسم تک پانی پہنچائے، یہ پہلا غسل ہے، اسی طرح پھر دو مرتبہ غسل کرنا مسنون ہے، اس طرح تین

مرتبہ غسل مکمل ہو جائے گا، آخری غسل میں پانی کے ساتھ کچھ کافور ملایا جائے، جب میت غیر محرم (جس نے احرام نہ باندھا ہو) کی ہو۔

یہ ضروری ہے کہ مرد کو مرد اور عورت کو عورت غسل دے، البتہ شوہر اپنی بیوی اور بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتے ہیں، اگر عورت کو غسل دینے کے لیے کوئی عورت یا محرم نہ ملے یا مرد کو غسل دینے کے لیے کوئی مرد یا محرم نہ ملے تو غسل نہیں دیا جائے گا، بلکہ اس کے بدلے تیمم کرایا جائے گا۔

۲۔کفن دینا:

کم سے کم مطلوبہ کفن یہ ہے کہ میت کو ایک ایسے کپڑے میں لپیٹا جائے جس سے پورا بدن اور سر ڈھک جائے، اگر اس کا انتقال حالت احرام میں نہ ہوا ہو، صحیح قول کے مطابق واجب کفن وہ کپڑا ہے جس سے ستر چھپ جائے۔

امام ترمذی (۹۹۴) وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے کپڑوں میں سفید کپڑے پہنا کرو، کیوں کہ یہ بہترین کپڑے ہیں اور اپنے جنازوں کو ان ہی میں کفن دو''۔

عورت کو کفن پانچ سفید کپڑوں میں دینا سنت ہے، وہ پانچ کپڑے یہ ہیں: ایک ازار جو ناف سے پورے پیروں کو ڈھانکے، ایک اوڑھنی جو سر ڈھانک دے، ایک قمیص جو جسم کے اوپری حصے کو ناف تک ڈھانکے اور دو چادریں جو پورے بدن کو ڈھانکیں۔

۳۔جنازے کی نماز:

عورتوں کے لیے جنازے کی نماز میں شریک ہونا مشروع نہیں ہے، اسی طرح جنازے کے ساتھ چلنا جائز نہیں ہے۔

تعزیت کے احکام

انتقال کے تین دنوں کے دوران میت کے گھر والوں کی تعزیت کرنا مسنون ہے، امام ابن ماجہ (۱۶۰۱) نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جو مسلمان

بھی کسی مصیبت میں اپنے بھائی کی تعزیت (صبر کی تلقین کرنا اور دلاسہ دینا) کرے گا، اللہ اس کو قیامت کے دن عزت وشرافت کے جوڑے پہنائے گا"۔

تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ ہے، البتہ کوئی سفر میں ہو تو اس کی تعزیت بعد میں بھی کی جاسکتی ہے، کیوں کہ تین دن میں غم ختم ہو جاتا ہے، پھر اس غم کو تازہ کرنا اچھی بات نہیں ہے۔

باربار تعزیت کرنا بھی مکروہ ہے، افضل یہ ہے کہ تدفین کے بعد تعزیت کی جائے البتہ پہلے تعزیت کرنا ان سے خیر خواہی کے اظہار کے لیے ہو تو پہلے تعزیت کرنا افضل ہے۔

نوحہ کی ممانعت

میت کے کارناموں کو یاد کر کے نوحہ کرنا مکروہ ہے، نوحہ ہر وہ عمل یا قول ہے جس میں جزع فزع کا اظہار ہو، مثلاً سینہ کوبی کرنا، کپڑے پھاڑنا وغیرہ، یہ تمام چیزیں حرام ہیں، رسول اللہ ﷺ نے واضح الفاظ میں اس سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر پر سر جھکانے اور ماننے کے بجائے اس کی مخالفت ہے۔

امام مسلم (۹۳۵) نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "نوحہ کرنے والی عورت موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گی کہ اس کے جسم پر تارکول اور کھجلی کی قمیص ہوگی"، یعنی اس کے اعضاء پر خارش کی بیماری ہوگی، جو اس کے پورے بدن کو قمیص کی طرح گھیرے ہوئے ہوگی

امام بخاری (۱۲۳۲) نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "وہ ہم میں سے نہیں جو گالوں پر مارے، کپڑوں کو پھاڑے اور جاہلیت کا دعوی کرے"۔

غم اور رنج دلی کی وجہ سے اگر طبعی طور پر رونا آئے تو رونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ سنت ہے کہ جنازے میں شریک ہونے والے بعض لوگ کھانا اپنے ساتھ لاکر میت کے گھر والوں کو دیں، یا ان کو اپنے گھر بلائیں، کھانا اتنا زیادہ دینا مستحب ہے کہ پورے گھر والوں کو رات اور دن کافی ہو جائے، جب حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ

کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا بناؤ، کیوں کہ اس خبر نے ان کو مشغول کر دیا ہے"۔ (ترمذی ۹۹۸، ابو داؤد ۳۱۳۲)

نوحہ کرنے والی عورتوں کے لیے کھانا پکانا حرام ہے، چاہے میت کے گھر والے بنائیں یا دوسرے، کیوں کہ یہ گناہ پر تعاون اور ان کی ہمت افزائی کرنا ہے۔

بہت سی جگہوں پر تین دن یا چالیس دن گزرنے پر لوگوں کو کھانے کے لیے جمع کیا جاتا ہے، یہ بھی بدعت ہے، اگر ان کھانوں کا خرچ وراثت کے مال سے کیا جائے اور وارثین میں نابالغ بھی ہوں تو یہ بدترین حرام ہے، کیوں کہ اس میں یتیم کا مال کھانا اور غیر مفید کاموں میں ضائع کرنا ہے، حرام کے ارتکاب میں داعی کے ساتھ ساتھ دعوت کھانے والے بھی شریک ہیں۔

☆ ولادت کے وقت بچے کی آواز نہ آئی ہو، اگر حمل چار ماہ کا ہو تو اس کو غسل دینا، کفن دینا، اور اس کی نماز پڑھنا واجب نہیں ہے، البتہ اس کو ایک کپڑے میں کفن دینا اور بغیر نماز کے دفن کرنا مستحب ہے۔

☆ ولادت کے وقت آواز آئی ہو یا سانس وغیرہ کی وجہ سے اس کی زندگی کا یقین ہو جائے تو اس کے حق میں چاروں چیزیں واجب ہیں، اس کے اور عام جنازہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

قبروں کی زیارت کا حکم

مسلمانوں کی قبروں کی زیارت مردوں کے لیے بالاجماع مستحب ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں تم کو قبروں کی زیارت سے روکا کرتا تھا، اب تم اس کی زیارت کرو" (مسلم ۹۷۷)، امام ترمذی (۱۰۵۴) نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیوں کہ یہ آخرت کو یاد دلاتی ہے"، اس کے لیے کوئی متعین وقت مستحب نہیں ہے۔

البتہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ نوحہ خوانی اور آوازوں کو بلند کرنے کا اندیشہ رہتا ہے، امام ابو داؤد (۳۲۳۶) وغیرہ نے حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''اللہ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کرے''، لیکن عورتوں کے لیے رسول اللہ کی قبر کی زیارت کرنا مسنون ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کا اختلاط، اور بھیڑ نہ ہو، اور آوازیں بلند نہ کی جائیں، کیوں کہ اس سے فتنے کا اندیشہ ہے۔

آٹھواں باب

زکوٰۃ

زکوۃ اسلام کے پانچ اراکین میں سے ایک ہے، اس کا شمار مالی عبادات میں ہوتا ہے۔

زکوۃ کا لفظ زَکَا الشَّیْءُ یَزْکُوْ (یعنی زیادہ ہونا اور بڑھنا) سے ماخوذ ہے۔

اسلامی شریعت کی اصطلاح میں بعض قسم کے مال کے مخصوص حصے کے لیے لفظِ زکوۃ کا استعمال ہوتا ہے، جو مال چند شرائط کے پائے جانے کی صورت میں مخصوص لوگوں میں تقسیم کرنا ضروری ہوتا ہے۔

اس مال کو زکوۃ کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کے نکالنے کی برکت سے مال میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ مال شبہ سے پاک ہو جاتا ہے، زکوۃ دراصل ضرورت مندوں اور فقیروں کے لیے اپنے مال کا ایک حصہ مخصوص کرنا ہے۔

صحیح قول یہ ہے کہ سن ۲ ہجری میں رمضان کے روزے فرض ہونے سے چند دن پہلے زکوۃ فرض ہوئی۔

زکوۃ کی حکمتیں

زکوۃ کی بہت سی حکمتیں اور فائدے ہیں، جن کا اس چھوٹی سی کتاب میں احاطہ کرنا مشکل ہے، خلاصہ یہ کہ اس میں دینے والے اور لینے والے، فرد اور معاشرہ ہر ایک کا فائدہ ہے، بعض حکمتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ زکوۃ دینے والے کو خرچ کرنے اور دوسروں پر احسان کرنے کی عادت پڑتی ہے اور اس کے دل سے کنجوسی کی جڑیں اور بخل کے اسباب ومحرکات ختم ہو جاتے ہیں۔

۲۔ اخوت ومحبت اور تعلقات پروان چڑھتے ہیں، اگر معاشرے میں اس اسلامی

فریضے کو صحیح طریقے سے ادا کیا جائے اور ہر مسلمان کی طرف سے واجب زکوٰۃ مستحقین میں تقسیم کی جائے تو محبت والفت کا ایک کامل نمونہ سامنے آئے گا۔

۳۔زکوٰۃ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس سے معاشرے کے افراد کے درمیان معاش کے معیار میں توازن رہتا ہے، اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں معاشرتی اور معاشی توازن باقی نہیں رہتا اور مختلف طبقات میں خلیج بڑھ جاتی ہے، اور معاشرے میں فقر وفاقہ اور ضرورتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

زکوٰۃ ہی ایک ایسی چیز ہے جس میں امت کے افراد کے درمیان معاشرتی اونچ نیچ اور فقر وفاقہ کے اسباب پیدا ہونے کی صورت میں وجود میں آنے والے خطرات سے حفاظت کی ضمانت اور گیارنٹی ہے۔

۴۔زکوٰۃ سے بے روزگاری ختم ہو جاتی ہے۔

۵۔زکوٰۃ دلوں سے کینہ، حسد اور دشمنیوں کو پاک کرنے کا واحد ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: ''خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا'' ان کے مال سے صدقہ لو، جس سے تم ان کو اس زکوٰۃ کے ذریعے پاک وصاف کرو۔(توبہ۱۰۳)

زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والے کا حکم

(الف) انکار کے ساتھ زکوٰۃ نہ دینے والے کا حکم: یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے، شہادتین اور نماز کے بعد یہ تیسرا رکن ہے، اسی وجہ سے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے اور وہ اسلام سے نکل جاتا ہے، اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کا خون حلال ہو جاتا ہے، کیوں کہ یہ دین کا ضروری علم ہے، یعنی اس کی فرضیت کو ہر مسلمان چاہے خاص ہو یا عام جانتا ہے اور اس کے لیے کسی دلیل اور حجت کی ضرورت نہیں ہے۔

(ب) بخل اور کنجوسی کی وجہ سے زکوٰۃ نہ دینے والے کا حکم:

اگر کوئی شخص زکوٰۃ کے واجب ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے زکوٰۃ دینے سے انکار

کرے تو وہ فاسق اور گنہ گار ہے، اس کو آخرت میں سخت ترین عذاب ملے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ، يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ، هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ'' اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کے راستے میں اس کو خرچ نہیں کرتے، آپ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے، اس دن جس دن ان کو جہنم کی آگ میں تایا جائے گا، اس کے ذریعے ان کی پیشانیوں، ان کے پہلوؤں اور ان کی پیٹھوں کو سینکا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا، یہ وہی ہے جس کو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا، پس تم اس کا مزہ چکھو، جس کو تم جمع کر کے رکھا کرتے تھے (التوبہ۳۴،۳۵)۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر وہ چیز جس کی زکوٰۃ ادا کی جائے، وہ کنز نہیں ہے اور ہر وہ چیز جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے، وہ کنز ہے''۔

زکوٰۃ واجب ہونے کی شرطیں

اس شخص پر زکوٰۃ واجب ہے جس میں مندرجہ ذیل شرطیں پائی جائیں:

۱۔مسلمان ہو۔

۲۔نصاب کا مالک ہو۔

۳۔نصاب پر مکمل ایک اسلامی یعنی قمری سال گذر جائے۔

مال جتنا بھی ہو، ایک سال مکمل ہونے کے بعد ہی اس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''مال میں اس وقت تک زکوٰۃ نہیں ہے جب تک اس پر ایک سال نہ گذرے'' (ابو داؤد۱۵۷۳) کھیتی، پھل اور خزانوں کی زکوٰۃ میں یہ شرط نہیں ہے، ان مالوں پر زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے ایک سال کا گذرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ ان چیزوں کے حاصل ہوتے ہی زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔

بچے اور پاگل کے مال میں زکوۃ

سابقہ شرطوں سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مال میں زکوۃ واجب ہونے کے لیے صاحبِ مال کا بالغ ہونا اور عاقل ہونا شرط نہیں ہے۔

کن چیزوں پر زکوۃ واجب ہے؟

مال پر زکوۃ واجب ہونے کی بنیاد نمو اور بڑھنے کی صلاحیت ہے، ہر وہ چیز جس میں نمو اور بڑھنے کی صلاحیت ہو اس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے، ہر وہ چیز جس میں نمو اور بڑھنے کی صلاحیت نہ ہو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔

یہ اصول مقرر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اگر جامد مال پر زکوۃ واجب ہوتی تو تقریباً چالیس سال کے عرصے میں زکوۃ سے وہ مال ختم ہوجاتا اور اس سے مالک کو نقصان ہوتا، جس مال میں نمو اور بڑھنے کی صلاحیت رہتی ہے اس مال پر ہونے والی ترقی اور بڑھوتری کی وجہ سے زکوۃ واجب ہوجاتی ہے، اس صورت میں اصل مال پر کوئی خوف نہیں رہتا کہ زکوۃ سے وہ مال ختم ہوجائے گا، ذیل میں ان اشیاء کی تفصیلات بیان کی جارہی ہیں جن پر زکوۃ واجب ہے:

ا۔ نقدی

نقدی سے مراد سونا اور چاندی ہے، چاہے وہ ڈھلے ہوئے ہوں یا خام، چاہے ملکیت میں حقیقتاً شامل ہوں یا ملکیت کا اعتبار کیا جائے، یعنی لین دین سونا اور چاندی سے کیا جائے یا اس کے قائم مقام کرنسی سے، اسی طرح وہ کاغذات بھی اس میں شامل ہیں جن سے نقدی یعنی سونا یا چاندی ملنے کی ضمانت وگیارنٹی ہو، مثلاً چیک وغیرہ۔

زیورات پر زکوۃ نہیں

جائز زیورات پر زکوۃ واجب نہیں ہے، سونے یا چاندی کے زیورات پر اس وقت زکوۃ واجب نہیں ہے جب کہ عرفِ عام میں اسراف کی حد تک نہ پہنچے ہوں۔

امام شافعیؒ نے کتاب الام میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت جابر بن عبداللہ

رضی اللہ عنہ سے زیورات کے بارے میں پوچھا کہ کیا ان پر زکوۃ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ (۳۴/۲۔۳۵)

ا۔ سونے اور چاندی کا نصاب:

جب سونا ۲۰ مثقال (۹۶ گرام) ہوجائے تو زکوۃ فرض ہوجاتی ہے، اور چاندی پر اس وقت زکوۃ واجب ہوتی ہے جب دوسو درہم (ایک درہم ۳ء۳۶ گرام، اور دوسو درہم ۶۷۲ گرام) کے بقدر ہوجائے۔

اگر آج کے اعتبار سے ایک گرام سونے کی قیمت ۵۰۰ روپے ہوں تو سونے کی زکوۃ کا نصاب ۴۸ ہزار روپے ہوتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ شروع اسلام میں ۲۰۰ درہم چاندی ۲۰ مثقال سونے کے برابر تھی، اسی بنیاد پر دونوں میں سے ہر ایک زکوۃ واجب ہونے کا نصاب تھا۔

اس کے بعد سونے کی قیمتوں میں اضافہ ہونے کی وجہ سے دونوں کی قیمتوں میں تفاوت ہوا، جس کے نتیجے میں ۲۰ مثقال سونے کی قیمت ۲۰۰ درہم چاندی کی قیمت کے مقابلے میں بہت بڑھ گئی۔

خلاصۂ کلام یہ کہ جس کے پاس نقدی کرنسی ہو تو وہ سونے کی قیمت کا اعتبار کرسکتا ہے، اس صورت میں ۹۶ گرام سونے کے بقدر روپے ہونے کے بعد ہی زکوۃ واجب ہوگی، چاہے تو وہ چاندی کی قیمت کا اندازہ لگا کر زکوۃ دے سکتا ہے۔

دین میں احتیاط یہ ہے کہ جس میں فقیروں کا فائدہ اور کم مقدار ہو، اس کا اعتبار کیا جائے، تاکہ اللہ کے نزدیک اپنے حق سے بری ہونے کا یقین ہوجائے، اگر چاندی کا اعتبار کرنے پر کم روپیوں کی موجودگی میں زکوۃ واجب ہوتی ہو تو چاندی کی قیمت کا اعتبار کرکے زکوۃ دی جائے،

نقدی کے نصاب پر زکوۃ واجب ہونے کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ اس پر ایک سال گزر جائے۔

جب چاندی اور سونے کا نصاب مکمل ہوجائے تو اس پر زکوۃ واجب ہونے کے لیے ملکیت کے بعد مکمل ایک قمری یعنی اسلامی سال کا گزرنا شرط ہے، درمیانی سال میں سونا یا

چاندی نصاب سے کم ہو جائے تو زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

اگر پورے سال میں ایک دن یا ایک گھنٹہ کے لیے بھی نصاب کی مقدار میں کمی ہوجائے، پھر دوسری مرتبہ نصاب کو پہنچ جائے تو نصاب کی ملکیت کی سابقہ تاریخ کالعدم ہوگی اور نصاب کی نئی تاریخ کا اعتبار ہوگا اور دوبارہ نصاب مکمل ہونے کے وقت سے سال کی ابتدا ہوگی۔

اگر کوئی شخص سونے اور چاندی کے نصاب کا یا نصاب سے زیادہ کا مالک ہوجائے اور اس پر ایک مکمل قمری سال گزر جائے تو اس مجموعی مال میں سے چالیسواں حصہ نکالے گا، چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فیصد۔

۲۔ چوپائے

یہ اونٹ، گائے اور بکری ہے، بکری کے ساتھ بھیڑ بھی ہے۔

اونٹ کا نصاب

نصاب	زکوۃ کی مقدار	
۵ سے ۹	ایک بکری	مینڈھا ہو تو ایک سال، اور بکری دو سال
۱۰ سے ۱۴	دو بکریاں	
۱۵ سے ۱۹	تین بکریاں	
۲۰ سے ۲۴	چار بکریاں	
۲۵ سے ۳۵	ایک ایسی اونٹنی جس کا	
۳۶ سے ۴۵	ایک ایسی اونٹنی جس کا	ایک سال مکمل ہو چکا ہو
۴۶ سے ۶۰	ایک ایسی اونٹنی جس کا	دو سال مکمل ہو چکا ہو
۶۱ سے ۷۵	ایک ایسی اونٹنی جس کا	تین سال مکمل ہو چکا ہو
۷۶ سے ۹۰	دو ایسی اونٹنیاں جن کے	چار سال مکمل ہو چکا ہو
۹۱ سے ۱۲۰	تین ایسی اونٹنیاں جن	دو سال مکمل ہو چکے ہوں
		کے تین سال مکمل ہو چکے ہوں

اگر اونٹنیاں ۱۲۰ سے زیادہ ہو جائیں تو ہر چالیس اونٹنیوں پر ایک دو سالہ اونٹنی زکوۃ میں دی جائے اور ہر پچاس پر ایک تین سالہ اونٹنی، اگر اونٹنیوں کی تعداد ایک سو ستر ہو جائے تو ایک سال کے گزرنے کے بعد تین دو سالہ اور ایک تین سالہ اونٹنی زکوۃ میں دی جائے، کیوں کہ ایک سو ستر میں تین چالیس اور ایک پچاس آتا ہے۔

گائے کا نصاب

کم از کم تیس گائے ہوں تو زکوۃ واجب ہوتی ہے، اس سے کم ہوں تو زکوۃ واجب نہیں ہے، اگر اس سے زیادہ ہو تو متعین ضابطہ کے مطابق زکوۃ میں بھی اضافہ ہوگا، تفصیلات ذیل میں درج ہیں:

نصاب	زکوۃ کی واجب مقدار
۳۰ سے ۳۹ پر	ایک سال کا بچھڑا
۴۰ سے ۵۹ پر	دو سال کی گائے
۶۰ سے ۶۹ پر	ایک سال کے دو بچھڑے
۷۰ سے ۷۹ پر	ایک سال کا ایک بچھڑا اور دو سال کی ایک گائے
۸۰ سے ۸۹ پر	دو سال کی دو گائے
۹۰ سے ۹۹ پر	ایک سال کے تین بچھڑے
۱۰۰ سے ۱۰۹ پر	دو سال کی ایک گائے اور ایک سال کے دو بچھڑے
۱۱۰ سے ۱۱۹ پر	دو سال کی دو گائے اور ایک سال کا ایک بچھڑا

اگر تعداد اس سے زیادہ ہو تو ہر تیس پر ایک سال کا بچھڑا، اور ہر چالیس پر دو سال کی گائے زکوۃ میں دی جائے۔

بکریوں کا نصاب

چالیس سے کم بکریوں پر زکوۃ نہیں ہے، اگر بکریاں چالیس ہو جائیں تو اس پر ایک

بکری واجب ہے، پھر بکریوں کی تعداد میں اضافہ ہونے سے متعین اصولوں کے مطابق اس کی زکوۃ کی مقدار میں بھی اضافہ ہوتا ہے، جو ذیل میں پیش ہیں۔

نصاب	زکوۃ کی واجب مقدار
۴۰ سے ۱۲۰ پر	ایک سالہ ایک مینڈھا یا دو سالہ ایک بکری
۱۲۱ سے ۲۰۰ پر	دو بکریاں
۲۰۱ سے ۳۰۰ پر	تین بکریاں

اگر بکریوں کی تعداد تین سو سے زیادہ ہو تو ہر سو بکریوں پر ایک بکری زکوۃ دی جائے گی۔

۳۔ کھیتی اور پھل

کھیتی اور پھل پر اسی صورت میں زکوۃ واجب ہوتی ہے جب کہ لوگ اس کو عام طور پر ذخیرہ کر کے رکھتے ہوں اور ذخیرہ بنا کر رکھنے میں وہ خراب نہ ہوتا ہو، پھلوں میں سے کھجور اور انگور اور زرعی پیداوار میں سے گیہوں، جو، چاول، دال، چنا اور بھٹہ وغیرہ ہیں، قحط کے زمانے میں جو مال ذخیرہ کیا جاتا ہے، اس پر زکوۃ نہیں ہے۔

پھل اور کھیتی وزن میں چھلکے اور مٹی وغیرہ صاف کرنے اور پھل کے سوکھنے کے بعد پانچ وسق سے کم نہ ہوں، اگر پیداوار پانچ وسق یا اس سے زائد ہو تو اس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے۔ ایک وسق (۱۸۰) لیٹر کا ہوتا ہے، اس طرح پانچ وسق (۹۰۰) لیٹر ہوگا یا سات سو بیس کلو۔

ہر زرعی پیداوار اور پھل جو بارش یا نہر کے پانی سے سیراب کیے گئے ہوں اور اس میں مالک کو محنت اور خرچ کی ضرورت نہ پڑی ہو، یا ایسے درخت ہوں جو از خود سیراب ہوتے ہوں تو ان پر عشر یعنی پیداوار کی دس فیصد زکوۃ واجب ہوگی، مثلاً تین سو صاع پیداوار ہو تو ۳۰ صاع زکوۃ واجب ہوگی، اس طرح ۹۰۰ لیٹر میں ۹۰ لیٹر زکوۃ واجب ہوگی۔

اگر کنویں یا پمپ سیٹ وغیرہ سے سیراب کیا جائے، جس میں محنت اور خرچ آتا ہو تو اس وقت نصف العشر یعنی پانچ فیصد زکوۃ واجب ہوتی ہے، مثلاً اگر تین سو صاع پیداوار ہو تو

۱۵ صاع زکوۃ فرض ہوگی اور ۹۰۰ لیٹر پر ۴۵ لیٹر۔

۴۔ مالِ تجارت

مالِ تجارت وہ چیز ہے جس کو فائدہ کے مقصد سے معاوضہ لے کر دیا اور لیا جائے، یہ مال کوئی بھی ہو، اس کو مالِ تجارت کہا جاتا ہے، ہر وہ مال جس سے انسان تجارت کرتا ہے، چاہے وہ ایسے اصناف زکوۃ میں سے ہو، جن کی زکوۃ اصلاً نکالی جاتی ہو، مثلاً سونا، چاندی، پھل، دانے اور چوپائے، یا ان کی زکوۃ اصلاً نکالی نہ جاتی ہو، مثلاً کپڑے، مصنوعات، زمین وجائیداد اور ہتھیار وغیرہ، ان پر زکوۃ چند شرطوں کے ساتھ واجب ہوتی ہے۔

مال تجارت کے نصاب، اس پر سال گزرنے اور اس مال کی واجب مقدارِ زکوۃ میں سونے اور چاندی کا اعتبار کیا جائے گا۔ یعنی مال تجارت کی اپنے علاقہ کی کرنسی سے قیمت لگائی جائے گی، اگر اس کی قیمت ۹۶ گرام سونا یا ۲۰۰ درہم چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو اس پر زکوۃ فرض ہوگی، تاجر کو اختیار ہے کہ سونے کی قیمت کا اعتبار کرے یا چاندی کی قیمت کا، البتہ اگر سونے یا چاندی کے بدلے مال خریدا ہو تو جس سے خریدا ہے اس کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔

مال تجارت کو سال کے اخیر میں دیکھا جائے گا کہ نصاب کو پہنچا ہے یا نہیں، اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ تجارت شروع کرتے وقت نصاب کے بقدر ہو، اسی طرح پورا سال نصاب کے بقدر رہنا بھی ضروری نہیں ہے، مالِ تجارت کی زکوۃ میں ایک سال گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ تجارت کی نیت سے مال پر قبضہ کرنے کے بعد ایک قمری یعنی اسلامی سال گزر جائے، البتہ اگر مال کا نقدی کے بدلے مالک ہو جائے اور نقدی نصاب کے بقدر یا اس سے زیادہ ہو تو سال کا اعتبار اس نقدی کے نصاب تک پہنچنے کے وقت سے کیا جائے گا، نہ کہ تجارت کے وقت سے۔

گذشتہ تفصیلات کے مطابق تاجر سال کے اخیر میں اپنے پاس موجود مالِ تجارت کا اسٹاک نکالے گا اور سونے یا چاندی کے مطابق اس کی قیمت لگائے گا، اگر وہ مال نصاب کو

پہنچ جائے تو مالِ تجارت کی زکوۃ چالیسواں حصہ نکالنا واجب ہے، اگر نصاب کو نہ پہنچے تو کچھ بھی واجب نہیں، اسٹاک نکالتے وقت مندرجہ ذیل چیزوں کا خیال رکھا جائے:

(۱) مالِ تجارت میں فرنیچر اور دوسرے وہ سامان شامل نہیں ہیں جو تجارت کے لیے نہ ہوں، بلکہ تجارت میں تعاون کے لیے ہوں، اس کی قیمت چاہے جتنی بھی ہو، اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

(۲) اس میں مالِ تجارت کا راس المال اور فائدہ دونوں شامل کیے جائیں گے اور سب کی زکوۃ نکالی جائے گی، اگر کسی نے تجارت ایک ہزار روپے سے شروع کی ہو اور سال کے آخر میں پانچ ہزار روپے جمع ہو گئے ہوں تو پانچ ہزار روپے کی زکوۃ نکالنا واجب ہے۔

جب تجارت شروع کر کے ایک سال ہو جائے تو اپنے علاقے کی کرنسی سے اس کی قیمت لگائی جائے گی، اگر سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو ڈھائی فیصد کے اعتبار سے زکوۃ واجب ہوگی۔

۵۔ معادن اور رکاز کا نصاب اور اس کی زکوۃ

اس سے مراد زمین کے اندر سے نکالا جانے والا سونا اور چاندی ہے، اگر کان سے نکالا جائے تو اس کو معادن کہتے ہیں، اگر اسلام سے پہلے کا مدفون خزانہ نکالا جائے تو اس کو رکاز کہتے ہیں۔

معادن کا نصاب سونے او چاندی کا ہی نصاب ہے، لیکن اس پر ایک سال گزرنا شرط نہیں ہے، بلکہ کان سے مال نکالتے ہی زکوۃ واجب ہوگی، اگر کوئی شخص کان سے سونا یا چاندی نکالے اور اس کی مقدار نصاب کے برابر ہو تو اس کو اسی وقت ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ نکالنا واجب ہے۔

رکاز کا نصاب بھی سونے او چاندی کا نصاب ہے، لیکن اس میں زکوۃ نکالنے کے لیے ایک سال گزرنے کی شرط نہیں ہے، بلکہ اس کی زکوۃ فوراً نکالنا ضروری ہے اور اس پر خمس یعنی ۲۰ فیصد زکوۃ واجب ہوتی ہے۔

امام بخاری (۱۴۲۸) اور امام مسلم (۱۷۱۰) نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے: ''رکاز میں پانچواں حصہ ہے''۔

یہ زکوۃ کی دوسری تمام قسموں سے الگ ہے، کیوں کہ اس مال کی ملکیت بغیر کسی زیادہ خرچ اور تکلیف کے حاصل ہوتی ہے، اس لیے اس میں فقراء کا حق زیادہ ہے، معادن اور رکاز میں ایک سال گزرنے کی شرط نہیں ہے، کیوں کہ یہ دونوں چیزیں زمین سے نکالی جاتی ہیں، اس اعتبار سے یہ زرعی پیداوار کی طرح ہیں، اس لیے ملتے ہی زائد چیزوں سے صاف کرنے کے فوراً بعد اس کی زکوۃ نکالی جائے گی، جس طرح زرعی پیداوار کا حکم ہے۔

زکوۃ کے مستحقین

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں زکوۃ کے مستحقین کا تذکرہ کیا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ''إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ'' زکوۃ فقراء، مسکینوں، زکوۃ وصول کرنے والوں، تالیف قلوب کیے جانے والوں، غلاموں، قرض داروں، اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں اور مسافروں کے لیے ہے، یہ اللہ کی طرف سے فرض کیا ہوا ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور بڑا حکمت والا ہے۔ (توبہ ۶۰)

مستحقین زکوۃ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ فقراء: وہ ہیں جن کے پاس اتنا مال نہ ہو جو ان کے کھانے، پینے، پہننے اور رہنے کے لیے کافی ہو، مثلاً کسی کو دس روپیوں کی ضرورت ہو اور اس میں صرف تین روپے کمانے کی طاقت ہو۔

۲۔ مساکین: وہ ہیں جن کے پاس اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے لیے مال موجود ہو، لیکن وہ مال ان کے لیے کافی نہ ہو، مثلاً کسی کو دس روپیوں کی ضرورت ہو لیکن اس کو صرف آٹھ ہی روپے ملتے ہوں، صحیح قول کے مطابق فقراء اور مساکین کو اتنا مال زکوۃ میں دیا

جائے جوان کی پوری زندگی کے لیے کافی ہو۔

نکاح کی ضرورت بھی اس میں شامل ہے، اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، دیکھا جائے کہ اس کے پاس کتنا مال ہے اور اس کو نکاح کے لیے مزید کتنے مال کی ضرورت ہے۔

۳۔ زکوٰۃ وصول کرنے والے: یہ وہ لوگ ہیں جن کو حاکم زکوٰۃ جمع اور تقسیم کرنے کے لیے مقرر کرتا ہے، ان کو زکوٰۃ کے مال میں سے ان کی محنت کے بقدر صرف اجرت دی جائے گی، اجرت سے زیادہ دینا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح وصول کردہ مال میں سے فیصد مقرر کر کے دینا جائز نہیں ہے، کیوں کہ حدیث شریف میں اس کے جائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں ملتی، وہ مزدور ہیں، اس لیے ان کے عمل کے بقدر ان کی مزدوری دی جائے گی، مزدوری سے زیادہ نہیں دیا جائے گا۔

۴۔ مؤلفۃ القلوب: یہ وہ لوگ ہیں جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہوں، اور ان کے اسلام میں پختگی آنے کی توقع ہو، یا وہ باعزت اور اپنی قوم و معاشرے میں بلند مقام اور مرتبے والے مسلمان ہوں، جن کو دینے سے ان کے مقام اور مرتبے والے دوسرے غیر مسلموں کے اسلام میں داخل ہونے کی امید ہو، یا وہ مسلمان ہیں جو سرحدوں پر قیام پذیر ہوں اور کافروں کے حملوں اور باغیوں کے شر و فتن سے مسلمانوں کی حفاظت کرتے ہوں یا ایسی قوموں سے زکوٰۃ وصول کرتے ہوں، جہاں حکومت کو اپنا گورنر مقرر کرنا مشکل ہو۔

اگر یہ مسلمان ضرورت مند ہوں تو ان کو زکوٰۃ دی جائے گی، ورنہ نہیں۔

۵۔ وفی الرقاب: یعنی مسلمانوں کو غلامی سے آزاد کرانے کے لیے، اس سے مراد مکاتب غلام ہیں، جنھوں نے اپنے آقاؤں کے ساتھ یہ معاہدہ کیا ہو کہ وہ ان کو قسطوں میں مال کی ایک مقدار دیں گے، اگر وہ ان قسطوں کو ادا کریں تو آزاد ہیں، جو غلام ان قسطوں کو ادا کرنے سے قاصر ہوں تو ان کو زکوٰۃ دی جائے گی۔

۶۔ قرض دار: یہ وہ لوگ ہیں جن کو قرضوں نے بوجھل کر دیا ہو، وہ قرض ادا کرنے سے قاصر ہوں، اور اس کی ادائیگی کا وقت آ گیا ہو، چاہے ان کے پاس کھانے، پینے، پہننے اور

رہنے کے لیے مال بھی ہو، ایسے لوگوں کو اتنی مقدار میں زکوٰۃ دینا صحیح ہے جس سے وہ اپنا قرض ادا کر سکیں، لیکن ایک شرط یہ ہے کہ قرض کسی شرعی مباح کام کے لیے لیا گیا ہو، اگر غیر شرعی کاموں کے لیے لیا گیا ہو تو ان کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی، البتہ وہ گناہ سے توبہ کر لیں اور اس بات کا غالب گمان ہو جائے کہ انھوں نے سچی توبہ کی ہے تو ان کو بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

اس میں وہ بھی شامل ہے جس نے دو فریقوں کے درمیان فتنہ اور جھگڑا ختم کرنے کے لیے قرض لیا ہو، ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے، چاہے وہ مالدار ہو اور اس کے پاس اتنا مال کیوں نہ ہو کہ وہ اس سے قرض ادا کر سکے۔

۷۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام کے دفاع کے لیے رضا کارانہ طور پر جہاد میں شامل ہوں اور ان کی کوئی تنخواہ بیت المال سے مقرر نہ ہو، ایسے مجاہدین کو واپس آنے تک اور ان تمام افراد کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے جو اس کی کفالت میں ہوں اور جن کا نفقہ اس پر واجب ہو، چاہے یہ مدت کتنی ہی طویل ہو یا وہ مالدار ہوں، اسی طرح زکوٰۃ کے مال سے جنگی ساز و سامان اور جنگ کے لیے ضروری وسائلِ حمل و نقل بھی فراہم کیے جا سکتے ہیں۔

۸۔ مسافر: وہ مسافر جو کسی مباح کام کے لیے سفر کر رہا ہو، یا کسی مباح سفر کا ارادہ ہو یعنی سفر کسی معصیت اور گناہ کے کام کے لیے نہ ہو، تفریح کے لیے سفر ہو تو بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے، ایسے مسافر کو پورے سفر کے اخراجات دیے جائیں گے اور سواری فراہم کی جائے گی، اگر واپس آنے کا بھی ارادہ ہو تو آنے اور جانے کے اخراجات دیے جائیں گے، اگر سامان اٹھانے سے عاجز ہو تو قلی کے بھی اخراجات دیے جائیں گے، اگر کسی گناہ کا سفر ہو تو زکوٰۃ کا مال دینا جائز نہیں ہے، البتہ اگر توبہ کرے اور غالب گمان ہو جائے کہ اس نے سچی توبہ کی ہے تو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے۔

یہ آٹھ قسم کے لوگ زکوٰۃ کے مستحق ہیں، ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی۔

زکوۃ کا مستحق ہونے کی شرطیں

زکوۃ کا مستحق بننے کے لیے مندرجہ ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ مسلمان ہو: غیر مسلم کو زکوۃ دینا صحیح نہیں ہے۔

۲۔ کمانے کی قدرت نہ ہو: اگر فقیر یا مسکین کوئی ایسا ہنر جانتا ہو، جس سے وہ روزی کما سکتا ہو تو اس کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے، اسی طرح اس کو لینا بھی جائز نہیں ہے۔

۳۔ اس کا نفقہ زکوۃ دینے والے پر واجب نہ ہو، کیوں کہ جس کا نفقہ زکوۃ دینے والے پر واجب ہے، وہ اس کی طرف سے دیے جانے والے نفقے کی وجہ اس کی زکوۃ سے بے نیاز ہے، اس کو اپنی زکوۃ دینا خود کو زکوۃ دینے کی طرح ہے، کیوں کہ اس کا فائدہ اسی کو پہنچتا ہے، اور وہ زکوۃ دے کر اپنے نفقہ کو بچاتا ہے یا اس کو کم کرتا ہے۔

اسی بنیاد پر والدین یا دادا، دادی وغیرہ کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے، کیوں کہ ان لوگوں کا نفقہ بچوں پر واجب ہے، اسی طرح زکوۃ بچوں اور ان کی اولاد کو دینا جائز نہیں ہے، چاہے چھوٹے ہوں یا بڑے یا پاگل ہوں یا صاحبِ فراش مریض، کیوں کہ ان کا نفقہ والدین پر واجب ہے۔

اسی طرح بیوی کو زکوۃ دینا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اس کا نفقہ شوہر کے ذمے ہے، یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ان لوگوں کو فقیر یا مسکین ہونے کی وجہ سے زکوۃ نہیں دی جائے گی، اگر ان میں سے کوئی فقراء اور مساکین کو چھوڑ کر دوسری اصناف میں سے ہوں، مثلاً قرض دار یا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو تو زکوۃ دینا جائز ہے، چاہے ان کا نفقہ زکوۃ دینے والے کے ذمے واجب ہو۔

شوہر کو زکوۃ دینے کا حکم

اگر بیوی مال دار ہو اور اس کے مال پر زکوۃ واجب ہو تو اپنے فقیر شوہر کو اپنے مال کی زکوۃ دینا مستحب ہے، اسی طرح یہ بھی مستحب ہے کہ اپنی فقیر اولاد پر خرچ کرے، کیوں کہ

شوہر اور اولاد کا نفقہ بیوی اور ماں پر واجب نہیں ہے۔

اپنے ان قریبی رشتہ داروں کو زکوۃ دینے کا حکم جن کا نفقہ واجب نہ ہو

اگر کسی پر زکوۃ واجب ہو اور اس کے ایسے قریبی رشتہ دار ہوں جن کا نفقہ اس پر واجب نہ ہو مثلاً بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، خالہ، ان کی اولاد وغیرہ، اگر یہ فقیر، مسکین یا زکوۃ کے دوسرے مستحقین میں شامل ہوں تو ان کو اپنی زکوۃ دینا جائز ہے، بلکہ دوسروں کے مقابلہ میں یہی لوگ زیادہ مستحق ہیں، اسی طرح کمانے والی بڑی اولاد کو دینا بھی جائز ہے، جن کی کمائی ان کو کافی نہ ہوتی ہو۔

۴) ہاشمی اور مطلبی نہ ہو: جس کا نسب بنو ھاشم یا بنو مطلب سے جا کر ملتا ہو، ان کو زکوۃ نہیں دی جائے گی، اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: "یہ زکوۃ کا مال لوگوں کی گندگیاں ہیں، یہ محمد اور آل محمد کے لیے جائز نہیں ہے" (مسلم ۱۰۷۲)

قرض پر زکوۃ واجب ہے

جس طرح نصاب پر ایک سال گزرنے پر زکوۃ واجب ہوتی ہے، اسی طرح اگر کسی نے قرض دیا ہو اور وہ قرض نصاب کو پہنچ جائے یا اس کے پاس موجود نقدی اور قرض ملا کر نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو زکوۃ واجب ہو جاتی ہے، کیوں کہ اس کے پاس نہ رہنا زکوۃ کے واجب ہونے میں رکاوٹ نہیں ہے، وہ مال امانت میں رکھی ہوئی چیزوں کی طرح ہے، اس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے، حالانکہ اس کے ہاتھوں میں مال نہیں رہتا۔

نواں باب

روزہ

ہر مکلّف مسلمان مرد اور عورت پر رمضان کے روزے رکھنا فرض ہے۔

البتہ دن کے کسی حصے میں عورت کو حیض یا نفاس آئے تو عورت روزہ واجبی طور پر چھوڑ دے گی۔

کن صورتوں میں روزہ چھوڑنا جائز ہے

۱۔ایسی بیماری جس سے روزہ رکھنے کی صورت میں سخت نقصان کا اندیشہ ہو یا سخت تکلیف یا پریشانی ہو، اگر بیماری یا تکلیف سخت ہو جس کی وجہ سے روزہ رکھنے کی صورت میں ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو تو اس وقت روزہ چھوڑنا واجب ہے۔

۲۔طویل سفر جو ۸۳ر کلومیٹر سے کم نہ ہو، لیکن شرط یہ ہے کہ سفر مباح ہو اور پورا دن سفر میں رہے، اگر اقامت کی حالت میں روزہ رکھے پھر دن ہی میں سفر پر چلا جائے تو روزہ توڑنا جائز نہیں ہے، ان دونوں کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "وَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ" جو کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزے رکھے۔(بقرہ ۱۸۵)

۳۔روزہ رکھنے سے عاجز ہو بڑھاپے یا ناقابلِ علاج بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو روزہ رکھنا فرض نہیں ہے، کیوں کہ روزہ اسی پر فرض ہے جس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو۔

روزے کے فرائض

روزہ کے ارکان اور فرائض دو ہیں:

۱۔نیت کرنا:

نیت سے مراد روزہ رکھنے کا ارادہ کرنا ہے اور اس کی جگہ دل ہے، زبان سے نیت کرنا کافی نہیں ہے اور نیت کے الفاظ کا زبان سے ادا کرنا بھی شرط نہیں ہے۔

۲۔روزہ توڑنے والی چیزوں سے باز رہنا

مندرجہ ذیل چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ان سے باز رہنا ضروری ہے:

۱۔کھانا پینا: اگر عمداً کھائے یا پیے، چاہے کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، اگر بھول کر کھائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، چاہے جتنا زیادہ کھائے یا پیے۔

۲۔کوئی عین چیز منفذ مفتوح (کھلی جگہ) سے پیٹ میں چلی جائے:

عین چیز سے مراد نظر آنے والی چیز، پیٹ سے مراد دماغ یا حلق کے اوپر سے معدہ اور انتڑیوں تک کا حصہ۔

منفذ مفتوح سے مراد منھ، کان، عورت اور مرد کی اگلی اور پچھلی شرمگاہیں ہیں۔

کان سے کوئی قطرہ دماغ یا پیٹ میں چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، کیوں کہ یہ منفذ مفتوح (کھلا ہوا) ہے۔ آنکھ میں کوئی قطرہ ڈالے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیوں کہ وہ منفذ مفتوح نہیں ہے، پچھلی شرمگاہ سے دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیوں کہ پچھلی شرمگاہ منفذ مفتوح ہے۔

رگ سے دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیوں کہ رگ منفذ مفتوح نہیں ہے۔

ان صورتوں میں روزہ اس وقت ٹوٹے گا جب عمداً کیا جائے، اگر بھول کر کیا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، کھانے اور پینے پر اس کو قیاس کیا گیا ہے۔

اگر اپنا تھوک نگلے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیوں کہ اس سے بچنا بہت مشکل ہے۔

اگر اپنا نجس تھوک نگلے، مثلاً اگر کسی کا داڑھ زخمی ہو جائے اور منھ دھوئے بغیر تھوک نگلے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، چاہے تھوک سفید ہی کیوں نہ ہو۔

اگر کلی کرے یا ناک میں پانی لے اور پانی اچانک پیٹ یا دماغ میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، جب کہ وضو کے دوران کلی کرنے اور ناک میں پانی لینے میں مبالغہ نہ کیا ہو، اگر مبالغہ کیا ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا، کیوں کہ اس نے ممنوع چیز کا ارتکاب کیا ہے۔

اگر دانتوں میں کھانا لگا ہوا اور بغیر ارادہ کے تھوک کے ساتھ اس کو نگل لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، جب کہ اس کو نکال کر پھینکنا ممکن نہ ہو، کیوں کہ اس صورت میں وہ معذور ہے اور اس کی طرف سے کوتاہی بھی نہیں ہوئی ہے، اگر پھینکنا ممکن ہو تو کوتاہی کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اگر کھانے پینے پر مجبور کیا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیوں کہ اس نے اپنے اختیار اور ارادے سے کھایا اور پیا نہیں ہے۔

۳۔عمداً قئے کرنا: عمداً قئے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، چاہے روزے دار کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ اس کے پیٹ میں واپس کچھ بھی نہیں گیا ہے، اگر قئے خود بخود آ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، چاہے اس کو معلوم ہو جائے کہ قئے کا کچھ حصہ پیٹ میں بغیر ارادے کے چلا گیا ہے۔

۴۔عمداً جماع کرنا: چاہے انزال ہو یا نہ ہو

اگر بھول کر جماع کرے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اگر بوسہ سے شہوت پیدا ہوتی ہو تو مرد اور عورت دونوں کے لیے رمضان میں بوسہ مکروہ تحریمی ہے، کیوں کہ یہ جماع کی ابتدا ہے، اگر بوسہ سے شہوت پیدا نہ ہوتی ہو تو بھی بوسہ نہ دینا اولی ہے، تا کہ دروازہ ہی بند رہے۔

۶۔حیض یا نفاس آنا: ان دونوں کی موجودگی میں روزہ صحیح نہیں ہوتا، اگر روزے دار عورت کو دن کے کسی حصے میں حیض یا نفاس آئے تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا اور اس دن کی قضا اس پر واجب ہوگی۔

۷۔جنون لاحق ہونا یا مرتد ہونا:

اگر کسی کو پاگل پنے کا دورہ پڑے یا کوئی مرتد ہو جائے تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہوتا، کیوں کہ اس صورت میں آدمی سے عبادت کی اہلیت ختم ہو جاتی ہے۔

روزے دار کو ان تمام روزہ توڑنے والی چیزوں سے طلوع فجر سے سورج غروب ہونے تک احتراز کرنا ضروری ہے، اگر روزے دار ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب یہ گمان

کرتے ہوئے کرے کہ ابھی طلوع فجر کا وقت نہیں ہوا ہے، پھر معلوم ہو جائے کہ طلوع فجر ہو چکا ہے تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا، البتہ اس کو رمضان کے مہینہ کا لحاظ کرتے ہوئے پورا دن روزہ توڑنے والی چیزوں سے رکا رہنا ضروری ہے اور اس کی قضا بھی ضروری ہے۔

اگر کوئی دن کے آخری پہر سورج غروب ہونے کا گمان کرتے ہوئے روزہ افطار کرے پھر معلوم ہو جائے کہ سورج ابھی غروب نہیں ہوا ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس روزے کی قضا کرنا بھی واجب ہے۔

روزے کی قضا، فدیہ اور کفارہ

۱۔مسافر اور مریض: سفر یا بیماری کی وجہ سے رمضان کا کوئی روزہ چھوٹ جائے تو دوسرے سال رمضان آنے سے پہلے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرنا واجب ہے، اگر سستی اور تساہل کی وجہ سے دوسرا رمضان آنے سے پہلے قضا نہ کرے تو گنہ گار ہوگا اور قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہوگا، کفارہ یہ ہے کہ ہر دن کے بدلے اپنے شہر کی عام غذا ایک مد فقیر کو دے، جتنے سال گزریں گے اتنے سالوں کا کفارہ دینا واجب ہے، ایک مُد تقریباً ۶۰۰ گرام ہوتا ہے۔

☆اگر عذر باقی ہو، مثلاً دوسرا رمضان آنے تک وہ بیمار ہی رہے تو اس پر صرف قضا واجب ہے اور تاخیر کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں ہے۔

☆اگر کسی کا انتقال ہو جائے اور اس نے قضا نہ کی ہو تو دیکھا جائے گا کہ اس میں روزہ رکھنے کی طاقت تھی یا نہیں۔

☆اگر قضا کی طاقت حاصل ہونے سے پہلے انتقال ہو جائے تو اس کی کوتاہی نہ ہونے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں ہوگا اور نہ اس کا تدارک کرنا واجب ہے۔

☆اگر قضا کی طاقت رہنے کے باوجود قضا نہ کرے اور اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے ولی یعنی قریبی رشتے دار کے لیے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرنا مستحب ہے۔

☆اگر کوئی بھی روزہ نہ رکھے تو ہر دن کے بدلے ایک مد اناج اس کی وراثت میں سے قرض کی طرح واجبی طور پر نکالا جائے گا، اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کی طرف سے نکالنا

جائز ہے،اس صورت میں وہ ذمے سے بری ہو جائے گا۔

۲۔عاجز بوڑھا اور ایسا مریض جس کی شفایابی کی امید نہ ہو:

اگر بہت ہی بوڑھا شخص روزہ چھوڑنے پر مجبور ہو جائے تو ہر دن کے بدلے ایک مد اپنے شہر میں رائج اناج دے گا،پھر نہ اس کے اور نہ اس کے کسی ولی کے ذمے کچھ باقی رہے گا۔

اس مریض کا بھی یہی حکم ہے جس کی بیماری ختم ہونے کا امکان نہ ہو،ایسا مریض افطار کرے اور ہر دن ایک مد اناج فقیروں کو کھلائے۔

۳۔حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی عورت)

اگر حاملہ عورت اور مرضعہ روزہ نہ رکھے تو اس کی دو صورتیں ہیں،یا تو وہ خود کو نقصان پہنچنے کے اندیشہ سے روزہ چھوڑے یا اپنے بچے کو نقصان ہونے کے اندیشہ سے۔

اگر روزہ رکھنے سے خود کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو دوسرا رمضان آنے سے پہلے صرف قضا کرنا واجب ہے۔

بچے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو،مثلاً روزہ رکھنے کی صورت میں حمل ساقط ہونے یا مرضعہ میں دودھ کم ہونے اور حاملہ کا بچہ ہلاک ہونے کا خطرہ ہو تو قضا کے ساتھ ہر دن کے بدلے ایک مد اناج صدقہ کرنا واجب ہے۔

سنت روزے

مندرجہ ذیل روزے مسنون ہیں:

۱۔یوم عرفہ کا روزہ : یہ نویں ذی الحجہ کا روزہ ہے،البتہ حاجی کے لیے یہ مسنون نہیں ہے

۲)نویں اور دسویں محرم کے روزے

عاشوراء کے ساتھ نویں محرم کا روزہ رکھنے کا حکم یہودیوں کی مخالفت میں ہے،کیوں کہ یہودی بھی دسویں محرم کا روزہ رکھتے ہیں،اسی وجہ سے دسویں محرم کے ساتھ نویں کا روزہ نہ رکھے تو گیارہویں محرم کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

۳۔پیر اور جمعرات کا روزہ۔

۴۔ہر مہینے کے تین روزے : افضل اور بہتر یہ ہے کہ ایام بیض یعنی ہر اسلامی مہینہ کی تیرہویں،چودھویں اور پندرھویں کے روزے رکھے جائیں،ان دنوں کو ایام بیض (روشن دن) اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان دنوں کی راتیں چاند کی روشنی کی وجہ سے روشن رہتی ہیں۔

۵۔شوال کے چھ روزے: افضل اور بہتر یہ ہے کہ عید الفطر کے فوراً بعد چھ روزے مسلسل رکھے جائیں،لیکن یہ شرط نہیں ہے، بلکہ الگ الگ رکھنے سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

اگر کوئی مسنون روزے رکھے تو جب چاہے توڑ سکتا ہے اور اس کا کوئی کفارہ بھی نہیں ہے،البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اگر فرض روزے کی قضا کی نیت سے روزہ رکھے تو توڑنا حرام ہے، کیوں کہ فرض شروع کرنے کے بعد مکمل کرنا واجب ہے۔

مکروہ اور حرام روزے

۱۔مکروہ روزے :

انسان اللہ کا بندہ ہے،اللہ کو اختیار ہے کہ وہ کسی بھی طریقہ سے اپنی عبادت کرائے، چناں چہ وہ روزے کے ذریعے اپنی عبادت کرواتا ہے،اسی طرح وہ روزہ نہ رکھنے کا حکم دے کر اپنی عبادت کرواتا ہے،ابن آدم کے لیے کسی اعتراض اور مخالفت کی گنجائش نہیں ہے،اس کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ وہ کہے:"سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا، غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ" "ہم نے سنا اور اطاعت کی،اے ہمارے پروردگار!ہم تیری مغفرت کے طلب گار ہیں اور ہم کو تجھ ہی کی طرف انجام کار لوٹ کر جانا ہے۔

مکروہ روزے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا

۲۔صرف سنیچر کا روزہ رکھنا

سنیچر اور اتوار دونوں دن روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے۔

۳۔ صوم دھر: صوم دہر کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلسل کسی دن ناغہ کیے بغیر پوری زندگی روزہ رکھے۔

۲۔ حرام روزے

مندرجہ ذیل روزے حرام ہیں:

۱۔ عیدالفطر اور عیدالاضحی کے دن

۲۔ ایام تشریق کے تین دن کے روزے

۳۔ شک کے دن کا روزہ: یہ شعبان کا تیسواں دن ہے، جب لوگوں کو شک ہوجائے کہ یہ شعبان کا دن ہے یا رمضان کا؟ اور چاند ثابت نہ ہوا ہو، اس دن روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ شعبان کا تیسواں دن شمار ہوگا۔

۴۔ شعبان کے مہینہ کے نصف ثانی کے روزے (۱۶ شعبان سے آخری شعبان تک کے روزے)

البتہ شک کے دن اور شعبان کے نصف ثانی کے روزے رکھنا اس وقت حرام نہیں ہے جب ان دنوں کے دوران اس کی عادت یعنی پیر و جمعرات کے روزے آئیں یا پندرہ شعبان سے پہلے سے روزے رکھ رہا ہو۔

دسواں باب

حج وعمرہ کا مکمل طریقہ

حج فرض ہے، اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، یہ اسلام کا ایک رکن ہے، اس میں کسی بھی مسلمان کا اختلاف نہیں ہے، حج اور عمرہ ۹ رہجری کو فرض ہوئے، امام شافعی کے راجح قول کے مطابق حج کی طرح عمرہ بھی فرض ہے، علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حج اور عمرہ استطاعت رکھنے والے پر پوری زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے، البتہ اگر کوئی نذر مانے تو نذر پورا کرنا فرض ہے۔

علماء کا اس کے فرض ہونے پر اجماع ہے، کوئی بھی عالم اس کی فرضیت کا منکر نہیں ہے، اسی وجہ سے اس کا انکار کرنے والا کافر ہے، کیوں کہ حج کا انکار قرآن وحدیث اور اجماع سے ثابت شدہ فریضے کا انکار ہے۔

اس مسلمان مرد اور عورت پر حج اور عمرہ فرض ہے جو عقل مند ہو، بالغ ہو اور آزاد ہو۔

اسی طرح راستہ پُرامن ہو: اگر کسی کو اپنی جان یا مال پر دشمن کا خوف ہو یا جنگ وغیرہ کی وجہ سے راستہ پرخطر ہو تو حج اور عمرہ واجب نہیں ہے۔

اسی طرح استطاعت ہونا بھی ضروری ہے، استطاعت یہ ہے کہ انسان اتنے مال کا مالک ہوجائے جو حج اور عمرہ ادا کرنے کے لیے ضروری ہے: سواری کا کرایہ اور آنے جانے کا خرچ، اس کے علاوہ آج کے زمانہ میں حکومتوں سے مقرر کردہ دوسرے اخراجات بھی، مثلاً پاسپورٹ اور معلم کی اجرت، یہ بھی ضروری ہے کہ یہ مال اس کے اخراجات اور حج وعمرہ کی مکمل مدت تک کے لیے اہل وعیال کے اخراجات سے زائد ہو۔

اگر عورت یا مرد کے لیے سبھی سہولیات میسر ہوں، لیکن خود سے حج نہ کرسکتا ہو تو اپنی طرف سے حج کرنے کے لیے کسی دوسرے کو بھیجنا واجب ہے۔

عورت کے لیے مندرجہ ذیل مزید دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔عورت کے ساتھ اس کا شوہر ہو، یا اس کے ساتھ کوئی محرم ہو، یا اس عورت کے ساتھ ثقہ عورتیں ہوں جو عفت و پاک دامنی اور دین داری میں مشہور ہوں، کم از کم دو عورتیں ہوں اور وہ تیسری ہو، اس صورت میں محرم یا شوہر کا ساتھ ہونا شرط نہیں ہے، کیوں کہ ثقہ عورتوں کے ساتھ رہنے سے اس بات کا اطمینان رہتا ہے کہ ان میں سے کوئی فتنہ میں مبتلا نہیں ہوگی، اگر عورت کو کوئی محرم نہ ملے جو اپنے مال سے اس کے ساتھ حج اور عمرہ کرے تو محرم کی اجرت دینا بھی اس پر واجب ہے، جب کہ وہ اجرت دے سکتی ہو، یہ شرط حج فرض ہونے کے لیے ہے، البتہ حج کے لیے نکلنا جائز ہونے کے لیے ایک عورت کا ساتھ رہنا کافی ہے، اگر راستہ پُرامن ہو تو تنہا نکلنا بھی جائز ہے، یہ حکم صرف فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے ہے، البتہ فرض حج کے علاوہ دوسرے تمام اسفار میں کسی محرم یا شوہر کا ساتھ رہنا ضروری ہے۔

۲۔طلاق یا شوہر کی وفات کی وجہ سے حج کے ایام میں عدت نہ گزار رہی ہو۔

حج کا مکمل طریقہ

مسلمان حج کا سفر کرنے سے پہلے اپنی ذمے داریوں اور حقوق کو ادا کرے، اگر اس پر قرض ہو تو قرض ادا کرے یا قرض خواہ سے حج کے سفر کی اجازت لے، اگر کسی مسلمان کو تکلیف دی ہو تو اس سے معافی مانگے۔

حج کے لیے نیک ساتھیوں کا انتخاب کرے، خصوصاً دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے افراد کے ساتھ سفر کرے، فریضۂ حج کی صحیح اور مکمل طور پر ادائیگی کے لیے یہ ضروری ہے۔

سفر سے پہلے حج کے ضروری احکام سیکھے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر حاجی کو حج کے احکام سیکھنا فرضِ عین قرار دیا ہے۔

جب حج کا سفر شروع کرے تو اپنے گھر سے ہی احرام باندھنا جائز ہے، ورنہ میقات سے احرام کی نیت کرنا واجب ہے۔

جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے (چاہے گھر سے احرام باندھے یا میقات سے)

تو سب سے پہلے غسل کرے، پھر احرام کی سنت نماز دو رکعت ادا کرے پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر یہ کہے: "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ بِالْحَجِّ" اس کے ساتھ دل سے بھی نیت کرے، حج کرتے وقت یہ کلمات کہے، اگر عمرہ کرنا ہو تو یہ کہے: "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ بِالْعُمْرَةِ" جب آدمی احرام کی نیت کرتا ہے تو محرم ہو جاتا ہے۔

اگر سفر ہوائی جہاز سے ہو تو مستحسن یہ ہے کہ ہوائی جہاز پر سوار ہوتے ہی احرام باندھے، تاکہ احرام کے بغیر میقات سے ہوائی جہاز آگے نہ بڑھ جائے، کیوں کہ اس صورت میں دم لازم آتا ہے۔

جب حج یا عمرہ کا احرام باندھے تو یہ دعا پڑھنا سنت ہے: "اَللّٰهُمَّ أَحْرَمَ لَكَ شَعْرِيْ وَبَشَرِيْ وَلَحْمِيْ وَدَمِيْ" (اے اللہ! آپ کے لیے میرے بال، میرا چمڑا، میرا گوشت اور میرا خون سب کچھ احرام میں آگئے) اور اس کے لیے پست آواز میں تلبیہ پڑھنا سنت ہے، خصوصاً اس وقت جب اوپر چڑھے یا کسی وادی میں اترے یا ساتھیوں سے ملاقات ہو، تلبیہ یہ ہے: "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ"۔حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تمام تعریف، نعمت اور ملک تیرے لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔

عورت کے لیے اپنا چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں کھلی رکھنا واجب ہے اور ہاتھوں کو مہندی لگانا مسنون ہے۔

جب مُحرم مکہ کے قریب پہنچے تو مکہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرنا سنت ہے۔

مکہ پہنچتے ہی طواف قدوم کے ارادہ سے فوراً بیت اللہ چلی جائے اگر حج کی نیت ہو، اگر عمرہ کی نیت سے آئے تو عمرہ کے طواف کی نیت کرے، کعبہ کو دیکھتے ہی اپنا ہاتھ اٹھا کر تکبیر پڑھے اور یہ دعا کرے: "اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيْفًا وَّتَعْظِيْمًا وَّتَكْرِيْمًا وَّمَهَابَةً، وَزِدْ مَنْ شَرَّفَهٗ وَعَظَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ أَوِ اعْتَمَرَهٗ تَشْرِيْفًا وَّتَكْرِيْمًا وَّبِرًّا، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ" (اے اللہ! اس گھر کی عزت، عظمت، احترام اور ہیبت میں اضافہ فرما، اور حج یا عمرہ کے ارادے سے اس گھر کا قصد کرنے والوں

میں سے جو اس کو عزت اور عظمت دے ان کی عزت، احترام اور نیکی میں اضافہ فرما، اے اللہ! تو سلام ہے، اور تجھ ہی سے سلامتی ہے، چناں چہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ) پھر جو چاہے دعا کرے، مسجد حرام میں بنی شیبہ دروازے سے داخل ہونا مستحب ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ اسی دروازے سے داخل ہوئے تھے۔

پھر کعبہ کے پاس آئے اور حجر اسود سے طواف شروع کرے، ہو سکے تو اپنے ہاتھ سے استلام کرے یا حجر اسود کو بوسہ دے، یہ سنت ہے، جب بوسہ دے تو اس کے لیے اپنا سر اٹھا کر تھوڑا سا پیچھے ہٹنا واجب ہے تا کہ کعبۃ اللہ کی عمارت سے نکل جائے، اگر بوسہ نہ دے سکتا ہو تو دور سے اشارہ کرے۔

طواف میں ستر کرنا اور حدث ونجاست سے پاک ہونا ضروری ہے، اگر طواف کے دوران حدث لاحق ہو جائے تو طہارت حاصل کرے اور شروع سے دوبارہ طواف کرے، کعبۃ اللہ کے باہر سے طواف کرنا ضروری ہے، اگر "حجر" (کعبۃ اللہ سے متصل دیوار سے گھری ہوئی ایک چھوٹی سی جگہ ہے) کے ایک دروازے سے داخل ہو جائے اور دوسرے دروازے سے نکلے تو اس کا یہ شوط یعنی پھیرا شمار نہیں ہوگا، کیوں کہ حجر بھی کعبۃ اللہ کا حصہ ہے۔اس زمانے میں اتنی زیادہ بھیڑ رہتی ہے کہ عورتوں کے لیے کعبہ سے قریب ہونا نہیں چاہیے، کیوں کہ اس میں بڑی تکلیف بھی ہوتی ہے اور مردوں کے جسم سے لمس بھی ہوتا ہے، جو مناسب نہیں ہے، بلکہ مطاف میں جہاں بھیڑ نہ ہو، وہیں طواف کرے۔

طواف کے شروع میں یہ دعا پڑھنا مسنون ہے: "بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ إِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ، وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ، وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ" (شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، اور اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ! تجھ پر ایمان لاتے ہوئے، اور تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے، تیرے ساتھ کیے ہوئے عہد وپیمان کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی محمد ﷺ کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے میں طواف شروع کرتی ہوں) اور کعبۃ اللہ کے دروازے کے سامنے یہ دعا پڑھے: "اَللّٰهُمَّ إِنَّ الْبَيْتَ بَيْتُكَ، وَالْحَرَمَ حَرَمُكَ، وَالْأَمْنَ أَمْنُكَ، وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ" (اے اللہ! کعبۃ اللہ تیرا گھر ہے، اور حرم تیرا حرم ہے، اور امن

تیرا امن ہے، اور یہ تیرے حضور جہنم کی آگ سے پناہ مانگنے کی جگہ ہے) رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھے: "رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ" (اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بہتری عطا فرما اور آخرت میں بہتری عطا فرما، اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا)، پھر طواف کے دوران جو چاہے دعا مانگے

طواف میں مسنون یہ ہے کہ کعبۃ اللہ کے قریب رہے، البتہ اگر قریب رہنے میں تکلیف ہوتی ہو تو دور رہنا افضل ہے، بھیڑ رہنے کی صورت میں عورت کو مطاف کے کنارے رہنا مسنون ہے۔

رکنِ یمانی کو استلام کرنا مسنون ہے، البتہ دور سے اشارہ کرنا کافی ہے، رکن یمانی کو بوسہ دینا سنت نہیں ہے۔

کعبہ کے چار کوشے ہیں: ایک وہ کوشہ جس میں حجر اسود ہے، اس سے متصل دوسرا رکنِ عراقی پھر تیسرا رکنِ شامی پھر چوتھا رکنِ یمانی ہے، رکن یمانی اور اس رکن کو جس میں حجر اسود ہے "رکنان یمانیان" کہا جاتا ہے۔

جب طواف سے فارغ ہو جائے تو مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت طواف کی سنت نماز ادا کرے، پہلی رکعت میں "قل یاأیہا الکافرون" اور دوسری رکعت میں "قل ھو اللہ أحد" پڑھے۔

ان دو رکعتوں سے فارغ ہونے کے بعد حجر اسود کے پاس آئے اور ممکن ہو تو اس کا بوسہ لے یا استلام کرے۔

پھر سعی کرنے کے لیے صفا دروازے سے داخل ہو اور صفا پہاڑی پر چڑھ کر سعی شروع کرے، جب صفا پہاڑی پر چڑھ جائے تو یہ دعا پڑھے: "اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ عَلٰى مَا هَدَانَا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا أَوْلَانَا، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ" (اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اور اللہ ہی کے لیے سب تعریفیں ہیں، اللہ ہی سب سے بڑا ہے،

کیوں کہ اس نے ہم کو ہدایت دی ہے، اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، کیوں کہ اس نے ہم پر احسانات کیے ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے، اور اسی کے لیے تعریف ہے، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اسی کے ہاتھ میں تمام خیر اور بھلائی ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا، اور اپنے بندے کی مدد کی، اور تمام لشکروں کو تنِ تنہا شکست دی، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں، چاہے کافر لوگوں کو نا گوار لگے۔

پھر اس کے بعد دین ودنیا سے متعلق جو چاہے دعا کرے۔

دوسرے اور تیسرے پھیرے میں بھی ذکر اور دعا کا دہرانا مسنون ہے۔

پھر مروہ سے صفا آئے، یہ دوسرا شوط ہوگا، فرض یہ ہے کہ سات شوط مکمل کرے۔

سعی کے دوران یہ دعا پڑھنا مسنون ہے: ’’اَللّٰھُمَّ یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ، وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالسَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ، وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْئَلُکَ التُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی‘‘۔ اے اللہ! اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ، اے اللہ! میں تجھ سے ان چیزوں کا سوال کرتی ہوں جو تیری رحمت کو واجب کرنے والی ہوں، اور تیری مغفرت کے پختہ امور، جنت کے حصول میں کامیابی، ہر برائی سے سلامتی اور آگ سے چھٹکارے کا سوال کرتی ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے تقوی، پاکدامنی اور بے نیازی کا سوال کرتی ہوں۔

مندرجہ بالا تفصیلات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ صفا سے شروع کر کے مروہ پر سعی ختم کرنا واجب ہے۔

یہاں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ سعی طوافِ قدوم یا طوافِ رکن کے بعد ہی کی جاتی ہے۔

جب سعی مکمل کرے تو عمرہ کا احرام ہو تو بال کاٹے، اس طرح اس کا عمرہ مکمل ہو جائے گا، اگر حج کا احرام ہو تو وہ حلال نہیں ہوتی، بلکہ مکہ میں حالتِ احرام ہی میں آٹھ ذی

الحجہ تک رہے۔

جب آٹھویں ذی الحجہ کا دن یعنی یوم الترویہ آئے تو مُحرِمہ نہ ہو تو حج کا احرام باندھے پھر سب حاجی منی چلے جائیں اور وہاں رات گزاریں، آٹھویں ذی الحجہ کو منی جانا سنت ہے، منیٰ نہ جانے کی صورت میں حج میں کوئی کمی نہیں آتی۔

نویں ذی الحجہ کو سورج طلوع ہونے کے بعد منی سے عرفات چلی جائے، سنت یہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سورج کے زوال کے بعد ہی داخل ہو، بلکہ یہ بھی سنت ہے کہ ظہر کا وقت شروع ہونے کے بعد تک مقامِ نمرہ میں رکی رہے اور وہیں ظہر اور عصر کی نماز ملا کر جمع تقدیم کرے۔

پھر عرفات کے میدان میں داخل ہو اور سورج غروب ہونے تک وہیں رکی رہے، عرفات کے میدان میں اپنے رب کا ذکر کرے اور اپنے رب سے جو چاہے مانگے اور کثرت سے **لا الہ الا اللہ** پڑھتی رہے، وقوف عرفہ رکن ہے اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔

اس عظیم دن پڑھی جانے والی بہت سی دعائیں ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں: ’’اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا، وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا، وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا، اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ، وَیَسِّرْلِیْ أَمْرِیْ‘‘ (اے اللہ! میرے دل میں نور عطا فرما، میرے کان میں نور عطا فرما، میری آنکھ میں نور عطا فرما، اے اللہ! میرے سینے کو کھول دے، اور میرے لیے میرا معاملہ آسان فرما دے) یہ بھی دعا ہے: ’’رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ، اَللّٰھُمَّ انْقُلْنِیْ مِنْ ذُلِّ الْمَعْصِیَةِ اِلٰی عِزِّ الطَّاعَةِ، وَاکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ، وَأَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ، وَنَوِّرْ قَلْبِیْ وَقَبْرِیْ، وَاھْدِنِیْ وَأَعِذْنِیْ مِنَ الشَّرِّ کُلِّهٖ، وَاجْمَعْ لِیَ الْخَیْرَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی‘‘ (اے ہمارے پروردگار! دنیا میں ہم کو بہتر عطا فرما، اور آخرت میں بھی بہتر عطا فرما، اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا، اے اللہ! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، چناں چہ تو میری مغفرت فرما، کیوں کہ تیرے سوا گناہوں کو

بخشنے والا کوئی نہیں، چناں چہ میری اپنی طرف سے مکمل مغفرت فرما، اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے، اے اللہ! مجھے معصیت اور گناہ کی ذلت سے نکال کر اطاعت کی عزت میں لے آ، اور اپنے حلال کے ذریعے اپنی حرام کردہ چیزوں کے لیے کافی ہو جا، اور مجھے اپنے سوا دوسروں سے بے نیاز کردے، اور میرے دل اور قبر کو منور کردے، اور مجھے ہدایت دے، اور مجھے تمام شرور سے محفوظ رکھ، اور میرے لیے تمام خیر کو جمع کردے، اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی اور بے نیازی کا سوال کرتا ہوں) ایک یہ بھی دعا ہے: ”اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ تَرٰی مَکَانِیْ، وَتَسْمَعُ کَلَامِیْ، وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ وَلَا یَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْءٌ مِّنْ اَمْرِیْ، اَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ، الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ، الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ، اَسْأَلُکَ مَسْأَلَةَ الْمِسْکِیْنِ، اَبْتَهِلُ اِلَیْکَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ، وَاَدْعُوْکَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِیْرِ، مَنْ خَشَعَتْ لَکَ رَقَبَتُهٗ، وَذَلَّ لَکَ جَسَدُهٗ، وَفَاضَتْ لَکَ عَیْنُهٗ، وَرَغِمَ لَکَ اَنْفُهٗ“۔ اے اللہ! تو مجھے دیکھ رہا ہے اور میری باتوں کو سن رہا ہے، اور میری پوشیدہ اور علانیہ چیزوں سے واقف ہے، اور تجھ پر میری کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں ہے، میں بے چارہ اور فقیر ہوں، مدد اور پناہ طلب کرنے والا ہوں، گھبرایا ہوا اور خوف زدہ ہوں، اپنے گناہوں کا اقرار اور اعتراف کرنے والا ہوں، میں تجھ سے مسکین کے مانگنے کی طرح مانگتا ہوں، ذلیل گنہ گار کے گڑگڑانے کی طرح گڑگڑاتا ہوں، خوف زدہ اور بیمار کے پکارنے کی طرح تجھ کو پکارتا ہوں، جس کی گردن تیرے لیے جھک گئی ہے، اور جس کا جسم تیری خاطر ذلیل ہوگیا ہے، اور جس کی آنکھیں تیری خاطر آنسو بہا رہی ہیں، اور تیری خاطر جس کی ناک غبار آلود ہوگئی ہے۔

جب سورج غروب ہو جائے تو مزدلفہ چلی جائے، عرفات کے میدان میں سورج کے زوال سے عید کے دن طلوعِ فجر تک صرف ایک لحظہ رکنا کافی ہے، اس دوران جب بھی ٹھہرے فرض ادا ہو جائے گا، لیکن افضل یہ ہے کہ دن کا ایک حصہ اور رات کا ایک حصہ وہاں رکی رہے۔

جب مزدلفہ پہنچے تو مغرب اور عشاء کی نمازیں عشاء کے وقت میں جمع تاخیر پڑھے، یہاں آدھی رات کے بعد تک رکا رہنا ضروری ہے، اگر آدھی رات سے پہلے یہاں سے نکلے

تو دم واجب ہو جاتا ہے، عورتوں کے لیے آدھی رات کے بعد وہاں سے نکلنا سنت ہے تا کہ ان کو بھیڑ کا سامنا کرنا نہ پڑے، مزدلفہ سے رمی کی کنکریاں لینا مستحب ہے، کنکریاں چھوٹی ہوں، پھر فجر کی نماز پڑھے اور مشعرِ حرام کے پاس آکر کھڑی رہے (مشعر حرام مزدلفہ کے آخری کنارہ ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے) اور اللہ کے حضور یہ دعا کرے: ”اَللّٰهُمَّ کَمَا اَوْقَفْتَنَا فِیْهِ وَاَرَیْتَنَا اِیَّاهُ، فَوَفِّقْنَا لِذِکْرِکَ کَمَا هَدَیْتَنَا، وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا کَمَا وَعَدْتَّنَا بِقَوْلِکَ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ ﴿فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْکُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْکُرُوْهُ کَمَا هَدٰىکُمْ وَاِنْ کُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّیْنَ، ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾“ (اے اللہ! جس طرح تو نے ہم کو اس مقام پر کھڑا کیا ہے اور یہ مقام ہم کو دکھایا ہے، اسی طرح تو ہمیں اپنے ذکر کی توفیق دے، جس طرح تو نے ہم کو ہدایت دی ہے، اور ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما، جیسا کہ تو نے اپنے فرمان میں وعدہ فرمایا ہے، اور تیری بات حق ہے: ”جب تم عرفات سے چلے آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو، اور اس کا ذکر اسی طرح کرو جس طرح اس نے تمہاری رہنمائی کی ہے، اگر چہ تم اس سے پہلے گمراہ لوگوں میں تھے، پھر تم وہاں چلے جاؤ جہاں لوگ جاتے ہیں، اور اللہ سے مغفرت طلب کرو، بے شک اللہ مغفرت کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے) مشعر حرام کے پاس رکنا سنت ہے۔

اِسفار (مشرق سے روشنی اتنی پھیل جائے کہ ایک دوسرے کا چہرہ نظر آئے) تک قبلہ رو ہو کر مشعرِ حرام کے پاس کھڑا رہنا مسنون ہے، پھر منیٰ کی طرف چلے، تا کہ سورج طلوع ہونے کے بعد وہاں پہنچے۔

جب منیٰ پہنچے تو جمرہ عقبہ کو رمی کرنا واجب ہے، یہ مکہ کے راستے کے کنارے پر منی کے مغرب میں بڑا جمرہ ہے۔

رمی کرتے وقت جمرہ کی طرف رخ کر کے اس طرح کھڑا رہنا مسنون ہے کہ منی داہنے طرف ہو اور مکہ بائیں طرف، رمی کرتے وقت تلبیہ پڑھنا بند کردے۔

ہر کنکری پر تکبیر کہنا اور یہ دعا پڑھنا مسنون ہے: ”اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ“ (اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب

سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اور اللہ ہی کے لیے سب تعریفیں ہیں) داہنے ہاتھ سے رمی کرنا مسنون ہے، عورت اپنا ہاتھ مرد کی طرح زیادہ اوپر نہیں اٹھائے گی۔

جب رمی کرے تو ہدی کے جانور ہو تو ان کو ذبح کرے، ہدی وہ جانور ہے جس کو حاجی مکہ اور حرم مکہ کو ہدیہ کرنے کے لیے اپنے ساتھ لاتا ہے تا کہ اللہ کا تقرب حاصل ہو۔

پھر بال کاٹے، یہ حج کے ارکان میں سے ہے۔

رمی کرنے اور بال نکالنے کے بعد عورت جزئی حلال ہو جاتی ہے اور اس کے لیے تمام ممنوعات اور محرمات جائز ہو جاتے ہیں مثلاً خوشبو لگانا، البتہ شوہر کے ساتھ لطف اندوزی اور جماع اب بھی حرام ہی رہتا ہے۔

پھر مکہ آئے اور طوافِ افاضہ کرے، یہ بھی رکن ہے، اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا۔

اگر طوافِ قدوم کے بعد سعی نہ کی ہو تو سعی کرے، جب رمی، تقصیر (تھوڑے سے بال نکالے) اور طواف افاضہ کرے تو اس کے لیے تمام چیزیں بشمول مرد اور شادی بھی جائز ہو جاتی ہے۔

پھر منیٰ آ کر رات گزارے، منیٰ میں رات گذارنا واجب ہے، چھوڑنے پر دم واجب ہو جاتا ہے۔

زوال شمس کے بعد یعنی ظہر کا وقت شروع ہونے کے وقت رمی کا وقت شروع ہوتا ہے، جمرہ اولی کو سات کنکریاں مارے پھر جمرہ وسطی پھر اخیر میں جمرہ عقبہ کو سات سات کنکریاں مارے، رمی جمرات میں ترتیب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

پھر منیٰ میں دوسری رات گزارے اور ظہر کا وقت شروع ہونے کے بعد جمرہ اولی پھر جمرہ ثانیہ پھر جمرہ عقبہ کی رمی کرے۔

اس دن یعنی ایام تشریق کے دوسرے دن کی رمی کے بعد مکہ جانا جائز ہے، اس طرح حج کے تمام اعمال مکمل ہو جائیں گے۔

لیکن اس صورت میں سورج غروب ہونے سے پہلے منیٰ چھوڑنا واجب ہے، اگر منیٰ میں اس کی موجودگی میں سورج غروب ہو جائے تو یہیں پر تیسری رات گزارنا بھی واجب ہے، جب ظہر کا وقت آئے تو رمی کر کے مکہ چلا جائے۔

جب حاجی اپنے گھر لوٹنا چاہے تو کعبۃ اللہ کا طواف کرنا واجب ہے، اس کو طواف وداع کہتے ہیں، اگر یہ طواف نہ کرے تو اس پر دم واجب ہو جاتا ہے، البتہ حائضہ عورت اس حکم سے مستثنی ہے، کیوں کہ یہ طواف اس کے لیے معاف ہے، طواف وداع کے بعد سفر میں جلدی کرنا واجب ہے، اگر اس کے بعد بھی مکہ میں رکی رہے تو دوبارہ طواف کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

آب زمزم پینا اور پیتے وقت قبلہ رو ہونا مستحب ہے، اسی طرح آب زمزم پیتے وقت اپنے لیے جو خیر چاہے اس کی نیت کرنا بھی مستحب ہے۔

۲۔عمرہ کے اعمال:

عمرہ کے اعمال مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔حج کے احرام کی طرح ہی عمرہ کے احرام کی نیت کرے۔

۲۔مکہ میں داخل ہو کر طواف کرے۔

۳۔صفا اور مروہ کی سعی کرے۔

۴۔تھوڑے سے بال کاٹے۔

ان تمام اعمال کو بجالانے کے بعد عمرہ کرنے والی حلال ہو جاتی ہے۔

یعنی جتنی چیزیں احرام کی نیت کرنے کی وجہ سے حرام ہوگئی تھیں وہ سب اس کے لیے جائز ہو جاتی ہیں۔

نوٹ

عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں ہے، اگر شوہر حج سے روکے تو اس کو سفر کرنا جائز نہیں ہے، شوہر کے منع کرنے کی صورت میں قدرت رہنے کے باوجود حج کرنے سے پہلے عورت کا انتقال ہو جائے تو اس کی وراثت سے حج ادا کیا جائے گا، اس صورت میں وہ گنہ گار نہیں ہوگی۔

اگر سفر حج کے دوران عورت حیض یا نفاس میں مبتلا ہو جائے تو وہ اپنا سفر حج جاری رکھے گی، اگر عین احرام کے وقت حیض یا نفاس میں مبتلا ہو جائے تو وہ دیگر پاک وصاف

عورتوں کی طرح احرام باندھے گی، کیوں کہ احرام باندھنے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔

احرام کی نیت کرتے وقت جس طرح مردوں کے لیے غسل کرنا مستحب ہے، اسی طرح عورت کے لیے مستحب ہے، چاہے عورت حالت حیض یا نفاس میں کیوں نہ ہو۔

احرام کے لباس کے سلسلے میں عورت کسی خاص قسم کے رنگ کی پابند نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے مناسب جو رنگ بھی چاہے پہن سکتی ہے، اسی طرح کوئی لباس بھی مخصوص نہیں ہے، بلکہ وہ اپنا عام لباس پہنے گی، البتہ چست اور مردوں کے مشابہ لباس سے احتیاط ضروری ہے۔

حائضہ تمام اعمالِ حج ادا کرے گی، احرام باندھے گی، وقوف عرفہ کرے گی، مزدلفہ میں رات گزارے گی، کنکری مارے گی، البتہ بیت اللہ کا طواف پاک ہونے سے پہلے نہیں کرے گی، اسی طرح صفا ومروہ کی سعی بھی نہیں کرے گی، کیوں کہ سعی اس طواف کے بعد ہی صحیح ہے جسے حج کے رکن کی حیثیت حاصل ہے، البتہ اگر طواف کے مکمل ہونے کے بعد حیض آئے تو اس وقت سعی کرنے کی اجازت ہے، کیوں کہ سعی کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔

طوافِ افاضہ کے بعد اگر عورت کو حیض آجائے تو اس کو اجازت ہے کہ وہ جب چاہے سفر کرے، طوافِ وداع اس کے لیے معاف ہے۔

گیارہواں باب

ازدواجی زندگی

شادی مرد اور عورت کے درمیان مقدس رشتہ ہے، جو شریفانہ زندگی گزارنے، تنہائی کی وحشت سے نفس کو سکون پہنچانے، مصاہرت (سسرالی رشتہ) کے ذریعے معاشرے کے روابط کو مضبوط کرنے اور شریف انسانی اقدار وعادات کے مطابق بچوں کی تربیت، نسلِ انسانی کی حفاظت، اور جنسی اضطراب وبے چینی ختم کرنے کے لیے ایک دوسرے سے لطف اندوز ہونے کا ایک معاہدہ اور عقد ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ“ (روم ۲۱) اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحم کا جذبہ رکھا، بے شک اس میں غور کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اسلام میں شادی کی ترغیب

اسلام نے شادی کی ترغیب دی ہے: آپ ﷺ کا فرمان ہے: ”اے نوجوانو! جو تم میں سے شادی کی طاقت رکھتا ہو تو وہ شادی کرے، کیوں کہ اس سے نگاہیں جھکی رہتی ہیں اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے“۔ (بخاری)

اسلام نے شادی کرنے والوں سے رکاوٹوں کو ختم کیا ہے اور شادی کے وسائل کو آسان کیا ہے، مثلاً بہت زیادہ مہر دینے اور شادی کے موقع پر بہت زیادہ خرچ کرنے سے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے: ”جب تمہارے پاس ایسے شخص کا رشتہ آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو تو اس سے شادی کراؤ، اگر اس طرح نہیں کروگے تو زمین

میں فتنہ پھیلے گا اور بہت بڑا فساد ہوگا"۔ (ترمذی)

بہترین شوہر کا انتخاب

مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ بہترین بیوی کا انتخاب کرے، عورت کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے لیے بہترین شوہر کا انتخاب کرے، آپ ﷺ کا فرمان ہے: "چار خصلتوں کی بنیاد پر عورت سے شادی کی جاتی ہے: اس کے مال، اس کے حسب ونسب، اس کی خوبصورتی اور اس کے دین کی بنیاد پر، تم دین والی کا انتخاب کر کے کامیاب ہو جاؤ، تمہاری پانچوں انگلیاں گھی میں رہیں"۔ (بخاری ومسلم) دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے نطفوں کے لیے صحیح انتخاب کرو"۔

لڑکی سے شادی کی اجازت لینے کی ترغیب

باکرہ سے اجازت لی جائے اور ثیبہ کو اپنا شریکِ حیات منتخب کرنے کا اختیار دیا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: "ثیبہ اپنے ولی کے مقابلہ میں اپنی ذات کی زیادہ حق دار ہے، اور باکرہ سے اس کے بارے میں اجازت لی جائے، اس کی اجازت خاموش رہنا ہے"۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد نے فرمایا: ایک دوشیزہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: "میرے والد نے میری شادی اپنے بھائی کے لڑکے کے ساتھ کی ہے تاکہ وہ میرے ذریعے اپنی ذلت ختم کریں، راوی کہتے ہیں: آپ نے معاملہ اس لڑکی کے حوالہ کیا تو اس نے کہا: میرے ابا نے جو کیا ہے میں نے اس کی اجازت دے دی، لیکن میں تو یہ چاہتی تھی کہ عورتوں کو یہ بات سکھاؤں کہ والد کو کچھ بھی حق نہیں ہے"۔ (ابن ماجہ)

نسبت طے ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھنے کی ترغیب

جب لڑکی والوں کو نسبت بھیجنے والے کے دین پر اطمینان ہو تو لڑکی اور لڑکا ایک دوسرے کو دیکھیں، آپ ﷺ کا فرمان ہے: "اس کو دیکھو کیوں کہ اس سے تم دونوں کے درمیان محبت اور تعلقات دائی رہیں گے"، دوسری حدیث میں ہے: "جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو رشتہ بھیجے اور اس کا ایسا حصہ دیکھنا ممکن ہو جس سے اس کے دل میں اس کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش پیدا ہو تو ایسا کرے یعنی دیکھے" (ابوداؤد) کسی محرم کی موجودگی میں اس کو دیکھنا اور اس کے ساتھ بیٹھنا جائز ہے۔

ایامِ عدت میں پیغام بھیجنے کی ممانعت

اسلامی ادب کی رو سے یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ایسی عورت کو پیغام بھیجا جائے جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو، یا اس کو طلاق ہوئی ہو اور ابھی اس کی عدت ختم نہ ہوئی ہو، یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ ایسی عورت کو پیغام بھیجے، جس کی نسبت دوسرے کے ساتھ طے ہو چکی ہو، مگر یہ کہ وہ عورت خود اپنی نسبت توڑ دے، آپ ﷺ کا فرمان ہے: "کوئی شخص دوسرے کے پیغام پر پیغام نہ بھیجے یہاں تک کہ اس کو پہلے والا چھوڑ دے یا اس کو اجازت دے"۔ (بخاری)

ولی اپنی لڑکی کا پیغام نیکوکاروں اور پرہیز گاروں کو دے سکتا ہے

لڑکی کے ولی کے لیے یہ سنت ہے کہ وہ اپنی لڑکی کا پیغام صالح اور نیک مرد کے پاس بھیجے، حضرت شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں اپنی لڑکیوں کا رشتہ اس وقت پیش کیا تھا، جب وہ موسیٰ علیہ السلام کی پاکدامنی اور امانت سے واقف ہو گئے تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: "يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ، قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٰ أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ، قَالَ ذَٰلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ

قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللَّهُ عَلَى مَانَقُوْلُ وَكِيْلٌ '' (سورۂ قصص ۲۶۔۲۸)

ابا جان! آپ ان کو نوکر رکھ لیجیے، کیوں کہ اچھا نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو، انھوں نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میں تمھارا نکاح میری ان دو بیٹیوں میں سے کسی سے کروں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو، اگر دس سال مکمل کرو تو یہ تمھاری طرف سے ہے، میں تم پر کوئی مشقت ڈالنا نہیں چاہتا ہوں، اگر اللہ نے چاہا تو تم مجھے صالحین میں سے پاؤ گے، انھوں (موسیٰ) نے کہا: کوئی بھی مدت میں پورا کروں تو مجھ پر کوئی جبر نہیں ہوگا، جو ہم کہہ رہے ہیں اللہ اس پر گواہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی دختر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عثمان، پھر حضرت علی، پھر حضرت ابو بکر کی خدمت میں پیش کیا تھا، اور نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ شادی کی۔ (بخاری: کتاب النکاح)

ولی کے احکام

ولی اس کو کہتے ہیں جس کو شریعت نے حقِ ولایت دیا ہو۔

نکاح میں ولی کا پایا جانا ضروری ہے

عورت کی شادی میں ولی کا ہونا ضروری ہے جو عقدِ نکاح میں ولایت کے فرائض انجام دے، چاہے عورت چھوٹی ہو یا بڑی بالغہ، باکرہ ہو یا ثیبہ۔

کسی عورت کو خود اپنی شادی کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح وہ دوسرے کی بھی شادی اجازت کے ساتھ اور اجازت کے بغیر بھی نہیں کرا سکتی۔

ولی کے بغیر نکاح کا حکم اور اس پر مرتب ہونے والے اثرات

اگر عورت ولی کے بغیر اپنی شادی خود کرے تو اس کا نکاح باطل ہو جائے گا، اگر اس کے بعد جماع ہو جائے تو بھی دونوں کے درمیان تفریق کی جائے گی، کیوں کہ عقدِ نکاح ہی صحیح نہیں ہوا ہے، اس صورت میں مرد پر مہرِ مثل واجب ہو جاتا ہے، چاہے نکاح کرتے

وقت مہر متعین کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

شادی میں اولیاء کی ترتیب

عورت کی شادی میں ولی کی ترتیب مندرجہ ذیل ہوگی:

باپ پھر دادا
پھر حقیقی بھائی
پھر علاتی بھائی
پھر حقیقی بھتیجہ
پھر علاتی بھتیجہ
پھر حقیقی چچا، پھر علاتی چچا
پھر حقیقی چچا زاد بھائی
پھر علاتی چچا زاد بھائی

اسی طرح سب عصبات ہوں گے، اگر عصبات نہ پائے جائیں تو قاضی ولی ہوگا۔

ولایت کی قسمیں

ولایت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اجباری ولایت
۲۔ اختیاری ولایت

۱۔ اجباری ولایت

اجباری ولایت صرف باپ اور دادا کو حاصل رہتی ہے، ان کے علاوہ دوسرے کسی بھی ولی کو اجباری ولایت حاصل نہیں ہے۔

اجباری ولایت صرف باکرہ لڑکی کی شادی میں ہوتی ہے، چاہے وہ چھوٹی ہو یا بالغہ، عقل مند ہو یا پاگل۔

باپ اور دادا کو یہ حق رہتا ہے کہ وہ اپنی باکرہ لڑکی کی شادی اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر کرادے، کیوں کہ وہ اپنی بیٹی کے مفادات کو زیادہ جانتا ہے اور اس سے زیادہ شفیق لڑکی کے حق میں کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا، وہ اپنی بیٹی کے حق میں اسی کا انتخاب کرے گا جس میں لڑکی کا مفاد ہوگا۔

لیکن اجباری ولایت کے لیے چار شرطیں ہیں:

۱۔ ولی اور اس کی لڑکی کے درمیان کوئی ظاہری دشمنی نہ ہو۔

۲۔ لڑکا کفو ہو۔ ۳۔ لڑکا مہر نقد دے سکتا ہو۔

۴۔ لڑکی اور لڑکے کے درمیان کوئی دشمنی نہ ہو۔

اختیاری ولایت

اختیاری ولایت ان سبھوں کو ترتیب وار حاصل ہے جو اولیاء کی فہرست میں شامل ہیں۔

اختیاری ولایت ثیبہ عورت کے سلسلہ میں ہے، چناں چہ کسی بھی ولی کو چاہے وہ باپ دادا ہی کیوں نہ ہو، اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر شادی کرانے کا حق نہیں ہے۔

اگر ولی عورت کو شادی سے روکے

اگر بالغ اور عاقل عورت کسی کفو سے شادی کا مطالبہ کرے تو اس کے ولی کے لیے ضروری ہے کہ وہ شادی کرائے، اگر ولی شادی سے انکار کردے تو حاکمِ وقت یا قاضی اس کی شادی کرائے گا، چاہے انکار کرنے والا ولی باپ ہی کیوں نہ ہو، کیوں کہ اگر کوئی کفو مرد اس لڑکی سے شادی کا مطالبہ کرے تو ولی پر اس کی شادی کرنا ضروری ہے، اگر وہ اپنا یہ حق ادا نہ کرے تو حاکم اپنی طرف سے یہ حق ادا کرے گا۔

اگر کوئی لڑکی کسی کفو لڑکے کا انتخاب کرے اور ولی کسی دوسرے کفو لڑکے کا انتخاب کرے تو لڑکی کے متعین کردہ لڑکے کے مقابلے میں ولی کا متعین کردہ لڑکا افضل ہے، جب کہ وہ باکرہ ہو، کیوں کہ ولی زیادہ واقف رہتا ہے۔

شادی کا اعلان کیا جائے

اسلامی ادب یہ ہے کہ نکاح کا اعلان کیا جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نکاح کا اعلان کرو، نکاح مسجد میں کرو اور اس موقع پر دف بجاؤ“۔ (ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے)۔

خرچ میں شوہر کی کمائی کا خیال رکھا جائے

یہ اسلامی اصول وضابطہ نہیں ہے کہ آدمی اپنی بیوی پر اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے خرچ کرنے میں کنجوسی کرے، بلکہ اسلام میں مطلوب یہ ہے کہ اس کے دوست احباب اپنی حیثیت کے مطابق اپنی بیویوں پر جتنا خرچ کرتے ہیں اسی طرح وہ بھی اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی کے گناہ کے لیے یہ کافی ہے کہ جس کو کھلانے کی اس پر ذمے داری ہے اس کو ضائع کرے“۔ (ابوداؤد)

اسی طرح بیوی کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مادی حالات کا خیال رکھے اور طاقت سے زیادہ مطالبہ نہ کرے۔

عورت اپنے شوہر کے گھر کی حفاظت کرے

عورت کے اوپر عائد حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر کی حفاظت کرے، اور شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمے دار ہے، اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا“۔

شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری عورت پر ضروری

یہ بھی اسلامی ادب ہے کہ بیوی اللہ کی معصیت کے علاوہ تمام امور میں اپنے شوہر کی اطاعت کرے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اگر میں کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو

سجدہ کرے"۔ (ابوداؤد)

خود کو شوہر سے بڑا نہ سمجھے

یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے کہ عورت اپنے شوہر پر اپنے حسب ونسب، خوبصورتی یا مال ودولت کی وجہ سے فخر کرے، اور اس کی رائے کو بیوقوفانہ قرار دے، بہتر یہ ہے کہ اپنی اولاد کی تادیب کے دوران ایک دوسرے پر اعتراض نہ کریں، کیوں کہ اس سے اولاد کی تربیت میں بگاڑ آتا ہے، بلکہ اولاد کی تربیت اور رہنمائی میں دونوں میں اتفاق ہو، جب ان دونوں میں سے کوئی بچوں پر زیادتی کرے تو بہتر یہ ہے کہ اولاد کی غیر موجودگی میں ایک دوسرے کو نصیحت کریں، تاکہ بچوں کی پرورش پریشان اور مضطرب ماحول میں نہ ہو، کیوں کہ اس سے ان کی شخصیت کی تشکیل پر منفی اثرات پڑتے ہیں، شوہر بیوی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کریں اور لطف کے ساتھ پیش آئیں تاکہ لطف اندوزی اور پرسکون زندگی کی نعمت سے مالا مال ہوں، جس کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے۔ "وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً" (روم ۲۱) اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحم کا جذبہ رکھا۔

بیوی اپنے شوہر کی خاطر ہی زینت اختیار کرے

بہتر یہ ہے کہ بیوی پاک صاف، زیب وزینت کے ساتھ اور بہترین کپڑے پہن کر اپنے شوہر کا استقبال کرے۔

یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے کہ اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے کے لیے زینت اختیار کرے یا راستے پر بے پردہ نکلے۔

شوہر بیوی کے آداب

شادی فرد اور معاشرے کی زندگی میں رونما ہونے والا ایک اہم واقعہ ہے، اس سے مرد اور عورت ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوتے ہیں، البتہ اس میں مبالغہ نہ ہو جس سے منفی ردعمل ہوتا ہے، اسی وجہ سے اسلام نے شوہر بیوی کے تعلقات کے چند آداب مقرر کئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ یہ بات جائز نہیں ہے کہ عورت اپنے شوہر کے بستر کو چھوڑے یا شوہر کو جماع اور لطف اندوز ہونے سے روکے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی مرد اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے جس کے نتیجے میں شوہر اس پر غصہ ہو کر رات گزارے تو فرشتے صبح ہونے تک اس پر لعنت کرتے ہیں" (بخاری ومسلم) اسی طرح مرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے تصرفات نہ کرے جس سے بیوی جنسی خواہشات سے نفرت کرنے لگے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اس میں جذبہ پیدا کرے۔

۲۔ مرد کے لیے حرام ہے کہ حیض یا نفاس کی حالت میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرے، کیوں کہ اس سے دونوں کی صحت کو نقصان پہنچتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: "وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ" (بقرہ ۲۲۲) اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے: وہ تکلیف دہ چیز ہے، چناں چہ تم حیض میں عورتوں سے دور رہو۔

۳۔ بیوی کی پچھلی شرمگاہ میں جماع کرنا حرام ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخصوص کردہ طبعی اور فطری جگہ میں ہی جماع کرے، البتہ اس کو آزادی ہے کہ محلِ جماع میں جس انداز سے چاہے جماع کرے، آپ ﷺ کا فرمان ہے: "اللہ حق بات سے نہیں شرماتا: عورتوں کی پچھلی شرمگاہ میں جماع مت کرو"۔ (احمد)

۴۔ جب آدمی اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرے پھر دوبارہ جماع کرنا چاہے تو

افضل یہ ہے کہ وضو کرے تا کہ دوبارہ نشاط پیدا ہو، آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرے پھر دوبارہ جماع کرنا چاہے تو وضو کرے کیوں کہ اس سے دوبارہ جماع کرنے میں زیادہ نشاط ملتا ہے''۔ (مسلم)

۵۔ جب مرد کسی اجنبی غیر محرم عورت کو دیکھے اور اس کے ساتھ غلط کاری کا دل میں شوق پیدا ہو تو اپنی بیوی کے پاس آکر اپنی خواہش پوری کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت پسند آئے اور اس کے دل کو بھا جائے تو اپنی بیوی کے پاس آکر اس کے ساتھ جماع کرے، کیوں کہ اس کے دل سے غلط کاری کی خواہش ختم ہو جائے گی''۔ (مسلم)

۶۔ مستحسن یہ ہے کہ مرد بیوی کے ساتھ اس وقت جماع نہ کرے جب اس کے جذبات سرد ہوں، بلکہ بہتر یہ ہے کہ پہلے اس کے جذبات کو ابھارنے کے لیے ملاعبت کرے تا کہ وہ جماع اور لطف اندوزی کے لیے تیار ہو جائے اور بیوی کے لطف اندوز ہونے تک انتظار کرے۔

۷۔ آدمی اپنے اور اپنی بیوی کی مخصوص ملاقاتوں اور باتوں کو دوستوں میں بیان نہ کرے، اسی طرح بیوی بھی اپنی سہیلیوں کے درمیان اس قسم کی گفتگو نہ کرے، کیوں کہ یہ اللہ کے پردوں میں سے ایک پردہ ہے، جس کو چاک کرنے کی اجازت نہیں ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے بدترین مرتبے کے اعتبار سے قیامت کے دن وہ شخص ہے جو بیوی سے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے اور وہ اس سے اپنی ضرورت پوری کرتی ہے، پھر وہ اس کا راز فاش کرتا ہے'' (مسلم) امام احمد کی روایت میں یہ اضافہ ہے: ''ان دونوں کی مثال شیطان اور شیطانہ کی ہے جن میں سے ایک اپنے ساتھی سے گلی میں ملتا ہے اور اس سے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے، جب کہ لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں''۔

۸۔ یہ اسلامی ادب نہیں ہے کہ عورت اپنے شوہر کے سامنے کسی اجنبی عورت کے پوشیدہ صفات اور محاسن کو بیان کرے، کیوں کہ اس سے مرد کے دل میں اس کی تمنا

پیدا ہو جاتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ: ''کوئی عورت کسی عورت سے ملے پھر اپنے شوہر کے سامنے اس کے اوصاف بیان کرے کہ گویا وہ اس عورت کو دیکھ رہا ہے''۔ (بخاری ومسلم)

۹۔ مسلمان جب اپنی بیوی کے پاس جائے تو پاک اور صاف ستھرا ہو، اللہ کا نام لے اور یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنِی الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا'' (بخاری ومسلم) اے اللہ! مجھے شیطان سے محفوظ رکھ، اور ہماری اولاد کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ اسی طرح عورت کے لیے بھی یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرتے وقت یہ کہے: ''اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنِی الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا'' اور ان کو بچہ ہو تو شیطان اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا''۔ (بخاری ومسلم)

مہر

مہر عورت کا حق ہے جو شوہر پر لازم ہے، مہر نقد بھی دینا جائز ہے اور ادھار بھی، البتہ عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ مہر دینے سے پہلے شوہر کو اپنے سے لطف اندوز ہونے سے روکے، یہ اسی صورت میں ہے جب کہ مہر نقد دینا طے پایا ہو، اگر مہر ادھار طے پایا ہو تو پھر عورت کو لطف اندوزی سے منع کرنے کا حق نہیں ہے، مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے، زوجین کی رضامندی سے مہر مقرر کیا جائے گا۔

خلع وطلاق

اگر میاں بیوی میں ناچاقی پیدا ہو جائے اور عورت شوہر کے حقوق بجالانے میں ناپسندیدگی کی وجہ سے کوتاہی کرتی ہو، اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کی اپنے اندر طاقت واستطاعت نہ پاتی ہو تو عورت کے لیے جائز ہے کہ شوہر کے دیے ہوئے مال ومتاع کو واپس دے کر یا اپنا ذاتی مال دے کر اس سے چھٹکارا حاصل کرے۔ اس کو شریعت میں خلع

کہا جاتا ہے۔

کسی عذر کے بغیر اپنے شوہر سے جدائی کا مطالبہ کرنے والی پر وعید آئی ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ’’اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی عذر کے بغیر طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے‘‘۔ (ابو داود، ترمذی، ابن حبان)

مرد کے لیے بھی بلا ضرورت طلاق دینا جائز نہیں ہے، اگر اپنی بیوی کے ساتھ زندگی گزارنا ناممکن ہو جائے اور دونوں کے درمیان صلح بھی نہ ہو سکے تو طلاق دینے کی اجازت ہے، کیوں کہ جائز امور میں سب سے ناپسندیدہ چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ’’أَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَ اللّٰهِ الطَّلَاقُ‘‘۔ (ابو داود نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے: ۲۱۷۸)

عدت کے احکام

زوجین کے درمیان جدائی کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ طلاق کے ذریعے جدائی

۲۔ موت کے ذریعے جدائی

دونوں صورتوں میں عورت پر عدت واجب ہو جاتی ہے۔

عدت کی حکمت

عدت ایک نکاح کے ٹوٹ جانے پر اس کے تقدس اور احترام کی رعایت رکھنا ہے، اس کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ عورت کا رحم صاف ہونے کا یقین ہو جائے، کیوں کہ جب کسی عورت کی طلاق ہو جاتی ہے تو ممکن ہے کہ وہ پہلے شوہر سے حاملہ ہو، اگر نکاح ٹوٹنے کے فوراً بعد شادی کی جائے گی تو معلوم نہیں رہے گا کہ جو حمل ٹھہرا ہے؛ وہ پہلے شوہر کا ہے یا دوسرے شوہر کا، اس کو شریعت میں استبراءِ رحم کہا جاتا ہے۔

حاملہ عورت کی عدت

عورت کو طلاق ہوئی ہو یا شوہر کا انتقال ہو گیا ہو، ہر صورت میں حاملہ عورت کی عدت بچہ جننے پر ختم ہو جاتی ہے، چاہے طلاق یا انتقال کے دوسرے لمحے ہی ولادت ہو جائے۔

ایسی عورت جس کو حیض آنا بند ہو گیا ہو

جو عورت اس عمر کو پہنچ جائے کہ اس کو حیض آنا بند ہو جائے تو اس کی عدت تین مہینے ہیں جب اس کو طلاق دی جائے، اسی طرح اس عورت کی بھی یہی عدت ہے جس کو ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، قمری مہینوں کا اعتبار ہوگا۔

اس عورت کی عدت جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو

جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، چاہے شادی کے فوراً بعد جماع سے پہلے ہی شوہر کا انتقال ہو جائے یا عورت کو حیض آنا بند ہونے کے بعد انتقال ہو جائے، ہر صورت چار ماہ دس دن عدت ہے، اسلامی مہینوں کا اعتبار ہوگا۔

وہ عورت جس کو حیض آتا ہو

حیض آنے والی عورت کو جب طلاق ہو جائے تو اس کی عدت تین طہر ہے، یعنی طلاق کے بعد تین طہر گزرنا ضروری ہے۔

☆ اگر کسی عورت کی شادی ہو جائے اور جماع سے پہلے ہی اس کو طلاق دی جائے تو اس پر کوئی عدت نہیں ہے، بلکہ اس کی شادی فوراً کرائی جا سکتی ہے، اس صورت میں طلاق دینے والے کو مقرر کردہ نصف مہر دینا لازم ہے۔

☆ عدت کے دوران شادی کرنا حرام ہے، اگر شادی کی جائے تو صحیح نہیں ہوگی۔

عدت کے دوران عورت کو پیغام بھیجنے کے احکام

اگر عورت طلاقِ بائن (یعنی طلاق کی جن صورتوں میں طلاق دینے والے کو رجوع کرنے کا حق نہیں رہتا) اور شوہر کے وفات پانے کی وجہ سے عدت میں ہو تو صرف اشارے

میں شادی کا پیغام دینا جائز ہے، صراحت کے ساتھ شادی کا پیغام دینا جائز نہیں ہے۔

طلاق رجعی کی عدت گزارنے والی عورت کو پیغام بھیجنا جائز نہیں ہے، نہ اشارے وکنایے میں اور نہ صراحت کے ساتھ، کیوں کہ وہ دوسرے شخص کی بیوی رہتی ہے، یا بیوی کے حکم میں رہتی ہے، کیوں کہ اس کے شوہر کو عدت کے دوران رجوع کرنے کا حق رہتا ہے۔

پیغام میں صراحت کا مطلب یہ ہے کہ واضح انداز میں شادی کی خواہش کا اظہار کرے، مثلاً کہے: میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں، یا یہ کہے کہ جب تمھاری عدت گزر جائے گی تو میں تم سے شادی کروں گا۔

پیغام دینے میں اشارے وکنایے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے الفاظ استعمال کرے جس میں شادی کی رغبت ہونے اور رغبت نہ ہونے دونوں کا احتمال ہو، مثلاً عدت گزارنے والی سے کہے: تم خوبصورت ہو، تم میں دلچسپی لینے والے بہت سے موجود ہیں، تم جیسا ملنا کس کو نصیب ہوگا، وغیرہ۔

شوہر کی وفات کے بعد عدت گزارنے والی عورت کے لیے حرام چیزیں

شوہر کی وفات کے بعد عدت گزارنے والی عورت پر پانچ چیزیں حرام ہوجاتی ہیں:

۱۔ ہر قسم کی خوشبو کا استعمال، نہ اپنے جسم میں خوشبو کا استعمال کرسکتی ہے اور نہ اپنے کپڑوں میں، اسی طرح کوئی خوشبو دار چیز بھی استعمال میں نہیں لاسکتی۔

۲۔ جسمانی زیب وزینت: خضاب لگانا، مہندی لگانا، سرمہ کا استعمال اور دیگر زیب وزینت کی چیزوں کا استعمال جائز نہیں ہے، اگر آنکھ میں کوئی تکلیف ہو جس سے سرمہ لگانا ضروری ہو تو رات کے وقت سرمہ لگائے گی اور دن میں صاف کرے گی۔

۳۔ خوبصورت لباس زیب تن کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

۴۔ زیورات کا استعمال بھی جائز نہیں ہے۔

۵۔ شوہر کی وفات کے وقت جس گھر میں تھی، وہاں سے کسی ضرورت کے بغیر نکلنا صحیح نہیں ہے، کسی مریض کی عیادت، یا کسی قریبی رشتے دار کی ملاقات وغیرہ کے لیے جانے کی

اجازت نہیں ہے، البتہ ضروری کام ہو تو گھر سے نکل سکتی ہے۔

ضبطِ تولید کے مسائل

"ضبطِ تولید (birth control) سراسر غیر اسلامی اور خالص مادہ پرستانہ نظریہ ہے، دوسری بہت سی مکاریوں کی طرح جو انسانیت کے حق میں سم قاتل ہیں، یہ بھی امریکہ کا طاقت ور فریب ہے کہ اس نے اس کو پرکشش نام دیا یعنی خاندانی منصوبہ بندی (family planing)۔ (بچوں کے احکام ومسائل ص ۴۱)

ضبطِ تولید کے مقاصد اس کے داعیوں کی نظر میں

جو ضبطِ تولید کی ترغیب دیتے ہیں، وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ آبادی میں اضافہ ہوگا تو رزق میں کمی ہونے کا خطرہ ہے، اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق فی زمانہ پانچ میں سے ایک آدمی بھوک کا شکار ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ دنیا کی پیداوار میں کمی کی وجہ سے لوگ بھوک کے شکار ہیں یا اس کی وجہ کوئی اور ہے، ایک رپورٹ ذیل میں پیش ہے:

"لاطینی امریکہ اور ایشیائی ممالک میں ایک کروڑ ۵۰ لاکھ بچے بھوک اور کم غذا کے شکار ہیں، دنیا میں پانچ میں سے ایک آدمی بھوک کا شکار ہے، یعنی ایک ارب انسان کم غذا کے شکار ہیں، ۱۳ سے ۱۸ ملین لوگ ہر سال بھوک سے مرجاتے ہیں، جب کہ مالدار ممالک اپنی زراعتی پیداوار اس خوف سے ضائع کردیتے ہیں کہ کہیں ان پیداوار کی قیمت عالمی مارکٹ میں گر نہ جائے، جس طرح کہ امریکہ کا معمول ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ تیسری دنیا میں زراعت اور کاشت کے لائق اتنی زمین ہے کہ دنیا کی آبادی کے دوگنا انسانوں کے لیے یہ پیداوار کافی ہوگی، صرف ایک سال کے لیے نہیں بلکہ سال 3000ء تک کے لیے کافی ہوگی، یہ بات اقوام متحدہ کے تابع "عمرانی تحقیقاتی کمیٹی" کی طرف سے شائع سالانہ رپورٹ میں کہی گئی ہے، رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ: "آج دنیا کی آبادی 5.3 ارب ہے، یہ آبادی 3000ء تک بڑھ کر 14 ارب ہوجائے گی، اقوام متحدہ سے جاری تحقیقات کے

مطابق صرف تیسری دنیا کے ملکوں میں قابل کاشت زمین تقریباً 33 ارب افراد کو غذا فراہم کرسکتی ہے''۔(بشائر النصر بحوالہ مجلۃ الکفاح العربی۔شمارہ ۶۱۹۔۱۱/۶/۱۹۹۰ء)

دوسری بات یہ ہے کہ رزق کی فراہمی کی ذمہ داری خود اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے، صرف انسانوں کی نہیں بلکہ ہر ذی روح کو رزق فراہم کرنے کی ذمہ داری لی ہے''وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا''(ہود:۶)، اسی خدا نے فقر و فاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کرنے سے منع کیا ہے''لَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ''(الاسراء:۳۱) قیامت کے دن ایسے ہی مقتول کے سلسلہ میں سوال کیا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں قتل کیے گئے''وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ''(التکویر:۸)

دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اولاد زیادہ ہو تو ان کی بہترین تربیت اور پرورش نہیں ہو پاتی، یہ صرف خام خیالی ہے، مغربی معاشرہ میں خاندانی نظام درہم برہم ہے، وہاں ایک بچے کی ہی پرورش مسئلہ بن جاتی ہے، لیکن جس معاشرہ میں خاندانی نظام میں توازن پایا جاتا ہے، اور اسلامی تعلیمات کے مطابق خاندان کو ڈھالا جاتا ہے تو دس پندرہ بچوں کی پرورش اور تربیت کوئی مسئلہ ہی نہیں، پہلے بھی مسلمانوں نے اپنی کثیر اولاد کی صرف تربیت ہی کر کے نہیں دکھائی بلکہ بہترین تربیت کی، اگر صحابہ کے دور کو دیکھا جائے تو اکثریت کو کثیر اولاد تھی، ان کی تربیت میں کوئی فرق نہیں پڑا، آج بھی مسلم معاشرہ میں اس کی لاکھوں مثالیں ملیں گی، بلکہ ہر صحیح مسلمان کو اس بات کا یقین ہے کہ اللہ جتنی اولاد دے گا وہ اس کی بہترین تربیت اور پرورش کرسکتا ہے۔

ضبطِ ولادت کے جواز کی صورت

''آج کے زمانے میں جن مقاصد سے ضبطِ ولادت کیا جاتا ہے، ان میں سے کسی مقصد کی خاطر ضبطِ ولادت کرنا اسلام میں جائز نہیں، لیکن کسی ناگزیر ضرورت کی بنیاد پر، خدا ترس عالمِ دین کی ہدایت کی روشنی میں، ماہر اور مخلص طبیب کے مشورے سے، خدا کے سامنے جواب دہی کے پورے احساس کے ساتھ برتھ کنٹرول کیا جاسکتا ہے، جب تک کہ

اس پر متوقع ضرر کا اندیشہ نہ ہو، اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱۔عورت بہت کمزور ہو اور ولادت برداشت سے باہر ہو (عام طور پر عورت یہی سمجھتی ہے، اس لیے اوپر کی شرائط نگاہ میں رہیں)

۲۔جلدی جلدی بچے ہو رہے ہوں، اور والدین کو تربیتی نقطۂ نظر سے شدید الجھن پیش آرہی ہو، تو محدود مدت کے لیے ضبطِ ولادت کرسکتے ہیں۔

۳۔اسی طرح جلدی جلدی اولاد ہونے کی وجہ سے ماں کی صحت پر نمایاں اثرات مرتب ہو رہے ہوں، اس صورت میں بھی محدود وقت کے لیے برتھ کنٹرول کیا جاسکتا ہے''۔

(بچوں کے احکام و مسائل ص ۴۸)

عزل کا حکم

عزل یہ ہے کہ بیوی سے صحبت کے وقت جب انزال ہونے لگے تو بیوی سے الگ ہو جائے تاکہ مادہ منویہ عورت کے رحم میں پہنچ کر حمل نہ ٹھہرے۔

جمہور علماء کے نزدیک آزاد بیوی کی اجازت کے بغیر عزل کرنا جائز نہیں ہے، اگر بیوی کی اجازت ہو تو جائز ہے۔البتہ عزل اسلام میں پسندیدہ نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کو ناپسند فرمایا ہے۔

آپ ﷺ سے عزل کے بارے میں دریافت کیا گیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم عزل کرتے ہو''؟ آپ نے یہ بات تین مرتبہ کہی: ''کوئی بھی انسان جو قیامت تک وجود میں آنے والا ہے وہ وجود میں آکر رہے گا''۔

(بخاری:۹/۳۰۵، حدیث ۵۲۱۰، مسلم:۲/۱۰۶۲، حدیث ۱۲۷۔۱۴۳۸)

آپ ﷺ سے عزل کے سلسلے میں ہی دریافت کیا گیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''پورے پانی سے بچہ نہیں ہوتا، جب اللہ کسی کی تخلیق کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی چیز اس کو روک نہیں سکتی''۔(مسند امام احمد:۳/۴۹، ۵۰)

آپ ﷺ سے ایک شخص نے دریافت کیا: میرے پاس ایک باندی ہے، میں

اس سے عزل کرتا ہوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جب اللہ چاہے تو عزل کسی چیز کو روک نہیں سکتا‘‘، وہی آدمی دوبارہ آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: جس باندی کا تذکرہ میں نے کیا تھا وہ حاملہ ہوگئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ’’میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں‘‘۔ مسلم نے یہ روایت کی ہے۔(۲/۱۰۶۴، حدیث ۱۳۵۔۱۴۳۹)

آپ ﷺ سے ایک دوسرے شخص نے اس بارے میں دریافت کیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اگر تم اس پانی کو چٹان پر بہادو جس سے بچہ ہونا ہے تو اللہ اس سے بھی بچہ نکالے گا، اور اللہ عز وجل اس نفس کو پیدا کر کے رہے گا جس کو پیدا کرنے کا اس نے فیصلہ کیا ہے‘‘۔ احمد نے یہ روایت کی ہے۔(۳/۱۴۰)

ایک دوسرے شخص نے دریافت کیا: میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ’’تم یہ کیوں کرتے ہو؟‘‘۔

اس نے کہا: مجھے اس کے بچہ پر خوف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اگر اس سے نقصان ہوتا تو ایران اور روم والوں کو نقصان ہوتا‘‘، دوسری روایت میں ہے: ’’اگر اسی طرح ہے تو نہ کرو، حالاں کہ اس سے ایران وروم کو کوئی نقصان نہیں ہوا ہے‘‘۔ مسلم نے یہ روایت کی ہے۔(۲/۱۰۶۷، حدیث ۱۴۳۔۱۴۴۳)

اسقاطِ حمل کا حکم

’’حمل کے تین مراحل ہوتے ہیں:

پہلا مرحلہ ابتدائی چالیس دن کا ہوتا ہے، جس میں حمل نطفہ (منی) کی شکل میں ہوتا ہے۔

دوسرا مرحلہ: اکتالیسویں دن سے ایک سو بیس دن تک کا ہے، جب وہ آہستہ آہستہ انسانی شکل اختیار کرتے کرتے بچے کی ابتدائی صورت میں تیار ہو جاتا ہے۔

۳۔تیسرا مرحلہ: ۱۲۰ دن یعنی چار مہینے کے بعد کا ہے جب اس میں جان پڑ جاتی ہے‘‘۔

پہلی صورت میں اسقاطِ حمل ان ہی شرطوں کے ساتھ جائز ہے جو ضبطِ تولید میں بیان کی

گئی ہیں، اس مرحلے میں’’......حمل کا اسقاط متوقع ضرر سے بچنے کے لیے یا شرعی مصلحت سے جائز ہے، اور ہر صورت میں طبی اور شرعی ماہرین کی تصدیق وتائید حاصل ہونا ضروری ہوگی، بچوں کی تربیت کی پریشانی، ان کو کھلانے پلانے اور تعلیم نہ دلا سکنے کے خوف یا ان کے مستقبل کے خوف کی وجہ سے یا جتنی اولاد ہے اتنی کافی سمجھ کر اسقاطِ حمل کرایا جارہا ہو تو اس مرحلے میں بھی جائز نہیں ہے‘‘۔(بچوں کے احکام ومسائل ص ۵۷ بحوالہ دار الافتاء سعودی عرب)

’’دوسرے اور تیسرے چالیس دن میں اسقاطِ حمل جائز نہیں ہے، جب تک کہ قابلِ اعتماد ڈاکٹروں کی کمیٹی اس کی تصدیق نہ کرے کہ حمل کا باقی رہنا ماں کی زندگی کے لیے خطرہ ہے...... اگر صورتِ حال یہاں تک پہنچ جائے تو ان خطرات سے بچنے کے تمام وسائل کو استعمال کرنے کے بعد اسقاطِ حمل جائز ہے‘‘۔

’’اور تیسرے مرحلے یعنی چار مہینے کے بعد جب جنین میں جان پڑ جاتی ہے اسقاطِ حمل جائز نہیں ہے......‘‘(ایضاً۔ مزید تفصیلات کے لیے اس کتاب کے ص ۵۴ تا ۶۶ کی طرف رجوع کیا جائے)

بارھواں باب

خواتین سے متعلق احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عام طور پر قرآن کریم اور احادیث شریف میں مردوں کو مخاطب کیا گیا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان سے صرف مرد ہی مخاطب ہیں، بلکہ جن حدیثوں میں عمومی طور پر خطاب کیا گیا ہے، ان میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں، حضور اکرم ﷺ نے بہت سے موقعوں پر خصوصیت کے ساتھ عورتوں کو بھی مخاطب کیا ہے اور ان سے متعلق مسائل و احکام کو بیان کیا ہے، اور ان کی فضیلتوں کو بھی واضح کیا ہے، یہ حدیثیں بے شمار ہیں، لیکن یہاں امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''فتاوی رسول اللہ'' سے چند حدیثوں کا انتخاب بطور فائدہ پیش کیا جا رہا ہے، انتخاب میں وہ حدیثیں بھی شامل ہیں جو عمومی خطاب پر مشتمل ہیں:

نیک عورتیں نیک مردوں کے لیے ہوں گی

آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا: کیا اس (جنت) میں ہمارے لیے بیویاں ہوں گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''نیک عورتیں نیک مردوں کے لیے ہوں گی، دنیا میں لذت حاصل کرنے کی طرح تم ان سے لذت حاصل کروگے، اور وہ تم سے لذت حاصل کریں گی، لیکن ان کو بچے نہیں ہوں گے''۔ امام احمد نے یہ روایت کی ہے (۱۴/۴)

دنیا کی عورتیں افضل یا حورعین

معجم طبرانی میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: اللہ کے رسول! مجھے اللہ کے فرمان ''حور عین'' (سورہ واقعہ) کے بارے میں بتایئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''حور کا مطلب ہے: سفید، اور عین کا مطلب ہے: بڑی

بڑی آنکھوں والیاں، حور کے بال گدھ کے پروں کی طرح ہیں''۔ میں نے کہا: مجھے اللہ عزوجل کے فرمان ''کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ'' پوشیدہ موتیوں کی طرح (سورہ واقعہ) کے بارے میں بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کی صفائی اس موتی کی صفائی کی طرح ہوگی جو سیپ میں رہتی ہے اور اس کو ہاتھوں نے نہ چھوا ہو''، میں نے کہا: مجھے اللہ کے فرمان ''فِیْهِنَّ خَیْرَاتٌ حِسَانٌ'' ''ان میں خوب سیرت خوب صورت عورتیں ہوں گی (رحمٰن ۷۰) کے بارے میں بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بہترین اخلاق والی، خوبصورت چہروں والی''، میں نے کہا: مجھے اللہ کے فرمان: ''کَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ'' گویا وہ چھپے ہوئے انڈوں کی طرح ہیں (صافات: ۴۹) کے بارے میں بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کی باریکی اس چمڑے کی باریکی کی طرح ہوگی جس کو تم انڈے کے اندر کے چھلکے سے متصل دیکھتے ہو''۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے اللہ کے فرمان ''عُرُبًا اَتْرَابًا'' (واقعہ ۳۷) چاہنے والیاں ہم عمر۔ کے بارے میں بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہ عورتیں ہیں جن کا دنیا میں بوڑھی، پلکوں اور سر کے بال سفید ہو کر انتقال ہو گیا تھا، اللہ ان کو بڑھاپے کے بعد ان کی تخلیق فرمائے گا تو باکرہ بنائے گا، **عربا** کے معنی ہیں: عشق کرنے والی اور چاہنے والی، **اترابا** کے معنی ہیں: ایک ہی عمر کی''۔

میں نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا حورعین؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ دنیا کی عورتوں کو حورعین پر وہی فضیلت ہے جیسی فضیلت ظاہری کپڑوں کو اندرونی کپڑوں پر ہے''۔

میں نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! یہ کیوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کی نمازوں، روزوں اور اللہ کی عبادت کرنے کی وجہ سے، اللہ ان کے چہروں کو نور سے بھر دے گا، اور ان کے بدن پر حریر پہنائے گا، وہ گوری چٹی ہوں گی، کپڑے ہرے ہوں گے، زیورات پیلے ہوں گے، ان کی انگیٹھیاں موتی کی ہوں گی، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، وہ کہیں گی: ہم ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والیاں

ہیں، اس لیے ہمیں موت نہیں آئے گی، ہم نرم ونازک ہیں، اس لیے ہم کبھی بوسیدہ نہیں ہوں گی، ہم رکی رہنے والیاں ہیں، اس لیے ہم کبھی سفر نہیں کریں گی، ہم راضی ہونے والیاں ہیں، اس لیے ہم کبھی ناراض نہیں ہوں گی، خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس کے لیے ہم ہیں اور وہ ہمارے لیے ہے''۔

میں نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! ہم میں سے کسی عورت کی دو، تین اور چار شادیاں ہوتی ہیں، پھر اس کا انتقال ہوتا ہے تو وہ جنت میں چلی جاتی ہے اور وہ بھی اس کے ساتھ جنت میں چلے جاتے ہیں، اس کا شوہر کون ہوگا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ام سلمہ! اس کو اختیار دیا جائے گا تو وہ ان میں سے بہترین اخلاق والے کا انتخاب کرے گی، اور کہے گی: اے میرے پروردگار! یہ دنیا میں میرے ساتھ ان میں سب سے بہتر سلوک کرنے والا تھا، چناں چہ آپ میری شادی اس کے ساتھ کر دیجیے، ام سلمہ! بہترین اخلاق والے دنیا و آخرت کی بھلائی لے گئے''۔ (طبرانی: ۲۳/۳۶۷۔۳۶۸ حدیث ۸۷۰)

جس کو استحاضہ کی شکایت ہو، وہ نماز کیسے پڑھے گی

آپ ﷺ سے حضرت فاطمہ بنت ابو حبیش رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: مجھے استحاضہ ((حیض اور نفاس کے علاوہ عورت کی اگلی شرمگاہ سے بیماری کی وجہ سے آنے والا خون)) آتا رہتا ہے، میں پاک نہیں رہتی، کیا میں نماز پڑھنا چھوڑ دوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، یہ بیماری ہے، حیض نہیں ہے، جب تمہارے حیض کی مدت آئے تو نماز چھوڑ دو، جب حیض کی مدت ختم ہو جائے تو خون دھو کر نماز پڑھو''۔
(مسلم ۱/۲۶۲ حدیث ۶۲۔۳۳۳)

بنت ابی حبیش کے سلسلے میں ہی آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جن دنوں میں اس کو حیض آتا ہے ان دنوں میں وہ نماز چھوڑ دے، پھر غسل کرے اور ہر نماز کے وقت وضو کرے، روزہ رکھے اور نماز پڑھے''۔

(سنن ترمذی ۱/۲۲۰، ح ۱۲۲، الفاظ ان ہی کے ہیں، ابن ماجہ ۱/۲۰۴ حدیث ۶۲۵)

عورت کو احتلام ہونے کی صورت میں کیا غسل واجب ہے؟

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: اللہ کے رسول! اللہ حق بات سے نہیں شرماتا، کیا عورت کو احتلام ہونے کی صورت میں غسل ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں، جب وہ پانی دیکھے''۔

حضرت ام سلمہ نے دریافت کیا: کیا عورت کو احتلام ہوتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تمہارا بھلا کرے، پھر اس کی اولاد اس کے مشابہ کیسے ہوتی ہیں؟''۔ (مسلم ۱/۲۵۱ حدیث ۳۲۔۳۱۳)

دوسری روایت میں ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے اس عورت کے بارے میں دریافت کیا جو اپنے خواب میں وہی دیکھتی ہے جو مرد دیکھتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر عورت یہ دیکھے تو غسل کرے''۔ (مسلم ۱/۲۵۰، حدیث ۳۰۔۳۱۱)

مسند امام احمد (مسند امام احمد ۱/۱۲۵) میں ہے کہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے اس عورت کے بارے میں دریافت کیا جو اپنے خواب میں وہی دیکھتی ہے جو مرد دیکھتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس پر غسل واجب نہیں ہے جب تک اس کو انزال نہ ہو، جس طرح مرد پر اس وقت تک غسل واجب نہیں ہے جب تک اس کو انزال نہ ہو''۔

میں اپنے سر کی چوٹی مضبوطی سے باندھتی ہوں کیا میں غسل جنابت کے وقت اس کو کھولوں؟

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: اللہ کے رسول! میں اپنے سر کی چوٹی مضبوط باندھتی ہوں، کیا میں غسل جنابت کے وقت اس کو کھولوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، بس تمہارے لیے اتنا کافی ہے کہ تم اپنے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالو، پھر اپنے بدن پر پانی بہاؤ (تو تم پاک ہو جاؤ گی)“ (صحیح مسلم ۱/۲۵۹، حدیث ۵۸۔۳۳۰)، ابوداود کی روایت میں ہے (سنن ابوداود ۱/۱۷۴، حدیث ۲۵۲): ”اور ہر مرتبہ پانی بہاتے وقت اپنی چوٹی کو نچوڑو“۔

کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے:

ایک عورت نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: ہمارے کپڑوں پر حیض کا خون لگتا ہے، ہم اس صورت میں کیا کریں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس خون کو ہٹاؤ پھر پانی سے اس کو صاف کرو، پھر اس پر پانی ڈالو، پھر اس کپڑے میں نماز پڑھو“۔ (بخاری ۱/۳۳۰۔۳۳۱، حدیث ۲۲۷، مسلم ۱/۲۴۰، حدیث ۱۱۰۔۲۹۱)

غسل جنابت کا طریقہ

حضرت ثوبان فرماتے ہیں: لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے غسل جنابت کے بارے میں دریافت کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مرد اپنے سر کو کھولے اور اس کو دھوئے یہاں تک کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے، البتہ عورت کے لیے کھولنا ضروری نہیں ہے، وہ اپنے سر پر اپنی دونوں ہتھیلیوں سے تین مرتبہ پانی ڈالے“ ابوداود نے یہ روایت کی ہے (سنن ابوداود ۱/۱۷۵۔۱۷۶، حدیث ۲۵۵)

ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: میں نے غسل جنابت کیا اور صبح کی نماز پڑھی، پھر میں نے صبح کو دیکھا کہ ایک ناخن کے برابر جگہ پانی نہیں لگا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم نے اپنا ہاتھ اس جگہ پھیرا ہے تو کافی ہے“۔ ابن ماجہ نے یہ روایت کی ہے۔ (مسند امام احمد) سنن ابن ماجہ ۱/۲۱۸، حدیث ۶۶۳)

حیض سے پاکی حاصل کرنے کا طریقہ

ایک عورت نے آپ ﷺ سے حیض کے بارے میں دریافت کیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ پانی اور بیری کے پتے لے کر صاف کرے اور بہترین انداز میں پاکی حاصل کرے، پھر اپنے سر پر پانی بہائے اور اچھی طرح رگڑے، یہاں تک کہ سر کے جڑوں تک پانی پہنچ جائے، پھر اس پر پانی ڈالے، پھر پانی جذب کرنے والے کپڑے کا ٹکڑا لے کر صاف کرے“۔

اس عورت نے آپ ﷺ سے غسل جنابت کے بارے میں دریافت کیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ پانی لے کر طہارت حاصل کرے، اور اچھی طرح پاکی حاصل کرے (پاکی حاصل کرنے میں مبالغہ سے کام لے) پھر اپنے سر پر پانی ڈالے اور سر کو رگڑے یہاں تک کہ اس کے سر کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے، پھر اپنے جسم پر پانی بہائے“ (مسلم ۱/۲۶۱، حدیث ۶۱۔۳۳۲)

حالت حیض میں مرد کے لیے بیوی کے ساتھ کیا کرنا جائز ہے

ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: حالت حیض میں بیوی کے ساتھ کیا کرنا جائز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”عورت اپنی ازار مضبوطی سے باندھے، پھر تم اوپری بدن کے ساتھ کچھ بھی کر لو“۔ (موطأ امام مالک ۱/۵۷، ح ۹۳)

حائضہ عورت کے ساتھ کھانے کا حکم

آپ ﷺ سے حائضہ عورت کے ساتھ کھانے کے بارے میں دریافت کیا گیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کے ساتھ کھاؤ“۔ (سنن ترمذی ۱/۲۴۰، حدیث ۱۳۳)

نفاس والی عورت کتنے دن نماز و روزے چھوڑے گی

آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ نفاس والی عورت کتنے دن بیٹھی رہے گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”چالیس دن بیٹھے، مگر یہ کہ اس سے پہلے طہر دیکھے“۔ (سنن دار قطنی، حدیث ۸۰)

اس کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم جس میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کیا ہو

آپ ﷺ سے ایک شخص نے دریافت کیا: میں اسی کپڑے میں نماز پڑھتا ہوں جس میں اپنی اہلیہ کے ساتھ جماع کرتا ہوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں((تم پڑھ سکتے ہو)) مگر یہ کہ تم کپڑے پر کوئی چیز دیکھو تو اس کو دھو لو''۔ (مسند امام احمد ۵/۸۹)

عورت بغیر ازار کے نماز پڑھے جب کہ اس پر قمیص اور اوڑھنی ہو:

آپ ﷺ سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: کیا عورت قمیص اور اوڑھنی میں نماز پڑھ سکتی ہے جب کہ وہ ازار نہ پہنی ہو؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر قمیص لمبی ہو جس سے اس کے پیروں کا ظاہری حصہ ڈھک جائے''۔ (سنن ابو داود ۱/۴۲۰، ح ۶۴۰)

شوہر کو زکوۃ دینے کا حکم:

دو عورتوں نے آپ ﷺ سے شوہروں کو زکوۃ دینے کے بارے میں دریافت کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کے لیے دو اجر ہیں: رشتہ داری کا اجر اور صدقہ کا اجر''۔

(بخاری (فتح الباری) ۳/۳۲۸ حدیث ۱۴۶۶، مسلم ۲/۶۹۴۔۶۹۵، حدیث ۴۵۔۱۰۰۰)

ابن ماجہ کی روایت میں ہے: میں اپنے شوہر اور میری کفالت میں موجود یتیموں پر زکوۃ کا مال خرچ کرتی ہوں، کیا اس سے میری زکوۃ ادا ہوتی ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو دو اجر ہیں: صدقہ کا اجر اور رشتہ داری کا اجر''۔

(سنن ابن ماجہ ۱/۵۸۷، حدیث ۱۸۳۴)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: میرے پاس صرف وہی مال ہے جو زبیر نے مجھ کو دیا ہے، کیا میں وہ مال صدقہ کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ کرو، اور جمع کر کے نہ رکھو، ورنہ مال تم پر تنگ کیا

جائے گا''۔ متفق علیہ (بخاری (فتح الباری) ۵/۲۱۷، ح ۲۵۹۰، مسلم ۲/۷۱۴، ح ۸۹۔۱۰۲۹)

کیا روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے:

آپ ﷺ سے حضرت عمرو بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''یہ بات اس (ام سلمہ) سے پوچھو''، چناں چہ ام سلمہ نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ خود اس طرح کرتے ہیں، انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ متقی ہوں، میں تم میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں''۔ مسلم نے یہ روایت کی ہے (۲/۷۷۹ ح ۷۴۔۱۱۰۸)

امام احمد کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کو بوسہ دیا، جس کی وجہ سے اس کو سخت پریشانی ہوئی، اس نے اپنی بیوی کو ام سلمہ کے پاس اس بارے میں دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس عورت کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح کیا کرتے تھے، اس نے آکر اپنے شوہر کو بتایا تو اس کو اور زیادہ پریشانی ہوئی اور اس نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کی طرح نہیں ہیں، اللہ اپنے رسول کے لیے جو چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے، پھر اس کی بیوی ام سلمہ کے پاس آئی اور اپنے شوہر کی بات ان سے کہہ دی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے اس کو نہیں بتایا کہ میں اس طرح کیا کرتا ہوں''، ام سلمہ نے کہا: میں اس کو بتا چکی ہوں، پھر وہ اپنے شوہر کے پاس واپس ہوئی تو اس کی حالت اور غیر ہو گئی، اور اس نے کہا: ہم رسول اللہ کی طرح نہیں ہیں، اور یہ بھی کہا: اللہ اپنے رسول کے لیے جو چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ غصہ ہو گئے اور فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، اور اس کے حدود سے سب سے زیادہ واقف ہوں''

(موطا ۱/۲۹۱-۲۹۲ ح ۱۳، مسند امام شافعی ۱/۲۵۷ ح ۶۸۹، مسند امام احمد ۵/۴۳۴)

مسند احمد میں روایت ہے (۲/۱۸۵) کہ ایک نوجوان نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: کیا میں روزہ کی حالت میں بوسہ لے سکتا ہوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں"۔

ایک بوڑھے شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: کیا میں روزہ کی حالت میں بوسہ لے سکتا ہوں؟

آپ نے فرمایا: "جی ہاں"، پھر فرمایا: "بوڑھے کو اپنے نفس پر قابو رہتا ہے"۔

کیا جنبی روزہ رکھ سکتا ہے:

آپ ﷺ سے ایک شخص نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! اس حال میں فجر کی اذان ہوتی ہے کہ میں حالتِ جنابت میں رہتا ہوں، کیا میں روزہ رکھ سکتا ہوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے بھی نماز ملتی ہے اور میں حالت جنابت میں رہتا ہوں پھر بھی میں روزہ رکھتا ہوں"۔

اس شخص نے کہا: اللہ کے رسول! آپ ہماری طرح نہیں ہیں، اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، اور اس بات سے سب سے زیادہ واقف ہوں کہ کیسے تقوی حاصل ہوتا ہے"۔ مسلم نے یہ روایت کی ہے (۲/۷۸۱ ح ۷۹-۱۱۱۰)

خرید و فروخت میں بھاؤ تاؤ کرنے کا حکم:

آپ ﷺ سے ایک عورت نے دریافت کیا: میں خرید و فروخت کرتی ہوں، جب میں کچھ خریدنا چاہتی ہوں تو میں جتنے میں خریدنا چاہتی ہوں، اس سے کم میں بھاؤ تاؤ کرتی ہوں، پھر میں اضافہ کرتی ہوں یہاں تک کہ میں اپنی مراد کو پہنچ جاتی ہوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "تم ایسا نہ کرو، اگر تم کوئی چیز خریدنا چاہو تو جتنے میں تم خریدنا چاہتی ہو اسی بھاؤ میں پوچھو تم کو دیا جائے یا نہ دیا جائے، جب تم کوئی چیز بیچنا چاہو تو جتنے میں بیچنا چاہتی ہو اتنا ہی بھاؤ بتاؤ، چاہے تم دو یا نہ دو"۔ (ابن ماجہ ۲/۷۴۳، حدیث ۲۲۰۴)

کون سی عورت بہتر ہے

آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا: کون سی عورت بہتر ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ عورت جب شوہر اس کو دیکھے تو خوش ہو جائے، حکم دے تو بجالائے، اور اپنی ذات اور اپنے شوہر کے مال میں ناپسندیدہ تصرف سے اس کی مخالفت نہ کرے"۔ احمد نے یہ روایت کی ہے۔ (۲/۲۵۱)

آخرت میں تعاون کرنے والی مومن بیوی کی فضیلت

آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا: کون سا مال لینا چاہیے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے ہر ایک کو شکر گزار دل، ذکر کرنے والی زبان اور اپنی آخرت کے معاملہ میں تعاون کرنے والی مومن بیوی کو لینا چاہیے"۔ (مسند احمد: ۵/۲۷۸، ۲۸۲، ۳۶۶، سنن ترمذی: ۵/۲۵۹، حدیث ۳۰۹۴)

بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے

آپ ﷺ سے چند صحابہ نے دریافت کیا: مال دار اجر و ثواب میں آگے بڑھ گئے، جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں، وہ بھی نماز پڑھتے ہیں، ہم جس طرح روزے رکھتے ہیں، وہ بھی رکھتے ہیں اور وہ اپنے زائد مال میں سے صدقہ کرتے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا اللہ نے تمہارے لیے ایسی چیزیں نہیں بنائی، جن کے ذریعے تم صدقہ کرتے ہو؟ ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، ہر تحمید صدقہ ہے، ہر تہلیل صدقہ ہے، بھلائی کا حکم دینا صدقہ ہے، منکر سے روکنا صدقہ ہے اور تمہارا جماع کرنا صدقہ ہے"۔

صحابہ نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پورا کرتا ہے،

کیا اس میں بھی اس کے لیے اجر ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا کیا خیال ہے، اگر وہ حرام جگہ اس کا استعمال کرتا تو کیا اس پر گناہ نہیں ہوتا؟ اسی طرح اگر وہ حلال جگہ استعمال کرے تو اس کے لیے اجر ہے''۔
(۲/ ۱۹۷۔۱۹۸، حدیث ۵۳۔۱۰۰۶)

جس عورت سے شادی کرنا چاہے نکاح سے پہلے اس کو دیکھنے کا حکم

آپ ﷺ نے اس عورت کو دیکھنے کا فتوی دیا جس سے آدمی شادی کرنا چاہتا ہے، آپ ﷺ سے حضرت مغیرہ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے بارے میں دریافت کیا جس کو انھوں نے نکاح کا پیغام دیا تھا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو دیکھو کیوں کہ اس کے نتیجہ میں دونوں کے تعلقات پائیدار رہیں گے''، وہ اس عورت کے والدین کے پاس گئے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے بارے میں بتایا، یہ سن کر شاید ان کو ناگوار لگا، اس بات کو مخطوبہ نے بھی سنا، وہ پردہ میں تھی، اس نے کہا: اگر رسول اللہ ﷺ نے تم کو دیکھنے کا حکم دیا ہے تو دیکھو، ورنہ میں تم کو اللہ کا واسطہ دیتی ہوں، گویا اس نے اس بات کو ان کے حق میں بڑا جرم بنا کر پیش کیا، میں نے اس کو دیکھا، پھر میں نے اس کے ساتھ شادی کی، پھر انھوں نے اپنے لیے اس عورت کی مناسبت کا تذکرہ کیا۔ (مسند امام احمد: ۴/ ۲۵۴، سنن ترمذی: ۳/ ۳۹۷، حدیث ۱۰۸۷

بال جوڑنے والی اور جوڑوانے والی

آپ ﷺ سے اس عورت کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کی شادی ہوگئی تھی اور وہ بیمار تھی، جس کی وجہ سے اس کے بال گر گئے تھے، لوگوں نے اس کے بالوں کو جوڑنا چاہا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی پر لعنت کی ہے'' متفق علیہ (۱۰/ ۳۷۴، حدیث ۵۹۳۳، مسلم: ۳/ ۱۶۷۶، حدیث ۱۱۵۔۲۱۲۲)

عورت کی اگلی شرمگاہ میں پچھلی طرف سے جماع کرنا:

انصار کی ایک عورت نے آپ ﷺ سے تجبیہ کے بارے میں دریافت کیا، تجبیہ یہ ہے کہ عورت کی اگلی شرمگاہ میں پچھلی طرف سے جماع کیا جائے؟

آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: ''نِسَاءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ'' (تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہے، چناں چہ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو جاؤ (بقرۃ) ایک ہی سوراخ ہے۔ احمد نے یہ روایت کی ہے (۶/ ۳۰۵)

آپ ﷺ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! میں ہلاک ہوگیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''کس چیز نے تم کو ہلاک کیا''؟ انھوں نے کہا: میں نے گذشتہ رات اپنی سواری پلٹ دی، آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی طرف یہ آیت وحی کی: ''نِسَاءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ'' ''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہے، چناں چہ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو جاؤ'' ''آگے سے کرو یا پیچھے سے، البتہ حیض اور پچھلی شرمگاہ سے بچو''۔ (مسند امام احمد: ۱/ ۲۹۷، سنن ترمذی: ۵/ ۲۰۰، حدیث ۲۹۸۰)

جس کو اللہ اور رسول نے جائز کیا ہے وہ پچھلی شرمگاہ کی طرف سے جماع کرنا ہے، نہ کہ پچھلی شرمگاہ میں، آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''اس شخص پر لعنت کی گئی ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ پچھلی شرمگاہ میں جماع کرے'' (مسند امام احمد: ۲/ ۴۴۴، ۴۷۹)، اور آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: ''جو شخص حائضہ کے ساتھ یا عورت کی پچھلی شرمگاہ میں جماع کرے یا کاہن کے پاس جائے اور اس کی تصدیق کرے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل کردہ چیز کا انکار کیا''۔ (مسند امام احمد: ۲/ ۴۰۸، ۴۷۶) اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''بلاشبہ اللہ حق بات سے نہیں شرماتا، عورتوں کے ساتھ ان کی پچھلی شرمگاہ میں جماع مت کرو'' (مسند امام احمد: ۱/ ۸۶)
آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''اللہ اس آدمی کی طرف نہیں دیکھے گا جو کسی مرد کے ساتھ غلط فعل کرے یا عورت کی پچھلی شرمگاہ میں جماع کرے''۔ (مسند امام احمد: ۱/ ۸۶) اور آپ ﷺ

نے پچھلی شرمگاہ میں جماع کرنے والے کے سلسلے میں فرمایا: ”یہ چھوٹی لواطت ہے“۔ (مسند امام احمد: ۲/۱۸۲، ۲۱۰)

شوہر پر بیوی کے حقوق

آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ شوہر پر بیوی کا کیا حق ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب خود کھائے تو اس کو کھلائے، جب خود پہنے تو اس کو پہنائے، چہرے پر نہ مارے، اس کی برائی نہ کرے اور اس کو الگ کرے تو اپنے گھر میں الگ کرے“۔ (مسند امام احمد: ۴/۴۴۷، سنن ابو داود: ۲/۶۰۶، حدیث ۲۱۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱/۵۹۴، حدیث ۱۸۵۰)

جب شوہر اپنی بیوی پر خرچ کرنے میں کنجوسی کرے

آپ ﷺ سے ابوسفیان کی بیوی ھند نے دریافت کیا: ابوسفیان بڑے کنجوس ہیں، میرے اور میرے بچہ کا نفقہ ضرورت بھر نہیں دیتے، میں ان سے چپکے لیتی ہوں، ان کو معلوم نہیں ہوتا، جس سے میری ضرورت پوری ہو جاتی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو تمہیں اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہو، بھلے طریقہ سے لو“۔ متفق علیہ (بخاری: ۹/۵۰۷ حد ۵۳۶۴، مسلم: ۳/۱۳۳۸ حد ۱۷۱۴)

بیوی پر شوہر کے حقوق

بعض انصار نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: ہمارا ایک اونٹ ہے جس پر ہم چلتے ہیں، وہ ہمارے لیے دشوار ہو گیا ہے اور ہم کو سوار ہونے سے روکتا ہے، جب کہ کھیتی اور باغ پیاسے پڑے ہیں؟

آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ”کھڑے ہو جاؤ“، وہ کھڑے ہوئے تو آپ باغ میں داخل ہوئے، اونٹ باغ کے کنارے پر تھا، نبی ﷺ اس کی طرف چلے تو انصاریوں نے کہا: اللہ کے نبی! یہ کاٹنے والے کتے کی طرح ہو گیا ہے، ہمیں خوف ہے کہ وہ

آپ پر حملہ کر دے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس سے مجھے کوئی نقصان نہیں ہوگا“، جب اونٹ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو وہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کی پیشانی پکڑی تو اتنا فرماں بردار ہوا کہ پہلے کبھی ایسا نہیں تھا، یہاں تک کہ آپ نے اس کو کام میں شامل کر دیا، صحابہ نے آپ سے کہا: اللہ کے نبی! یہ چوپایہ جس کو عقل نہیں آپ کو سجدہ کرتا ہے، اور ہمیں عقل ہے، ہم اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”کسی انسان کے لیے درست نہیں ہے کہ وہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے، اگر کسی انسان کے لیے سجدہ کرنا درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیوں کہ اس کا حق اس پر بہت ہی زیادہ ہے، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر وہ پیر سے لے کر سر کی مانگ تک پیپ اور خون لگ کر نجس ہو جائے پھر بیوی اس کو چاٹتے ہوئے استقبال کرے تو بھی اس نے اپنے شوہر کا حق ادا نہیں کیا“۔ امام احمد نے یہ روایت کی ہے۔ (۳/۱۵۸-۱۵۹)

شوہر کی اجازت کے بغیر نفل نمازوں اور نفل روزوں کی ممانعت

آپ ﷺ سے حضرت صفوان بن معطل سلمی کی بیوی نے دریافت کیا: جب میں نماز پڑھتی ہوں تو وہ مجھے مارتے ہیں اور جب میں روزہ رکھتی ہوں تو میرا روزہ توڑتے ہیں، اور سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز نہیں پڑھتے، چناں چہ آپ ﷺ نے ان سے ان کی بیوی کی کہی ہوئی باتوں کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا: جہاں تک اس کی بات ”جب میں نماز پڑھتی ہوں تو وہ مارتے ہیں“ کا تعلق ہے: وہ دو سورتیں پڑھتی ہے اور میں نے اس کو دو سورتیں پڑھنے سے منع کیا ہے

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر ایک ہی سورہ پڑھا جائے تو لوگوں کے لیے کافی ہے“، جہاں تک اس کی بات ”جب میں روزہ رکھتی ہوں تو میرا روزہ توڑ دیتے ہیں“ کا تعلق ہے: وہ روزوں پر روزے رکھتی ہیں حالاں کہ میں نوجوان ہوں، مجھ سے صبر نہیں ہوتا، اس دن آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ نہ

رکھے" ....۔(۳۵۴/۴ حدیث ۱۴۸۸)

اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا صدقہ کرنا

آپ ﷺ سے ایک عورت نے کہا: میں نے اپنے زیورات صدقہ کر دئے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "کسی عورت کے لیے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنا مال عطیہ میں دینا جائز نہیں ہے"۔(سنن ابو داود ۳/ ۸۱۶ حدیث ۳۵۴۷)

دوسری روایت میں ہے: "عورت کے لیے اپنے مال میں کوئی تصرف کرنا جائز نہیں ہے جب اس کا شوہر اس کی عصمت کا مالک ہو جائے"۔اہل سنن نے یہ روایت کی ہے۔(ابوداود:۳/۸۱۵۔۸۱۶ حد ۳۵۴۶، نسائی:۶/ ۵۹۳۔۵۹۴ حد ۳۷۶۵، ابن ماجہ:۲/ ۷۹۸ حد ۲۳۸۸)

امام ابن ماجہ (۲/۷۹۸ حد ۲۳۸۹) کی روایت میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک کی بیوی حضرت خیرہ زیورات لے کر آپ کے پاس آئی اور کہا: میں نے یہ صدقہ کیا؟

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے کعب سے اجازت لی ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے کعب کو بلا بھیجا اور دریافت فرمایا: "کیا تم نے خیرہ کو یہ زیورات صدقہ میں دینے کی اجازت دی ہے؟" انھوں نے کہا: جی ہاں۔ پھر رسول اللہ نے اس کو قبول کیا۔

عورت کا جہاد

آپ ﷺ سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! مرد جنگ کرتے ہیں، عورتیں جنگ نہیں کرتیں اور ہمارے لیے نصف وراثت ہے؟

اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی: "وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ" "اور تم کسی ایسے امر کی تمنا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالی نے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت دی ہے (سورہ نساء ۳۲) امام احمد نے یہ روایت کی ہے۔ (۳۲۲/۶)

عورت کے لیے گھر کے اندرونی کمرے میں نماز پڑھنا افضل ہے

آپ ﷺ سے ایک عورت نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہو، تمہارا اپنے اندرونی کمرے میں نماز پڑھنا اپنے کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، تمہارا کمرے میں نماز پڑھنا اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، تمہارا گھر میں نماز پڑھنا اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے"، چناں چہ اس عورت نے اپنے لیے اپنے کمرے کے سب سے کنارے اور تاریک جگہ مسجد بنانے کا حکم دیا تو اس کے لیے وہاں مسجد بنا دی گئی، وہ اس میں اپنی موت تک نماز پڑھتی رہی۔(الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ۵/ ۵۹۶ حدیث ۲۲۱۷)

عورت کی شادی دو اور تین مردوں سے ہوتی ہے

آپ ﷺ سے اس عورت کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کی دو اور تین مردوں سے شادی ہوتی ہے، وہ قیامت کے دن ان میں سے کس کے ساتھ ہوگی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کو اختیار دیا جائے گا تو وہ ان میں سے بہترین اخلاق والے کے ساتھ ہوگی"۔(طبرانی "المعجم الکبیر" ۲۳/۲۲۲ حدیث ۴۱۱)

کون سی چیز جہنم میں اور کون سی چیز جنت میں داخل کرتی ہے:

آپ ﷺ سے لوگوں کو سب سے زیادہ جہنم میں داخل کرنے والی چیز کے بارے میں دریافت کیا گیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "دو کھوکھلی چیزیں: "منھ اور فرج" (یعنی شرمگاہ)، اور سب سے زیادہ جنت میں داخل کرنے والی چیز کے بارے میں دریافت کیا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی خشیت اور حسن اخلاق" (مسند امام احمد ۲/ ۲۹۱، سنن ابن ماجہ ۲/ ۱۴۱۸ حدیث ۴۲۴۶)

کون سا گناہ سب سے بڑا ہے:

آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا: کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ جب کہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے''۔ دریافت کیا گیا: پھر کون سا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس خوف سے اپنے بچے کو قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا''۔ (بخاری: ۸/۱۶۳، حدیث ۴۴۷۷)

زبان کی حفاظت:

آپ ﷺ سے ایک شخص نے دریافت کیا: وہ کون سی چیز ہے جس کا آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ خوف ہے؟

آپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑی پھر فرمایا: ''یہ''۔ (مسند امام احمد: ۳/۴۱۳)

برے خواب بیان کرنے کی ممانعت

آپ ﷺ سے ایک شخص نے دریافت کیا: میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میرے سر پر مارا گیا تو میرا سر لڑھک گیا اور اس کا سخت اثر ہوا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کو خواب میں اپنے ساتھ شیطان کے کھیلنے کے بارے میں مت بتاؤ'' امام مسلم نے یہ روایت کی ہے۔ (۴/۱۷۷۶، حدیث ۱۵۔۲۲۶۸)

اللہ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھے اور شوہر کو جگائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو اٹھائے تو وہ نماز پڑھے، اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکے، اللہ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو اٹھائے تو وہ نماز پڑھے، اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکے''۔ (مسند امام احمد: حدیث ۷۴۰۴، سنن ابو داود: ۱۳۰۸، سنن نسائی: ۱۶۱۰، سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۶، مستدرک حاکم: ۱۱۶۴)

مراجع

اسلامی آداب زندگی	از: مصطفیٰ محمد طحان
اسلامی معاشرہ اور اس کی تعمیر میں خواتین کا حصہ	از: مولانا یوسف اصلاحی
اسلام میں عورت کا درجہ	از: مولانا ابو الحسن ندوی
اسلامی نظام میں عورت کا مقام	از: مائل خیر آبادی
بچوں کے احکام و مسائل	از: فیصل احمد ندوی بھٹکلی
بشائر النصر	از: مصطفیٰ محمد طحان
پردہ	از: مولانا ابو الاعلیٰ مودودی
خواتین کے شرعی مسائل	از: منور سلطان ندوی
خواتین کے مخصوص مسائل	از: ڈاکٹر صالح بن فوزان
ریاض النسواں	از: مولانا محمد صبغۃ اللہ
عورت اور ازدواجی زندگی	از: محمد کلیم آرلیس
عورت کے حقوق	از: مولانا برہان الدین سنبھلی
عورت: ماں، بہن، بیوی اور بیٹی	از: افتخار فریدی
فقہ شافعی: مختصر فقہی احکام مع دلائل و حکم	از: ڈاکٹر مصطفیٰ الخن......
فتاوی رسول اللہ ﷺ	از: علامہ ابن قیم الجوزیہ
کاروانِ مدینہ	از: مولانا ابو الحسن ندوی
المبسوط	از: احمد اللہ احمد جنگ
المتوسط	از: احمد اللہ احمد جنگ
مسلمان عورت	از: مولانا ابو الکلام آزاد
معاشرتی مسائل دینِ فطرت کی روشنی میں	از: مولانا برہان الدین سنبھلی

یادداشت